سیف اللہ

سوانح عمری حضرت خالدؓ بن ولید

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور

PRICE 2-4-0

Marfat.com

۷۸۶

ھوالکلّ   یامُعین

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

سیف اللہ

یعنی

سوانح عمری خالد بن ولید سپہ سالارِ اسلام

مؤلفہ و مرتبہ

منشی نذیر احمد سیماب قریشی ادیب فاضل

شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

نے

باخذ حقوق دوامی

آفتاب عالم پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام
شیخ نیاز احمد پرنٹر پبلشر چھپوا کر
شائع کیا

۱۹۴۷ء

قیمت ؏

Marfat.com

هوالکل   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○   ہو المعین

۲۹۷۰۹۹۲۲
ج ۱۹ ص
۸۶۲۲

دیباچہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ○ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ پیارے رسول اس کی آل اور اصحاب پر درود و سلام بھیجنے کے بعد نیاز مند ملتمس ہے کہ ○

محفلِ ساقی ہیں کل شب کو سماں کچھ اور تھا
غمزۂ ساقی ہیں تھا موجود وصفِ جاندہی
کب پرپرواز سے کم تھا سرورِ جاں نواز
صیقل دل کیلئے تھیں وقف ساری کوششیں
دانش دیں سوز سے تھا ہم کو استغنائے تمام
اور تھے اسباب اپنے افتخار و ناز کے

روح بخش میکشاں جام صبوح کا دور تھا
جام صحت بہر مستاں ساغر بلور تھا
سیرگاہ میکشاں چرخ بریں کا دور تھا
فلسفہ زیست مدام زیر غور تھا
اور جنون یار اپنی زندگی کا طور تھا
ہیر جہاں کچھ اور تھا ہم اور تھے۔ دل اور تھا

مگر آہ اب کیا حالت ہے ○

دولتِ اسلام کا گلشن ہے تاراج خزاں   نکبت وادبار کی یاں چل رہی ہیں آندھیاں

ارباب بصیرت جانتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسوقت مطلع اسلام پر جو ناگوار گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور مسلمان جن انواع و اقسام کے مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہم نے احکام اسلام سے سرتابی اختیار کر لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ سے ہم لوگ یکسر روگردانی کر چکے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی تابعداری کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے چنانچہ سلف صالحین نے اس فرمان رسولی کو اپنا شعار بنایا۔ اور وہ معراج ترقی تک پہنچ گئے ان کی ساری کوششیں صلح میں۔ جنگ میں۔ بحر میں۔ بر میں غرض ہر جگہ اور ہر وقت اپنی مذہبی حالت کو درست کرنے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف تھیں۔ لیکن آہ ایک ہم ہیں۔ کہ اپنے پیارے رسول اور ان کے تابعین کے حالات سے قطعاً نابلد ہیں۔ اور اپنی ہی غفلت کے صدقے قعر ذلت میں گر چکے ہیں۔ شان

شوکت۔ عزت وحکومت مال و دولت غرض سب کچھ جاتا رہا حقوق پامال ہو رہے ہیں لیکن وائے غفلت کہ پھر بھی مدہوش ہیں۔ آغا کاشمیری نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

اے خوشا غفلت کہ ممنونِ اثر کچھ بھی نہیں
کان نے سب کچھ سُنا دل کو خبر کچھ بھی نہیں

آہ جس وقت اپنی گذشتہ شان وشوکت اور امارت پر نظر جاتی ہے تو موجودہ حال کو دیکھ کر کلیجہ پکڑ کر رہ جانا پڑتا ہے۔ اور بیساختہ منہ سے نکل جاتا ہے ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

یہ ساری کلفتیں اور مصیبتیں ہماری اپنی ہی غفلت کا نتیجہ ہیں۔ پس جب تک ہم حقیقی مسلمان نہ بنیں گے۔ اس وقت تک ان مصائب ونوائب کا دُور ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ چونکہ حقیقی مسلمان بننے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تابعین کے اسوہ حسنہ کو اپنا شعار بنانا لازمی ہے۔ اس لئے بہی خواہان اسلام کو لازم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی فرداً فرداً سوانحعمریاں کثرت کے ساتھ شایع کریں۔ تاکہ فرزندان توحید ان کے حالات زندگی اپنا رہبر بنا سکیں۔ چنانچہ نیازمند اسی مقصد کو مدنظر رکھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے حالاتِ زندگی بنام "خاتم النبیّین" پیشتر ازیں نذر ناظرین کر چکا ہے۔ اور اب حضرت خالد بن ولید کی زندگی کے حالات ہدیہ ناظرین ہیں تاکہ جس طرح خالد کے دل میں سچے اسلامی جوش ایثار وہمدردی خالصاً للہ اسلامی خدمت تحفظ حقوق۔ ایمانی طاقت اور سچائی کا جذبہ موجود تھا۔ وہی جذبہ اس کتاب کے پڑھنے سے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ اور جس طرح خالدؓ باوجود ایک بہادر سپہ سالار ہونے کے مطیع فرمان منکسر المزاج اور رحم دل تھے۔ مسلمان بھی ان کے شعار کو اپنا شعار بناکر فلاحِ دارین حاصل کریں ؀

علاوہ ازیں ایک نئے دلچسپ اور نرالے انداز میں مسلمان بچوں کے لئے سلسلہ احکام اسلام، جو قاعدہ۔ پہلی۔ دوسری تیسری وغیرہ وغیرہ کتابوں پر مشتمل ہے شایع کیا جا چکا ہے۔ ایسا مفید سلسلہ آج سے پہلے کسی نے نہیں لکھا۔ آسان آسان مثالوں کے ذریعے توحید۔ رسالت اور احکام اسلام کی اس طور پر تشریح کی گئی ہے۔ کہ بچّہ بآسانی سمجھ جاتا ہے۔ کہ اللہ کیا چیز ہے۔ اس سے کیوں ڈرنا چاہیے۔ رسول کون

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ ان کی کیا ضرورت تھی۔ نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام کیوں ادا کرنے چاہئیں کس طرح ادا کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے یہ حکم دیئے وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو انشاء اللہ بہت جلد دیگر صحابہ کرامؓ کی سوانح عمریاں بھی پیش کش کی جائیں گی۔ امید ہے کہ ناظرین خاکسار کی اس خدمت سے فائدہ اٹھا کر دعا سے یاد فرمائیں گے۔ والسلام ؏

خاکسار

نذیر احمد سیماب قریشی ادیب فاضل گورداسپوری حال مقیم شہر لاہور

شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سرزمین عرب کے ہونہار فرزند اور دولت اسلام کے وہ نامور جان نثار سپہ سالار ہو گزرے ہیں جن کا صرف نام ہی سننے سے تاجداران روم و ایران کے زہرے آب آب ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو وہ دل گردہ عطا فرمایا تھا کہ تن تنہا لاکھوں افواج قاہرہ کی پرِ کاہ جتنی بھی حقیقت نہ سمجھتے تھے۔ شجاعت و تہور کا یہ عالم تھا کہ جدھر حملہ کرتے تھے تکبیر کے نعروں سے دشمنوں میں زلزلہ ڈال دیتے تھے۔ اور مخالفین کے اوسان خطا ہو جاتے تھے۔ فصاحت و بلاغت کا یہ حال کہ سیدھی سادی مخلصانہ تقریر سے اپنی مٹھی بھر دل شکستہ اور پراگندہ جمعیت کو آہنی دیوار کی مانند بنا دیتے تھے۔ کہ دشمنوں کے متواتر جابر و قاہر حملے بھی ان کے قدم نہ اکھاڑ سکتے تھے۔ اور وہ دانت پیس پیس کر رہ جاتے تھے۔ لیاقت جنگی اس قدر تھی۔ کہ آج تک بڑے بڑے ماہران فنون حرب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی گرد پا کو نہیں پہنچ سکتے۔ غرض آپ کی معجزانہ کارگزاریوں اور فتحمندیوں نے ہر چہار طرف خدائے پاک کی توحید کا ڈنکا بجا دیا اور مسلمان آپ کے والا و شیدا ہوتے جاتے تھے لیکن بایں ہمہ آپ نہایت رحم دل خوش خلق منکسر المزاج وعدہ کے پکے۔ اسلام کے سچے پابند راضی بہ رضا۔ اور ہمدردی کا ایک زندہ نمونہ تھے ؏

حضرت خالد رضی اللہ عنہ خاندان قریش کی ایک ممتاز شاخ بنی مخزوم سے ہیں۔ اور

Marfat.com

آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھویں پشت میں جاکر ملتا ہے۔ آپ کے باپ کا نام ولید بن مغیرہ ہے۔ جو اپنی فصاحت و بلاغت دولت و حشمت کے باعث وحید القوم اور خوبصورتی اور خوش اخلاقی کے باعث ریحانہ قریش کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ عرب کی سپہ سالاری اور افواج کا انتظام سب آپ کے والد کے ہی ہاتھوں میں تھا۔ یہی ولید بن مغیرہ قریش کی طرف سے ایک دو دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تجھے بادشاہ بننے کی خواہش ہے۔ تو ہم سب مل کر تجھ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر تجھے مال و دولت کی تمنا ہے تو ہم سب مل کر آپ کو اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ ملک عرب میں کسی کے پاس اتنا نہ ہوگا۔ اگر تجھے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرنے کی آرزو ہے۔ تو جس عورت سے کہو۔ تمہارا نکاح کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی اور عارضہ ہے۔ تو ہم اس کا علاج بھی کئے دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے خداؤں (بتوں کو) بُرا نہ کہو۔ اور ان کی توہین نہ کرو جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن شریف کی چند ایک آیات پڑھ کر سنائیں۔ اور فرمایا کہ واللہ مجھے ان سب باتوں میں سے کسی کی خواہش نہیں ہے۔ بلکہ میری خواہش صرف اس قدر ہے کہ تم سب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ دو اور جھوٹے خداؤں یعنی بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ اگرچہ آیات اللہ کو سننے کے بعد ولید بن مغیرہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منجانب اللہ ثابت ہو گیا تھا۔ لیکن شان و شوکت اور دولت مندی کے گھمنڈ نے اسلام کے قبول کرنے سے باز رکھا۔ اور حاکم بدہن) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تذلیل اور اسلام کی تخریب میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا۔ پیشتر ازیں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات۔ ستودہ صفات اور مسلمانوں کے برخلاف جس قدر ظالمانہ کوششیں کی جاتی تھیں۔ وہ سب عموماً اسی کے تخیل کا نتیجہ ہوا کرتی تھیں۔ آپ ہجرت سے تقریباً بیس بائیس سال پہلے پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ ہے۔ جو اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور ام فضل لبابہ کبریٰ زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ نے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی۔ کیونکہ مال و دولت شان و شوکت وغیرہ وغیرہ سب کچھ خدا نے دے رکھا تھا جب آپ نے کچھ ہوش

Marfat.com

سنبھالا۔ تو آپ کے والد نے مروجہ تعلیم دلانے کا بندوبست کیا۔ لیکن چونکہ آپ کی طبیعت فنون سپہ گری کی طرف بہت راغب تھی۔ اس لئے مروجہ تعلیم سے چنداں فائدہ نہ اٹھا سکے۔ جب آپ کے والد نے آپ کی طبیعت کا میلان سپاہگری کی طرف دیکھا تو اپنی باقی اولاد کے مقابلہ میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ الفت کرنے لگا کیونکہ آپ کے والد کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ سپہ سالاری عرب کا عہدہ جواب تک انہی کے ہاتھوں میں تھا۔ کسی اور کے ہاتھوں میں نہ جا سکے گا۔ اور اس کام کو بخوبی سنبھال سکے گا۔ چنانچہ فنون سپاہگری سیکھنے کے بعد نہایت نوعمری میں ہی سواران عرب کی سرداری حضرت خالدؓ کے سپرد کر دی گئی ؂

زمانہ حال کے سارے مؤرخ متقدمین پر عموماً یہ افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قبل از اسلام زندگی کے حالات لکھنے میں بخل سے کام لیکر ایک ناقابل معافی گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اگرچہ بظاہر ان کا یہ افسوس بجا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو پہلے مورخوں پر سہل انگاری کا یہ الزام بالکل بے جا ہے۔ اگر یہ غلطی کسی ایک آدھ سے ہو جاتی تو یہ ایک علیحدہ بات تھی۔ لیکن جملہ مورخین سے ایک ہی غلطی کا بار بار ہونا ناممکن ہے۔ جہاں انہوں نے دوسرے لوگوں کے واقعات لکھنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔ وہاں حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق بخل سے کام نہیں لے سکتے تھے۔ بلکہ دراصل خالدؓ کی کارگذاریوں کا سلسلہ ہی ہجرت سے کچھ عرصہ بعد شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے تو ان کی عمر بھی چھوٹی تھی۔ یعنی ظہور نبوت کے وقت قریباً گیارہ بارہ سال کی ہوگی۔ اور اس وقت وہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ البتہ ظہور نبوت سے پانچ چھ سال بعد کے زمانہ سے لے کر ہجرت تک یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ شائد خالدؓ کو اپنی لیاقت کے دکھانے کا موقع ملا ہو۔ لیکن جہاں تک تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے چند سال قبل از ظہور نبوت تا جنگ بدر قبائل عرب کی آپس کی معمولی جھڑپوں کے سوا اور کوئی واقعہ ہی نظر نہیں آتا جس میں خالد کے شامل ہونے کا گمان کیا جا سکے۔ کیونکہ قریش نے نور اسلام کو مٹانے کی غرض سے آپس کے تنازعات کو تقریباً ترک کر رکھا تھا جو ان کو نہایت ناگوار نظر آتا تھا۔ اور ترقی اسلام کے مقابلے میں اور کوئی فتنہ یا لڑائی چنداں وقعت نہیں رکھتی تھی ؂

جنگِ اُحد

یہ جنگ کوہ اُحد کے دامن میں جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ قریش مکہ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ۷ شوال ۳ھ کو ہوئی۔ کفار کی تعداد تین ہزار تھی جس میں دو سو سوار۔ سات سو زرہ پوش اور باقی باساز و سامان پیدل تھے۔ مسلمانوں کی تعداد نو سو پچاس تھی جس میں صرف سو زرہ پوش چند سوار اور باقی کل پیدل تھے۔ جن میں اکثروں کے پاس سامان جنگ بھی بہت کم تھا۔ قریش کی فوج کے سپہ سالار خالد بن ولید تھے۔ جو خود فوج کے میمنہ پر کھڑے ہوئے۔ اور عکرمہ بن ابوجہل[1] کو میسرہ پر کھڑا کیا۔ جنگ شروع ہونے سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اسلامی فوج کے ایک عقبی درہ پر کھڑا کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ فتح ہو یا شکست۔ لیکن تم درّے پر مضبوطی سے جمے رہو۔ تاکہ دشمن ادھر سے حملہ نہ کر سکے۔

جب حسبِ توفیق طرفین کا انتظام ہو گیا۔ تو پہلے فرداً فرداً جنگ شروع ہوئی۔ لیکن آخر کار گھمسان کا رن پڑا۔ اور کفار کو شکست ہو گئی۔ اور مسلمان مالِ غنیمت کے لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ جب عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا۔ کہ فتح ہو چکی ہے۔ تو وہ بھی مال غنیمت لوٹنے کی غرض سے درے کو چھوڑ کر چلے آئے لیکن خالد بن ولید نے موقع دیکھ کر اچانک عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور چونکہ وہ اس وقت ہتھیار چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے۔ اس واسطے اچانک حملے سے گھبرا گئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ جان نثاران نے بہتیری کوشش کی۔ مگر مسلمانوں کا منتشر لشکر مجتمع نہ ہو سکا۔ اور شکست اٹھانی پڑی۔ اس جنگ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اور پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی۔ اسی جنگ میں آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

اس جنگ میں کفار کو شکست حاصل ہونے کے بعد جو فتح نصیب ہوئی وہ حضرت

[1] بعد میں عکرمہ بن ابوجہل بھی ایمان لاکر تقویت اسلام کا باعث ہوئے۔

خالد ہی کی ہمت و شجاعت کا نتیجہ تھی۔ کیونکہ اگر خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ درے کو خالی دیکھ کر حملہ نہ کرتے تو فتح ہرگز میسر نہ ہوتی۔ ایسی بھاگڑ کے موقع پر خود اپنے اوسان بحال رکھ کر کھڑا ہو جانا اور اپنی جمعیت کو جمع کر کے یکبارگی حملہ کر دینا کسی دل گردے والے کا ہی کام ہوا کرتا ہے خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا شکست کھا کر یکایک پلٹ کر عقب سے حملہ کر دینا۔ اس کی ذہانت قابلیت جنگی۔ اور بہادری کا ایک معمولی ثبوت ہے۔ اور اگرچہ خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ فتح مسلمانوں کی غلطی سے حاصل ہوئی۔ لیکن مخالف کی غلطی سے اپنی پریشانی کی حالت میں فائدہ اٹھانا صاحب فہم و فراست لوگوں ہی کا کام ہوا کرتا ہے ؂

صلح حدیبیہ ۶ھ

جب مسلمانوں پر حج فرض ہوا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے ہمراہیوں کے عازم مکہ ہوئے جب قریش مکہ نے سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے جان نثاروں کے مکہ کی طرف آرہے ہیں۔ تو انہوں نے بھی جنگ کی تیاری کی۔ جب قریش کی تیاری جنگ کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کو چند اور آدمیوں کے ساتھ قریش مکہ کی طرف بھیجا۔ کہ وہ ان پر مسلمانوں کے مکہ کے طرف آنے کی وجہ ظاہر کر دیں چنانچہ حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ معہ اپنے ہمراہیوں کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اور خالد بن ولیدؓ۔ ابو سفیان۔ عکرمہ بن ابوجہل اور دیگر سرداران قریش کو اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ اور کہا کہ ہم لڑائی کی نیت سے نہیں آئے۔ بلکہ حج و عمرہ ادا کر کے خاموشی کے ساتھ چلے جائیں گے لیکن قریش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفیروں کو قید کر دیا۔ اور خود اس خیال سے کہ شاید ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس لئے مسلمانوں کا ابھی سے قلع قمع کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ حج و عمرے کی نیت سے آئے ہیں۔ اس واسطے وہ نہیں لڑیں گے۔ چنانچہ مشرکین مکہ لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے ؂

جب سفیروں کے آنے میں دیر واقع ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند آدمی دریافت حال کی غرض سے مکہ روانہ کئے جنہوں نے واپس آکر سارے

Marfat.com

حالات سے آپ کو مطلع کیا اور عرض کیا کہ قریش مکہ بغیر لڑائی کے ہمیں طواف کعبہ نہیں کرنے دیں گے۔ آپ کو حضرت عثمانؓ اور ان کے ہمراہی مسلمانوں کے قید ہو جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ ابھی آپ کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے۔ کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے ہمراہیوں کے شہید ہو جانے کی غلط خبر ملی۔ چنانچہ آپ کو از حد ملال ہوا۔ اور آپ نے اسی وقت مسلمانوں کو بھی لڑائی کا حکم دے دیا۔ اور اسی درخت کے نیچے جہاں آپ بیٹھے تھے۔ صحابہ سے لڑائی کے واسطے بیعت لینے لگے۔ جب قریش مکہ کو اس حال کی خبر ملی۔ تو انہوں نے حضرت عثمان اور ان کے ہمراہیوں کو بھی چھوڑ دیا۔ اور صلح کی درخواست کی۔ اور مقام حدیبیہ میں ان شرائط پر صلح ہو گئی ؛

(۱) مسلمان اگلے سال آکر حج کریں۔ اس وقت قریش تین دن کے لئے مکہ سے باہر ہو جائینگے (۲) بے ہتھیار آویں (۳) قریش کے جو آدمی مسلمانوں کے پاس اسوقت قید ہیں ان کو رہا کر دیا جائے (۴) آیندہ اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے۔ تو مسلمان واپس کر دیں۔ لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی اہل مکہ کے پاس آجائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا (۵) آیندہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کی لڑائی نہ ہو گی۔ بلکہ صلح رہے گی (۶) جو قبائل اسوقت مسلمانوں کی طرف ہیں وہ مسلمانوں کے ساتھ شمار کئے جائیں گے۔ خواہ وہ مسلمان بھی نہ ہوں اور جو قبائل اہل مکہ کے ساتھ ہیں۔ وہ اہل مکہ کے ساتھ سمجھے جائیں گے۔ اور ان شرائط کی پابندی ان پر بھی عائد ہو گی۔ وغیرہ وغیرہ ؛

اگرچہ یہ سراسر مسلمانوں کو بری اور مغلوبانہ معلوم ہوئیں۔ لیکن ان کی بہتری اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صلح ہو جانے کے بعد سورۂ فتح نازل ہوئی جس سے مسلمانوں کو تسلی ہوئی۔ چونکہ اسلام ترقی پر تھا۔ اور قریش کا جو آدمی مسلمان ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ وہ بروئے شرائط قریش کی طرف واپس بھیجا جاتا تھا۔ جس کو وہ سخت سے سخت سزائیں اور تکلیفیں دیتے تھے لیکن چونکہ تکلیف اٹھانے والے مسلمان فیض یافتہ رسالت تھے۔ وہ ایام قید تکلیف میں اپنے محافظوں، قید کی جگہ پر سے گزرنے والوں اور تکلیف دینے والوں پر تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ اور سخت مصیبت جھیلنے کی حالت میں بھی اپنے فرائض سے نہ چوکے۔ چنانچہ ان پراگندہ حال مسلمانوں کی وعظ و نصیحت۔ طرز عبادت اور صبر و حلم کو

کو دیکھ کر بعض مشرکین کے دلوں میں نورِ ایمان چمکنے لگا۔ جن میں سے ایک حضرت خالدؓ بن ولید بھی تھے۔

اگلے سال جب مسلمان حج کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو وعدہ کے مطابق تمام مشرکین کے ساتھ حضرت خالدؓ بھی مکہ شریف سے باہر نکل گئے۔ اس موقع پر آپ کے بھائی ولید بن ولید نے جو پہلے ہی سے جان نثاران توحید و رسالت کی سلک میں منسلک ہو چکے تھے۔ خالد کو بہتیرا تلاش کیا مگر نہ مل سکے اور بھائی سے ملاقات کی آرزو کو دِل میں دفن کئے ہوئے واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں جا کر اپنے بھائی کو ایک محبت آمیز خط لکھا جس میں ان کو دعوت اسلام دی گئی تھی۔ چنانچہ جب یہ خط حضرت خالد کو ملا۔ تو نورِ اسلام کی ضیا بخش کرنیں جو پہلے ہی سے آپ کے تیرہ و تاریک قلب کو بہت کچھ منور کر چکی تھیں۔ مزید جلا دے گئیں اور آخر سنہ ۸ھ میں خط کے ملتے ہی خالدؓ بے ساختہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پکار اٹھے اور خود حاضر ہونے سے پیشتر دربارِ رسالت میں اپنے سابقہ سرکشیوں اور گناہوں اور بے ادبیوں کی پاداش میں چند بیش قیمت گھوڑے مجاہدین کے واسطے بطور نذر بھیج دیئے اور اپنی بلند نظری سیر چشمی اور عالی ہمتی کا خاطر خواہ ثبوت دیا۔ سبحان اللہ کیا شان اسلام ہے ؎

جان نثاروں میں ہو گئے وہ جو پیاسے تھے خون کے

سنہ ۶ھ میں عہد نامہ حدیبیہ لکھا گیا۔ سنہ ۷ھ میں راسخ العقیدہ اسیروں کی تبلیغ اسلام سے اکثر قریش کے دِلوں میں نورِ ایمان چمکنے لگا۔ اور حضرت خالدؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے اہل قریش ایمان لے آئے۔ مگر وہ بوجہ اپنی کمزوری اور عہد نامہ کے مدینہ شریف میں حاضر نہ ہو سکتے تھے اور مکہ میں تکلیف کے ایام بسر کرتے رہے جب حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایمان لائے۔ تو وہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح اشاعت توحید میں مصروف ہو گئے۔ اگرچہ ابوسفیان عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ جیسے اکابران قریش نے حضرت خالد کو بار بار سمجھایا۔ تکرار تک نوبت پہنچی لیکن چونکہ خالدؓ ان کے برابر کا جوڑ ہی نہ تھے۔ بلکہ شجاعت و بہادری میں ان سے کئی گنا بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر سختی روا رکھنے کی جرأت

Marfat.com

نہ کر سکے۔ بلکہ آپ کی موجودگی میں وہ دوسرے غریب اہل اسلام کو بھی تکلیف دینے سے گریز کرتے تھے ؛

حاصل کلام آپ بے خوفی کے ساتھ کچھ دنوں تک مکہ میں ہی اشاعت اسلام اور مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرتے رہے لیکن جب آپ کو اپنی کوششوں کا کوئی معتد بہ فایدہ نظر نہ آیا۔ تو آپ نے بذات خاص مدینہ منورہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے دوست عثمان بن طلحہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک اور دوست حضرت عمرو بن العاص ملے۔ جو قریش مکہ کی طرف سے نجاشی شاہ اے بے سینیا کی طرف ہجرت کنندگان کی واپسی کا مطالبہ کر گئے تھے۔ لیکن اب نور توحید کا گرویدہ ہو کر اسلام سے مستفید ہونے کے لئے دربار رسالت میں جا رہے تھے۔ جب طرفین کے ارادوں سے ایک دوسرے کو واقفیت ہوئی۔ تو بہت محظوظ ہوئے۔ اور مدینہ کی طرف چلے۔ اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنے سابقہ گناہوں سے ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا۔ اور بصدق دل توحید و رسالت کا اقرار کر کے حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب کے حق میں دعائے خیر فرمائی ؛

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص اور سارے مسلمانوں کو بالعموم ہر شخص کے خواہ وہ ادنےٰ ہو یا اعلیٰ امیر ہو یا غریب داخل اسلام ہونے سے خوشی ہوا کرتی تھی۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جان نثاران اسلام میں شامل ہونے سے جو خوشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہوئی۔ اس کا اندازہ مشکل ہے کیونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ قریش کے سپہ سالار تھے ؛

جنگ موتہ

اسی سنہ ہجری کے آغاز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اطراف و جوانب کے بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ جن میں سے ایک خط حاکم بصریٰ کی طرف بھی تھا جس کو حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ لے کر حاکم بصریٰ واقع شام کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن راستے میں ہی قیصر روم کے ایک نائب

Marfat.com

شرجیل حاکم موتہ نے بے رحمی کے ساتھ محض عداوت اسلام کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث بن عمیرؓ کو شہید کر ڈالا۔ چونکہ باوجود معقول وجہ ہونے کے بھی قاصد کا قتل کسی قانون میں جائز نہیں ہے۔ اس لئے قاصد کا بدلہ لینے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر مرتب کر کے حضرت زید بن حارث کی زیرِ سرکردگی موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر زید بن حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہادت پا جائیں۔ تو امیر لشکر جعفر بن ابو طالب کو مقرر کر لیا جائے۔ اور اگر حضرت جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی شہادت سے فائض ہو کر دار البقار کی طرف سدھار جائیں۔ تو سارے مسلمان حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ماتحت کام کریں لیکن اگر عبداللہ بن رواحہ بھی دولت شہادت سے مالا مال ہو کر اللہ تعالیٰ کے مہمان جا بنیں۔ تو پھر مجاہدین کو مشورہ سے پر کاربند ہو کر جس کا انتخاب عمل میں آئے۔ اپنا سپہ سالار بنا لینا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت زید بن حارث مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر منزل بمنزل سرعت کے ساتھ اپنے باپ قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حارث بن عمیرؓ کا بدلہ لینے کیلئے میدان موتہ میں پہنچ گئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اسی لشکر میں تھے۔ کفار نے جب مسلمانوں کی آمد آمد کی خبر سنی تو وہ بھی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور فخریہ کہنے لگے۔ کہ فنون حرب سے ناآشنا عربی جاہلوں پر ہی مسلمان اپنا سکہ بٹھا سکتے ہوں۔ تو ہوں لیکن جب وہ ہم جیسے گرگان باراں دیدہ کے مقابلے پر آئیں گے۔ تو ان کو چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ نیز چونکہ اطراف و اکناف کے مذاہب عموماً اور یہود و نصاریٰ بالخصوص مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو پہلے ہی روکنے کے خواہشمند تھے۔ اس لئے عیسائیوں نے بڑے زور شور کے ساتھ تیاریاں کی تھیں۔ اور قریباً ایک لاکھ کا جرار لشکر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے اور ان کا قطعی استیصال کر دینے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ تو سب سے پہلے سپہ سالار اسلام نے ان پر اسلام عرضہ کیا۔ اور کہا کہ بصورت نہ ماننے اسلام کے جزیہ دو۔ ورنہ تلوار خود قاصد کا بدلہ لے لے گی۔ لیکن شرجیل حاکم موتہ اور اس کے ہمراہی اپنے ایک لاکھ جرار لشکر کے مقابلے میں مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج یعنے صرف تین ہزار آدمیوں کو دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ کیا یہ چند آدمی غیر ملک میں اپنے دین کو بڑھانے اور قاصد کا بدلہ لینے کے لئے

آئے ہیں۔ جو ہمارے سامنے پرکاہ جتنی بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اس لئے انہوں نے پہلی دونوں باتوں کے ماننے سے انکار کر دیا۔ افسوس کفار اُن کی سرفروشی اور حقیقت اسلام سے بے بہرہ تھے۔ کیونکہ وہ تو فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ کے مصداق تھے۔ اس لئے انہوں نے اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور تلوار پر نوبت پہنچی۔ عداوت اسلام یا کفر و جہالت کا جو مرض ان کے دلوں میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور بڑھا دیا۔ تاکہ جھوٹ بولنے یعنی صداقت اسلام سے انکار کرنے کی ان کو سزا ملے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے زورِ بازو پر غرور کیا اور لشکر اسلام کو حقیر جانا۔ افسوس ہے وہ یہ نہ سمجھ سکے۔ کہ فتح و شکست تو اسی ذاتِ واحد کے ہاتھ میں ہے ؟

القصہ عیسائیوں کے انکار پر لڑائی شروع ہوئی اور شرجیل نے مسلمانوں کے ایک دو حملوں سے ہی گھبرا کر قلعے کا رُخ کیا۔ اور مزید امداد کا انتظار کرنے لگا۔ مسلمان بھی ڈیرے ڈالے پڑے رہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کی اس قدر قلیل تعداد تھی کہ وہ قلعے کا بخوبی محاصرہ نہیں کر سکتے تھے۔ ورنہ ہر چہار طرف سے امداد روک دیتے جب شرجیل کو اور کافی مدد مل گئی تو وہ ڈیڑھ لاکھ جرار لشکر لے کر پھر میدان میں نکلا۔ اور طرح جنگ ڈال دی زید بن حارثؓ امیر لشکر اسلامیہ نے اگرچہ اپنی شجاعت اور بہادری کے وہ وہ جوہر دکھائے کہ عیسائی دنگ رہ گئے لیکن پھر بھی دشمنوں کی قواعد دانی تیر اندازی اور کثرت کے باعث کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ دشمن کے دس بارہ ہزار کے نقصان کے مقابلے میں لشکر اسلامیہ کے ایک آدمی کا شہید ہونا زیادہ حقیقت رکھتا تھا۔ کیونکہ دشمنوں کی کمی کو ان کی امدادی افواج فوراً پورا کر دیتی تھیں۔ مگر مسلمانوں کا نقصان غربت اور امداد نہ ہونے کی حالت میں نہایت خطرناک صورت حالات اختیار کر جاتا تھا۔ لیکن مسلمان پھر بھی جس پامردی اور استقلال سے میدان جنگ میں جمے کھڑے رہے اور وہ انہی جان بازانِ اسلام اور فیض یافتگان رسالت کا حصہ تھا ؟

بالآخر حضرت زید بن حارثؓ تیروں کے زخموں سے نڈھال ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور سپارِ جناں ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ پھر علم اسلام کو حسب الہدایات رسالت پناہ حضرت جعفر بن ابو طالب نے اٹھا لیا۔ اور زید بن حارثؓ کے شہید ہو جانے

Marfat.com

کی وجہ سے جو ملال مسلمانوں کے دلوں میں واقع ہو گیا تھا۔ اس کو اپنی جادو بھری تقریر سے رفع دفع کر دیا۔ اور مجاہدین پھر ویسی ہی جانبازی کے ساتھ لڑنے لگے۔ اگرچہ ان کی جمعیت تین ہزار کی بجائے صرف دو ہزار رہ چکی تھی۔ لیکن حضرت جعفر بن ابو طالب نے متواتر حملوں سے بارہا عیسائیوں کے منہ پھیر دیئے۔ اور عربی تلوار کے جوہر دکھلا دکھلا کر ان کو حیران و مبہوت کر دیا۔ عین لڑائی میں آپ کا مرکب شہید ہو گیا۔ تو پاپیادہ ہی دادِ شجاعت دینے لگے۔ اسی اثنا میں آپ کے دونوں ہاتھ شہید ہو گئے لیکن پھر بھی آپ نے خوف و ہراس کو پاس نہ پھٹکنے دیا۔ اور علم اسلام کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگا کر گرنے سے بچا لیا۔ اور بغیر ہاتھوں اور ہتھیاروں کے میدان جنگ میں مجاہدین اسلام کا دل بڑھاتے رہے۔ مسلمان تکبیر کے نعروں کے ساتھ جدھر حملہ کرتے تھے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے۔ لیکن ان کی کثرت کوئی فائدہ نہ اٹھانے دیتی تھی۔ ایک گرتا تھا۔ تو دس اور آموجود ہوتے تھے۔ آخر کار جعفرؓ بن ابو طالب بھی پچاس زخموں کے ساتھ فرض منصبی ادا کرتے ہوئے شہادت پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت عبداللہ بن رواحہ تین دن کے بھوکے پیاسے ابھی کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے اور پہلا لقمہ منہ میں ڈالا ہی چاہتے تھے کہ جعفرؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ غیرت اسلامیہ نے یہ گوارا نہ کیا کہ جو لقمہ اٹھایا جا چکا ہے۔ وہ تو منہ میں ڈال لیا جائے جھٹ لقمہ چھوڑ گھوڑے پر سوار ہو میدان قتال میں آپہنچے اور اپنے پر جوش نعروں سے اپنی مٹھی بھر جمعیت کا دل بڑھانے لگے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار سے گھٹ کر اب تو سو پر آرہی تھی۔ لیکن پھر بھی دِل جمعی سے لڑے جاتے تھے۔ اگرچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے پرجوش نعروں کے ساتھ بار بار حملہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جاتی تھی۔ عیسائیوں کے دِل بڑھتے جاتے تھے۔ اور خوب شجاعت کے ساتھ حملہ کرنے والوں کا جواب دیتے تھے۔ بالآخر حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی دادِ شجاعت دیتے ہوئے دار القرار کی طرف سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے جی چھوٹ گئے۔ کیونکہ ایک تو ان کی تعداد اب بالکل قلیل یعنی صرف پانچسو رہ گئی تھی۔ اور باہر سے مدد آنے کی

Marfat.com

کسی قسم کی اُمید نہیں تھی۔ وطن دُور تھا تینوں افسر پے در پے شہادت پا چکے تھے میدان قتال گرم تھا۔ دشمن کا دِل مسلمانوں کی جمعیت گھٹنے اور امدادی ذرائع حاصل ہونے کی وجہ سے بہت بڑھ گیا تھا اور حملے پر حملے کر رہا تھا ادھر مسلمانوں کو اپنا امیر منتخب کرنے کے واسطے مشورہ بھی ضروری کرنا تھا۔ اور مشورہ کرنے میں بھی کم از کم چیدہ آدمیوں کو لشکر سے چند لمحوں کے لئے علیحدہ ہونے کی ضرورت تھی غرض ایک ابتلا کا وقت تھا۔ اور صرف ایک اللہ کا سہارا تھا۔ اور اسی سہارے پر اب تک میدان میں قدم جمائے کھڑے تھے ؛

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے وقت حضرت ثابت انصاریؓ نے جو عبداللہؓ بن رواحہ کے پاس ہی کھڑے تھے جھٹ علم اسلام کو پکڑ لیا۔ اور خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر دشمن کے حملوں کی مدافعت کیلئے تیار ہو گئے اور بآواز بلند پکار کر جلدی امیر کا انتخاب کرنے کو کہا۔ چنانچہ مسلمانوں نے باتفاق رائے حضرت خالدؓ بن ولید کو سالارِ لشکر منتخب کیا۔ ابتدا میں تو حضرت خالدؓ نے انکار کیا لیکن وقت کی نزاکت اور لوگوں کے اصرار کو مدنظر رکھ کر آپ نے اس عہدہ کو قبول کر لیا۔ مسلمانوں کا جو بھی کم و بیش وقت امیر کے انتخاب میں صرف ہؤا۔ اس عرصے میں حضرت ثابتؓ انصاری نے نہایت جاں نثاری کے ساتھ دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کی۔ اور ان کو اسلامی مجلس شوریٰ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہونے دیا ؛

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایمان لائے ہوئے ابھی تقریباً دو ماہ کا ہی عرصہ گذرا تھا۔ کہ آپ کو میدان موتہ میں اسلامی فوج کی سرداری قبول کرنی پڑی جب آپ سپہ سالار کی حیثیت میں میدان میں تشریف لائے تو تین دفعہ بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ مارا جس کی متابعت آپ کے ماتحت مٹھی بھر مسلمانوں نے بھی کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے جاں نثاران اسلام۔ اے شیدائیان رسول انام۔ اے پرستاران رب العلام اور اے غارت کنندگانِ اصنام تم جانتے ہو۔ اور اچھی طرح جانتے ہو کہ تم کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک بھیجا ہے۔ پس اگر بغیر مقصد کو حاصل کئے ہوئے واپس مدینہ کی طرف جاؤ گے۔ تو وہاں کونسا منہ دکھاؤ گے۔ پس یا تو مقصد حاصل کر کے جاؤ۔ ورنہ یہیں رہ کر ڈھیر ہو جاؤ۔ اور اگر تم اپنی مرضی سے

Marfat.com

یہاں تک آئے ہو تو میں تمہاری کوئی رکاوٹ نہیں کروں گا۔ جدھر تمہارا دل چاہتا ہے چلے جاؤ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ جب تک خود نہ مرجاؤں یا قاصد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاتل کو اس کی کیفر کردار تک نہ پہنچا لوں۔ تم یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم بھاگ کر جاؤ گے۔ تو دشمنوں کا اسقدر جرار لشکر تمہیں مدینہ تک پہنچنے ہی نہیں دے گا۔ مدینہ یہاں سے دُور ہے۔ سارا علاقہ دشمنوں سے بھرا پڑا ہے اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور بزدلی کا الزام بھی تم پر عائد ہو گا۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ بھول گئے ہو۔ اور دین کے مقابلے میں اپنی جان کو زیادہ عزیز سمجھتے ہو۔ اور کیا تم میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے آپ کو موت سے بچا سکتے ہو۔ اے حامیان دین! یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جب تمہاری موت کا وقت آئیگا۔ تو تم جہاں بھی ہو گے موت کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکو گے۔ پس مرد بنو اور رسول کی نافرمانی اور اپنی بزدلی کا الزام اپنے اوپر خود بخود عائد نہ کرو۔ اور استقلال کے ساتھ جمے کھڑے رہو۔ اللہ تعالےٰ کی مدد ہر وقت قریب ہے چونکہ تم حق پر ہو۔ اور حق والوں کی خود اللہ تعالےٰ مدد کرتا ہے۔ اس واسطے وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا ؂

اس تقریر کے بعد حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خود اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے خالدؓ دشمن کا جرار لشکر سامنے کھڑا دھمکیاں دے رہا ہے موت الگ ڈرا رہی ہے پس اگر تو اپنی جائداد اور مال و متاع کی حرص میں میدان سے فرار ہونا چاہے۔ تو ساری جائداد اور مال و متاع کو اپنے سابقہ گناہوں کے کفارہ میں راہ خدا میں لٹا دے اے خالد اگر تو اپنی خوبصورت بیوی اور اولاد کی محبت کے باعث میدان سے منہ موڑتا ہے تو اس کو محبت خدا اور رسول کے عوض طلاق دے دے۔ اے خالد اگر تو اپنی جان کی پرواہ کرتا ہے۔ اور حق چھوڑتا ہے۔ تو اس جان کو اسلام پر سے قربان کر دے پس بتا کہ تیرے لئے دنیا میں اب کونسی چیز باقی ہے جس کے واسطے تو میدان سے منہ موڑتا ہے۔ اگر تو تکلیفوں اور مصیبتوں سے گھبراتا ہے۔ تو یاد رکھ کہ مصائب و تکالیف انسانوں ہی کے لئے ہوا کرتی ہیں ؂

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جادو بھری بے ریا اور بہادرانہ تقریر کے باعث

Marfat.com

مسلمانوں کے ناامید مضمحل اور شکستہ دلوں نے از سر نو ایسا قرار پکڑا کہ قلت تعداد اور عالم غربت۔ افسروں کی متواتر شہادت۔ دشمنوں کی کثرت سب کچھ بھول بھال کر ؎

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست

کی رٹ رٹنے لگے۔ یہی وہ رٹ تھی جس کو بعد میں طارق اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے فدا کاران اسلام رٹتے رہے اور بفضل ایزد متعال ہر میدان میں مظفر و منصور ہوتے رہے۔ یا الٰہی اب بھی مسلمانوں پر اس وقت سے زیادہ نازک وقت آیا ہوا ہے ہر طرف سے مسلمان دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ بڑی ابتلا کا وقت ہے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ ذلت پر ذلت نازل ہو رہی ہے دشمن خواہ مخواہ بیجا دست اندازی کر رہے ہیں۔

عجیب بیکسی کا عالم ہے کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا تیری ذات پاک کے سوا اور کوئی آسرا باقی نہیں۔ ہمارے قلوب مضمحل افسردہ اور شکستہ ہو چکے ہیں۔ تو ہی اپنے فضل و کرم سے ایسے ایسے مشکل وقت میں کوئی خالدؓ ثانی پیدا کر دے جو اس بیکسی کے عالم میں ہماری سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے۔ اور معجز بیانی کے ساتھ ہمارے مایوس دلوں کی ڈھارس بندھا دے۔ اور بدخواہان اسلام اور اسلامیان کو ان کے کیفر کردار تک پہنچائے۔ اور ؎

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

کی رٹ ہمیں بھی سکھلائے تاکہ نکبت و ادبار کی یہ گھنگھور گھٹائیں منتشر ہو جائیں جو اس وقت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہیں ؎

حاصل کلام آپ نے اپنی جادو بھری تقریر کے بعد جب دیکھا کہ اہل اسلام شوق شہادت میں مست و سرشار ہو گئے ہیں اور ان کے افسردہ قلوب بالکل قرار پکڑ گئے ہیں تو انہوں نے یکبارگی حملے کا حکم دیدیا۔ اور بجلی کی طرح اس تندی و تیزی کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ عیسائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ خالد میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ کی طرف بجلی کی طرح سے گزرتے اور جدھر حملہ کرتے۔ دشمنوں میں ایک تزلزل اور ابتری ڈال دیتے آپ کی نگاہ مخالف و موافق دونوں فوجوں میں بجلی کی طرح کام کرتی۔ اپنی جمعیت میں جہاں کہیں کمزوری کے آثار نظر آتے۔ فوراً ایک جست میں وہاں پہنچ جاتے اور جادو بھرے الفاظ میں ان کا دل بڑھاتے۔ اور بے جگری کے ساتھ دشمن پر حملہ کر کے صفوں کی صفوں کو الٹ دیتے۔ اسی طرح دشمن کے میسرہ و میمنہ

Marfat.com

یا قلب وغیرہ پر جہاں بھی کوئی گڑبڑی دیکھتے فوراً برق سوزاں کی طرح وہاں پہنچ جاتے اور تکبیر کے نعروں سے کچھ سر پیر نہ لینے دیتے اور انکو سنبھلنے کا موقع نہ دیتے۔ اگرچہ عیسائیوں نے بھی جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی قواعد دانی اور شجاعت کی خالدؓ کے مقابلہ میں کچھ پیش نہ گئی۔ بلکہ خالدؓ کی دلیری سرگرمی جانبازی نے ان کے استقلال کو بہت کچھ ڈھیلا کر دیا۔ کثرت فوج سازوسامان اور ذرائع امدادی کے حاصل ہونے پر جو کچھ بھی دشمنوں کو فخر تھا۔ وہ سب جاتا رہا۔ خالدؓ اور اس کی مٹھی بھر جمعیت کو جواب چارسو سے بھی کم ہو چکی تھی۔ قضائے ناگہانی سمجھنے لگے ؛

شام ہو جانے کے باعث دونوں فریق اپنے اپنے ڈیروں پر واپس آئے۔ خالدؓ کو رات بھر نیند نہ آئی۔ اپنی مٹھی بھر فوج اور دشمن کی کثرت کا خیال کر کے نیا طریقہ جنگ سوچنے لگے۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ عام دستورِ جنگ پر عمل پیرا ہونیکی صورت میں کامیابی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے اور اس کے ساتھ ہی کثرت نقصان بھی یقینی ہے۔ آخر سوچتے سوچتے آپ کی عقل خداداد نے ایک ایسا نیا طریقہ جنگ اختراع کیا۔ جس پر عمل پیرا ہونیسے اپنے نقصان کی کمی اور فتح کی صورت قطعی اور یقینی تھی۔ چنانچہ اگلے دن صبح کی نماز اور تلاوت قرآن شریف کے بعد مسلمان پھر تکبیر کے نعروں کے ساتھ میدان میں نکلے۔ اور مختصر پرجوش تقریر کے بعد خالدؓ نے اپنی جماعت کو رات کے اختراع کردہ طریقے پر یعنی مربع صورت میں کھڑا کیا۔ جو زمانہ حال میں نہایت اعلیٰ درجہ کا فن حربی سمجھا جاتا ہے۔ جس کی ابتدا ایجاد و اختراع کا فخر مسلمانوں کے مشہور سپہ سالار عاشق اسلام حضرت خالدؓ بن ولید کو حاصل ہے اس دن مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد اعلےٰ الترتیب چارسو اور ستر ہزار تھی۔ خالدؓ نے فوج کو ترتیب دینے کے بعد صرف مدافعت ہی پر اکتفا کیا۔ جس سے عیسائیوں نے یہ سمجھ کر کہ اب مسلمانوں میں دم خم باقی نہیں رہا۔ اور وہ صرف مدافعت پر اتر آئے ہیں۔ متواتر حملے پر حملہ شروع کیا۔ اور مسلمانوں کی مدافعت کو توڑنا چاہا۔ لیکن حضرت خالدؓ نے اپنی خداداد جنگی قابلیت سے مٹھی بھر مسلمانوں کو جس نئی صورت سے میدان جنگ میں کھڑا کیا تھا دشمنوں کے جابر و قاہر متواتر حملوں سے ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ بلکہ برخلاف اس کے ہر حملے میں خود ہی بے شمار نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ تھک کر چور ہو گئے۔ جب حضرت خالدؓ بن ولید نے دشمنوں میں ضعف

Marfat.com

اور کمزوری کے آثار دیکھے تو جھٹ ایک برجستہ تقریر سے اپنے ساتھیوں کا دل بڑھایا۔ اور جب دشمن حملہ کر کے ناکام واپس ہو رہا تھا بجلی کی سی تیزی کے ساتھ یک لخت حملہ کر دیا اور دشمن کے قلب لشکر کو الٹ دیا۔ چونکہ وہ تھک کر چور تو پہلے ہی ہو چکے تھے نیز کل گزشتہ سے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے خوفی۔ بے جگری اور فن سپہ گری اور بجلی کی سی پھرتی کو بھی دیکھ چکے تھے۔ اور اپنی آج کی متواتر ناکامیوں سے بھی کچھ شکستہ دل ہو چکے تھے اس لئے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور اس کے شوق شہادت میں سرشار سپاہیوں کے جانبازانہ حملے کی تاب نہ لا سکے۔ اور بے تحاشا بھاگنا شروع ہوئے۔ جن کا دور تک تعاقب کیا گیا۔ ہزاروں تہ تیغ ہوئے۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے فتح عنایت کی۔ اور بے شمار قیدی و مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور مظفر و منصور خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

اس فتح سے تمام کفاران عرب کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔

سیف اللہ کا لقب

سیف اللہ یعنے اللہ کی تلوار کا لقب کو آپ کو دربار رسالت سے اس وقت عطا ہوا جب کہ آپ میدان موتہ میں دشمنان اسلام کا قافیہ تنگ کر رہے ہیں جس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو موتہ کی طرف روانہ کیا۔ تو جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ آپ نے بشرط شہادت سالار لشکر دوسرے اور تیسرے افسر کا تقرر خود فرما دیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ اگر تیسرا افسر بھی شہید ہو جائے تو مسلمان اپنی مرضی سے جس کو چاہیں مشورہ کر کے اپنا افسر مقرر کر لیں۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تمام اہل مدینہ کو یہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ زید رضؓ بن حارث۔ جعفرؓ بن ابو طالب اور عبد اللہ رضؓ بن رواحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم تینوں ہی بالضرور شہادت پا جائیں گے۔ اس واسطے تمام خلقہ بگوشان اسلام جنگ موتہ کے نتیجے سے بہت جلدی واقفیت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ کس جان نثار کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح دینے والا ہے۔ اور ان کا اس قسم کی واقفیت حاصل کرنے کی تمنا کرنا ایک فطرتی امر تھا۔ اس لئے تمام اہل اسلام نے بلا تخصیص خورد و کلان آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہمیں جنگ موتہ کے نتیجے سے مطلع فرماویں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کی اس تمنا کو قبول فرمایا۔ اور عین اس وقت جبکہ میدان موتہ میں بازار جدال گرم تھا۔ اور حضرت ملک الموت سرعت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے تمام حجابات کو اپنے پیارے حبیب کی نظروں سے دور کر دیا۔ اور جو کچھ بھی جس طرح بھی ہو رہا تھا۔ ہو بہو میدان جنگ کا نقشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے کر دیا چنانچہ آپ نے مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے یکایک حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر دی۔ پھر حضرت جعفر بن ابو طالب اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کا ذکر سنایا اور جس طرح سرداران اسلام اور ان کے لشکر نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے سب کچھ بلا کم و کاست سنا دیئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب لشکر اسلامیہ کی سپہ سالاری اللہ تعالےٰ کی ایک تلوار نے اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ مگر خالدؓ کا نام نہیں بتایا۔ پھر اللہ کی تلوار کے ہاتھ پر مسلمانان مدینہ کو فتح کی بشارت سنائی۔ مسلمانوں کو فتح کی بشارت سُن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور ہر روز موتہ کی طرف آنکھیں لگائے چشم براہ رہتے۔ کہ کب لشکر اسلام آئے تو جس شخص کی تلوار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلوار فرمایا ہے۔ اس کے دیدار سے مشرف ہوں۔ چنانچہ جب لشکر اسلامیہ مظفر و منصور واپس مدینے میں پہنچا۔ اور لوگوں کو حضرت خالد بن ولید کی سپہ سالاری کا حال معلوم ہوا۔ تو اسی دن سے آپ کا لقب **سیف اللہ** مشہور ہو گیا۔ لیکن باوجود سیف اللہ کا لقب عطا ہونے کے اور اور بہت سے کارہائے نمایاں انجام دینے کے بھی آپ کی طبیعت حلیم اور انکسار پسند ہی رہی۔

ایک اعتراض کا جواب

شاید اعتراض کیا جائیگا۔ کہ عہد نامہ حدیبیہ کی اس شرط کی رو سے کہ آئندہ اگر دوران صلح کے عرصے میں قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کا فرض ہو گا۔ کہ وہ اس کو قریش کے حوالے کر دیں۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو مسلمان ہو جانے کے بعد واپس مکہ شریف میں کیوں نہ بھیجدیا۔ اور شرط کے برخلاف ان کو مدینہ منورہ میں

ہی کیوں رہنے دیا۔ اور پھر ان کو لڑائی پر کیوں بھیجا حالانکہ خالدؓ کے ایمان لانے سے پیشتر اور فتح مکہ سے پہلے باقی قریش میں سے ایمان لانے والوں کو شرط کے مطابق قریش کے حوالے کر دیتے رہے ہیں۔ اور خالدؓ پر یہ الزام عاید نہیں ہوتا۔ کہ وہ خود نہ گئے ہوں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو واپس بھیجتے۔ تو مسلمان ہونے کے بعد وہ ہرگز آپ کی خلاف ورزی نہ کر سکتے تھے۔

بادی النظر میں یہ اعتراض واقعی معقول نظر آتا ہے لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو یہ اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عاید نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ الزام خود قریش مکہ پر لازم آتا ہے کیونکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابھی مکہ معظمہ ہی میں تھے۔ کہ جملہ قریش کو آپ کا ایمان لانا معلوم ہو گیا تھا صفوان بن امیہ عکرمہ بن ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ کے ساتھ متعدد بار اسی اسلام کے ہی تکرار ہو چکا تھا جبکہ وہ صداقت اسلام اور مکہ میں رہنے والے آزاد اور قیدی مسلمانوں کی حمایت میں تقریریں کرتے تھے۔ نیز خالد رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ سے ہجرت بھی علانیہ کی تھی۔ اور قریش چونکہ ان کا واپس آنا پسند نہ کرتے تھے۔ تاکہ مکہ کے آزاد اور قیدی مسلمانوں کی حمایت کرنیوالا یہاں نہ رہنے پائے اور ہم ان کو من مانی سزائیں دیں۔ شاید وہ اسلام اور تبلیغ اسلام سے باز آجائیں۔ اسلئے قریش نے ان کی ہجرت میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ اور نہ ہی خالد رضی اللہ عنہ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ وہ تو خود واپسی کی شرط کرنے سے پچھتا رہے تھے۔ کہ سارا مکہ شریف اور گرد ونواح کے قبائل رفتہ رفتہ انہی قیدیوں کی تعلیم سے متاثر ہو کر مسلمان ہو رہے تھے۔ جو ان کو از حد شاق گزر رہا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ لشکر کفار کے سپہ سالار تھے۔ چونکہ سپہ سالار کا اثر اپنی ماتحت فوج پر یقیناً ہوا کرتا ہے۔ اس لئے بھی قریش مکہ خالد رضی اللہ عنہ کا مکہ میں رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی اسلام قبول نہ کر لیں۔ نیز خالد رضی اللہ عنہ دیگر اکابر قریش کے برابر کے جوڑ ہی نہ تھے۔ بلکہ مال ودولت اور فنون سپہ گری میں ان پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور عہد نامہ صلح حدیبیہ میں عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن امیہ ابوسفیان اور سہیل بن عمرو وغیرہم کے ہم پلہ وہم رتبہ بلکہ سپہ سالاری کی حیثیت سے بڑھ کر ایک سرگرم کارکن اور برابر کے شریک حصہ دار بھی تھے۔ اس وجہ سے بھی باقی معاہدہ کنندگان حدیبیہ واپسی کا مطالبہ نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے انہیں ڈر تھا۔ کہ اگر یہ مکہ میں رہے گا۔ تو یہ مسلمانوں کو ضرور مدد بھیجے گا۔ جیسے کہ پیشتر ازیں گھوڑے بھیجے جا چکے تھے۔

علاوہ ازیں موتہ کی طرف لشکر بھیجنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تین افسروں کا درجہ بدرجہ تقرر کرنا اور چوتھی بار مسلمانوں کو مشورہ کے ذریعے امیر منتخب کرنے کا حکم دینا۔ اور مسجد نبوی میں سیف اللہ کا لقب دینے کے وقت خالد رضی اللہ عنہ کا نام نہ لینا یہ سب اس امر کی شہادتیں ہیں۔ کہ خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود جنگ میں تشریف لے گئے تھے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نہیں بھیجا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدان موتہ کے حالات۔ افسروں کی شہادت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ پر فتح سے قبل از وقوع ہی واقف کر دیا تھا۔ اس لئے آپ نے خالد رضؓ کے جنگ میں جانے کے متعلق کوئی رکاوٹ نہیں کی۔ اگر آپ خود خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تو یا تو خالد رضی اللہ عنہ کو ہی امیر لشکر مقرر فرما کر بھیجتے۔ اور یا عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تقرر فرما دیتے۔ اور چونکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ معاہدہ کنندگان حدیبیہ میں سے ایک تھے۔ اور بمقابلہ دوسرے نمائندگان یا مختاران قریش کے ایک نمایاں خصوصیت بھی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ مکہ معظمہ میں بھی رہنے یا خدمت نبوی میں حاضر ہونے یا جنگ میں چلے جانے کے مختار تھے۔ نیز خالد رضؓ کے ایمان لانے کے بعد اکثر اوقات اکابران قریش تکرار کر کے معمولی طور پر پہلے خود نقض عہد بھی کر چکے تھے۔

فتح مکہ معظمہ

اسلام سے پہلے جس طرح عرب میں گھر گھر کا خدا جدا تھا۔ اس طرح گھر گھر کی حکومت بھی جدا تھی۔ اور ساری حکومتیں یعنی قبائل عرب آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ معمولی سی بات پر مختلف قبیلوں کے دو آدمیوں میں کچھ تکرار ہو جانے پر لڑائی ٹھن جاتی تھی۔ اور سالوں تک سلسلہ لڑائی جاری رہتا تھا۔ اور پھر یہی نہیں۔ کہ انہی دو قبیلوں تک لڑائی محدود رہتی۔ بلکہ کم و بیش قبائل عرب تعلقات قرابت یا محالفت کو مدنظر رکھ کر ایک دوسرے کا ساتھ دیتے اور سارے ملک میں آتش جنگ مشتعل کر دیتے تھے۔ چنانچہ عربوں کی اسی جہالت کی بدولت بنو بکر اور بنو خزاعہ میں مدتوں سے لڑائی چلی آتی تھی۔ جو ابھی تک بدستور جاری تھی۔ لیکن جب اسلام نے کچھ زور پکڑا۔ اور بدر و احد کے واقعات رونما ہوئے۔ تو جملہ قبائل عرب

Marfat.com

قرابت وتمدن کے تعلقات کو توڑ تاڑ کر دو اور قسم کے زبردست جتھوں پر منقسم ہو گئے جن میں سے ایک گروہ اسلام کا تھا۔ اور دوسرا کفار کا۔ چنانچہ جب حدیبیہ کے مقام پر دونوں گروہوں میں صلح ہوئی تو باقی قبائل عرب بھی اپنی اپنی غرض اور فوائد کو مدنظر رکھ کر بعض مسلمانوں اور بعض کفار کیساتھ مل گئے۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنے والوں میں سے کئی قبیلے ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن وہ بدر۔ احد اور دیگر جنگوں کے حالات دیکھ سن کر مسلمانوں سے مرعوب ہو چکے تھے اور اسلام کے سایہ امن میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرنے کو بہتر جانتے تھے جن میں ایک قبیلہ بنی خزاعہ بھی تھا۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ بنی خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان مدتوں سے ان بن چلی آتی تھی۔ بنو خزاعہ کی مخالفت کے باعث بنو بکر نے قریش مکہ کا ساتھ دیا۔ اور عہدنامہ کی شرائط کے موجب کہ طرفین میں دس سال تک لڑائی نہ ہونے پائے بنو بکر اور بنی خزاعہ کی لڑائی کا خاتمہ ہو گیا ؛

ابھی معاہدہ حدیبیہ ہوئے ڈیڑھ سال کا ہی عرصہ گذرا تھا۔ کہ قریش مکہ نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا جس کے باعث مسلمانوں کو کفار پر فوج کشی کرنی پڑی۔ اور مکہ شریف فتح ہو گیا۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہوا۔ کہ قریش مکہ حدیبیہ میں اپنے نومسلموں کی واپسی کی شرط تو جبراً منظور کرا بیٹھے لیکن ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرنے پایا تھا۔ کہ وہ خود اس شرط سے سخت پریشان ہو گئے اور ایسی شرط سے پچھتانے لگے۔ کیونکہ واپس شدہ نومسلموں کی تبلیغ اسلام مکہ و مدینہ کے درمیان آمدورفت کی رکاوٹ نہ ہونے کے باعث آپس کے میل جول اور اختلاط سے عام لوگوں کو مسلمانوں کی پاکیزگی عادات و اطوار اور احکام اسلام کو دیکھنے اور پرکھنے کا ایک بہت اچھا موقع مل گیا۔ اور اسلام کی خوبیاں ان کے دلوں میں جاگزیں ہونے لگیں جس سے وہ دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہونے لگے لیکن اسلام کا ترقی کرنا ان کو شاق گزر رہا تھا۔ اور یہی سب سے بڑی تکلیف تھی جو کفار قریش کو بیچین کئے ہوئے تھی۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی طرف سے نقض عہد ہو۔ تاکہ متواتر جنگوں سے اسلام کی طاقت کو کمزور کر کے رفتہ رفتہ نیست و نابود کر دیا جائے۔ لیکن جب ان کی درپردہ ان تھک کوششوں کے باوجود بھی مسلمانوں نے نقض عہد نہ کیا۔ تو انہوں نے اس بڑھی بھاری بے چینی اور تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک اور طریقہ اختیار کیا۔ یعنی ہر روز مکہ معظمہ میں جلسے منعقد کرتے۔ اور ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و

Marfat.com

سلم مسلمانوں اور اسلام کی ہجو بیان کرتے۔ جو کوئی مکہ معظمہ میں باہر سے غیر مسلمان آتا اس کو بھی جلسوں میں مدعو کرتے۔ اسی طرح دیگر قبائل عرب کی طرف بھی جو ان کی طرف تھے۔ اپنے منادی بھیجتے تاکہ وہ اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کریں۔ اور لوگ اسلام قبول کرنے سے باز رہیں۔ ایک دن بنی بکر کا ایک آدمی مکہ کے بازار میں کھڑا ہو کر اسلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو محض ایک بنی خزاعہ کے آدمی کی دل آزاری کے لئے جو وہاں کھڑا تھا کرنے لگا چونکہ بنی خزاعہ مسلمانوں کی طرف تھے۔ اس لئے وہ ہجو کو برداشت نہ کرسکا۔ اور اس نے ہجو کرنے والے کو منع کیا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ اسی طرح تین بار اس کو منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ گستاخی شرارت اور ہجو میں دو ہاتھ اور بڑھ گیا۔ اور صرف زبان تک ہی معاملے کو نہ رہنے دیا۔ بلکہ ساتھ ہی بنی بکر کے آدمی نے بنی خزاعہ کے آدمی پر حملہ کر دیا جس کی متابعت اور بھی دو چار شخصوں نے کی۔ اور بری طرح پیٹا۔ بالآخر وہ بھاگ کر اپنے قبیلے میں آیا چونکہ بنی خزاعہ مسلمانوں کی طرف تھے۔ اور کافی ہدایت ہو چکی تھی۔ کہ جبتک ہماری طرف سے تمہیں لڑائی کا حکم نہ دیا جائے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ کسی کے ساتھ نہ لڑو۔ اس لئے وہ خاموش ہو رہے۔ لیکن کفار قریش نے اس خیال سے کہ مبادا بنی خزاعہ عہد لوٹ جانے کی وجہ سے ہم پر حملہ کر دیں۔ اس لئے ابھی سے انکا انتظام کرنا چاہیئے۔ تاکہ بنی خزاعہ کی تباہی سے مسلمانوں کا اثر اور زور نواح مکہ سے زائل ہو جائے چنانچہ صفوان بن امیہ۔ عکرمہ بن ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ نے نقاب پہن کر بنی بکر کو مدد دی اور انہوں نے بنی خزاعہ پر شبخون مارا۔ بنی خزاعہ چونکہ بغیر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لڑ سکتے تھے۔ اور اپنی جگہ پر رہ کر وہ بنی بکر اور قریش کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے اس لئے انہوں نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی لیکن حرم میں بھی ان کو پناہ نہ ملی۔ اور ان کے بیس آدمی مقتول ہو گئے۔ دوسرے دن بنی خزاعہ نے اپنا ایک وفد عمرو بن سالم کی سرکردگی میں خدمت نبوی میں فریاد کرنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا۔ جب قریش مکہ کو معلوم ہوا کہ بنی خزاعہ نے دربار رسالت میں جا کر فریاد کی ہے۔ تو انہوں نے ظاہری طور پر ابوسفیان کو مدینہ منورہ میں خدمت رسالت میں بھیجا۔ تاکہ تجدید صلح کی درخواست کرے۔ اور جو کچھ واقع ہو چکا ہے۔ اگر ہو سکے تو اس پر پانی پھیر آئے ؎

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرو بن سالم خزاعی اور ابوسفیان کے پہنچنے

سے پہلے ہی اپنے اللہ تعالیٰ سے سارا واقعہ سن چکے تھے۔ اور آپکو اس ظلم کا سخت صدمہ تھا بالخصوص اس وجہ سے کہ حرم میں بھی ظالم قریش بنی خزاعہ کے قتل سے نہ چوکے اور پھر رات کے پردے میں بنی بکر کو مدد دی اور شبخون مارا۔ تاکہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ قریش نے بھی بنو بکر کو مدد دی ہے اور جو لوگ مسلمانوں کے سایہ امن میں تھے۔ انکو بے خطا دکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ابوسفیان کے آنے اور اس کے ارادے سے بھی مطلع کر چکا تھا جب عمرو بن سالم آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے انکا بدلہ لینے کیلئے لشکر کو تیاری کا حکم اور عمرو بن سالم کو تسلی دے کر رخصت کیا۔ اتنے میں ابوسفیان بھی آپہنچا۔ اور ادھر ادھر کا بہت کچھ جھوٹ سچ ملا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تو آپکو پہلے حکم دے چکا تھا۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝ مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ تم اللہ کی راہ میں (کافروں سے) نہیں لڑتے۔ اور بے بس مرد اور عورتوں اور بچوں کے چھڑانے کے لئے (جو کہ مکہ میں کافروں کی قید میں ہیں اور سختی و تکلیف اٹھا رہے ہیں) اور جو کہ رہے ہیں (تنگ آکر یہ دعا کرتے ہیں) مالک ہمارے ہم کو اس بستی (مکہ) سے نکال جہاں کے لوگ ظالم ہیں۔ اور ہماری حمایت پر کسی کو اپنی طرف سے کھڑا کر۔ اور ہماری مدد کیلئے اپنی طرف سے کسی کو مقرر کر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑنے کا الزام لگایا ہے۔ یہ درحقیقت کوئی الزام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک طرز کلام ہے کہ جب قریش نقض عہد کرتے ہیں۔ اول تو انہوں نے واپس شدہ کمزور مسلمانوں کو قید کیا۔ تکلیف دی۔ پھر ہجو کا وطیرہ اختیار کیا۔ یہ باتیں تم کو معلوم ہو چکی ہیں اور یہ سب نقض عہد میں داخل ہیں۔ تو پھر تم کیوں نہیں لڑتے۔ اور اب انہوں نے شبخون مارا کھلم کھلا بنی بکر کو مدد دی۔ حاصل کلام ابوسفیان کی باتوں سے نہ آپ نے راضی ہونا تھا اور نہ ہوئے۔ کیونکہ قریش کی بیہودہ حرکتیں حد سے تجاوز کر چکی تھیں۔ اگر اب بھی تغافل برتا جاتا۔ تو اسلام کو سخت ضعف پہنچتا۔ ابوسفیان نے دیگر اصحاب کبار مہاجرین و انصار سے بھی کہا۔ کہ آپ فیصلہ کرا دیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کورا جواب دیا۔ کہ اسکو اپنا سا منہ لیکر واپس جانا پڑا۔

جب آپ کی تیاریاں مکمل ہو چکیں۔ تو آپ نے رمضان المبارک میں دس ہزار باساز و سامان زبردست جاں نثاروں کی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ سے کوچ کیا۔ اور وہ مبارک

وقت قریب آگیا۔ کہ انجیل مقدس والی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آ کر مکہ فتح کرنے کی پیشین گوئی پوری ہو۔ چنانچہ آپ اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ منزل بمنزل نہایت شان و تجمل سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کیا شان ایزدی ہے۔ کہ ایک وہ وقت تھا۔ جب کفاران قریش نے آپ کو حد سے بڑھ کر ستایا۔ تو آپ نہایت بیکسی کے عالم میں راتوں رات مکہ سے نکلے۔ اور آج وہ وقت ہے کہ دس ہزار جان نثار ساتھ ہیں جن کے حالات ہی سن سن کر کفاروں کے اوسان خطا ہو رہے ہیں۔ دیدۂ عبرت سے کام لینے والے آئیں اور صداقت اسلام کا یہ شاندار نظارہ دیکھیں۔ آپ نے اس حالت پر سجدۂ شکر ادا کیا۔

مکہ معظمہ کے نزدیک ہی وادی فاطمہ میں رات کے وقت جبکہ آپ کا لشکر ظفر پیکر آرام کر رہا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چہرہ دے رہے تھے۔ ابوسفیان بلا جو تفحص حالات کے لیئے اہل مکہ کی طرف سے آیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابوسفیان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا۔ اے ابوسفیان! خیر اس بات میں ہے۔ کہ اب اسلام قبول کر لو۔ چنانچہ ابوسفیان بصدق دل اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ کا اقرار کر کے مشرف باسلام ہو گیا۔ اگلے دن جبکہ لشکر آگے کوچ کرنے لگا۔ تو ابوسفیان کو ایسی جگہ پر کھڑا کیا۔ جہاں سے وہ تمام لشکر اور اس کی حالت کو دیکھ لے۔ چنانچہ سب سے اوّل فوج محمدی کا ہراولی دستہ جو ایک ہزار بنی سلیم کے سواروں پر مشتمل تھا۔ خالدؓ کی ماتحتی میں تکبیر کے نعروں کے ساتھ گزرا۔ اور اس کے بعد بنی غفار۔ بنی اسلم۔ بنی جنیہ اور بنی اشجع وغیرہ دیگر قبائل عرب کے لشکر اپنے افسروں کی ماتحتی میں نہایت شان و شوکت۔ اور سکون کے ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے گزرے جن کی آوازوں سے دشت و جبل لرز جاتے تھے۔ بھلا ابوسفیان بیچارے کی کیا حقیقت تھی۔ جب سارا لشکر گزر چکا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کو بلا کر فرمایا۔ کہ اے ابوسفیان اہل مکہ کو جا کر کہدے کہ جو کوئی ایمان لے آئے گا۔ یا حرم محترم میں داخل ہو جائیگا۔ یا تمہارے گھر میں پناہ لے گا۔ یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھا رہیگا۔ امان پائیگا۔ حسب الحکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان نہایت تیز رفتاری کیساتھ مکہ معظمہ میں پہنچا۔ اور تمام قریش کو سارے حالات سے جو کچھ اس نے دیکھے سنے تھے۔ سنا دیئے اور کہا کہ تمہاری طاقت

Marfat.com

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ ایمان لے آؤ۔ ابوسفیان کی ان باتوں کو سن کر بعض کمبختوں نے متسخر کیا۔ اور سب سے بڑھ کر خود اس کی زوجہ ہندہ نے تمسخر کیا۔ آخرکار آپ بھی مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ کے بالکل قریب پہنچکر آپ نے اپنے لشکر کو تین، حصوں میں تقسیم فرمایا جن میں ایک حصہ زبیر رضؓ بن عوام کے ماتحت کرکے اوپر کی راہ سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ دوسرا حصہ حضرت ابوعبیدۃ بن جراح کی سپہ سالاری میں دیکر سیدھے راستہ سے مکہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ تیسرا حصہ حضرت خالدؓ بن ولید کے سپرد کر کے فرمایا کہ مکہ کی پچھلی طرف سے ہوکر اخیر آبادی میں پہنچ جاؤ۔ لیکن یہ یاد رہے کہ طرح جنگ ڈالنے سے حتی المقدور پرہیز کرو۔

خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوئے اور سب سے پہلے اپنی منزل مقصود پر پہنچے چونکہ خالد رضی اللہ عنہ مشرکین کے سپہ سالار رہ چکے تھے۔ اور وہ انکی بہادری اور شہسواری سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنی ساری طاقت کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر خرچ کرنے کا تہیہ کر لیا چنانچہ عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آجمے۔ اگرچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو بہتیرا سمجھایا۔ اور جنگ سے گریز کیا۔ مگر شامت جو سر پر سوار ہوئی تھی۔ باز نہ آئے اور طرح جنگ ڈال دی۔ اگرچہ انہوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن سیف آلہی کے مقابلے میں وہ کیا حیثیت رکھتے تھے۔ تاب مقاومت نہ لاسکے۔ اور بھاگ نکلے۔ اور خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا حرم محترم کے دروازے تک تعاقب کیا۔ اور محض اسلام کی خاطر خالد رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کرنیوالوں کو بغیر لحاظ عزیز و اقارب قتل کرنے میں دریغ نہیں کیا۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالد رضی اللہ عنہ کی فتح اور کفار کے بھاگنے کی خبر ملی۔ تو آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کو اِرْفَعْ عَنْهُمُ السَّيْفَ کا حکم بھیجا۔ لیکن قاصد کی زبان سے جلدی میں ضَعْ فِيهِمُ السَّيْفَ یعنے ان کو قتل کردو نکل گیا۔ حالانکہ آپ کا فرمان یہ تھا کہ اب ان کو قتل نہ کرو۔ جب آپ کو پیغام رسان کی اس اتفاقیہ غلطی کا حال معلوم ہوا۔ تو فوراً دوسرا حکم بھیجا۔ لیکن اس وقت تک ستر آدمی کفار کے قتل ہوچکے تھے۔ حکم کے پہنچتے ہی خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار کو نیام میں کرکے اپنے ماتحتوں کو بھی

Marfat.com

ویسا ہی حکم دیا جس کی تعمیل ہوئی۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو امن دیا گیا۔ اور سوائے چار شخصوں اور دو عورتوں کے جن کو مجرم پایا گیا۔ بعد فتح مکہ سزا دی گئی۔ عکرمہ بن ابوجہل اور بڑے بڑے مجرم جو شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ان کو عام معافی دی گئی چنانچہ پھر انہوں نے واپس آ کر معافی طلب کی۔ اور اسلام قبول کیا۔ اور اہل مکہ نے تو اسی دن سے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے باوجود ممانعت کے ستر آدمی قتل کر دیئے لیکن یہ صرف الزام ہی الزام ہے جب معترضین سے یہ دریافت کیا جائے کہ اگر ان سے غلطی ہوئی۔ اور انہوں نے دیدہ دانستہ کی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کیا سزا دی۔ تو لاجواب ہو جاتے ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کوئی غیب دان نہیں تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشائے مبارک کو خود بخود سمجھ جاتے۔ انہوں نے تو جو پیغام ان کو ملا۔ اس کی تعمیل کر دی۔ اگر پیغام پہنچانے والا غلطی سے کچھ اور پیغام سنا دے تو اس میں تعمیل کنندہ پر کیا الزام آتا ہے۔ اور چونکہ یہ ایک اتفاقیہ غلطی تھی۔ اس لئے خالد رضی اللہ عنہ اور قاصد دونوں پر کوئی الزام نہیں آتا۔ اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلطی پر کوئی کسی قسم کی باز پرس نہ تو قاصد سے ہی اور نہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کی۔ نیز اس غلطی کے واقع ہونے میں بھی خدا کی ایک حکمت تھی اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے قول مبارک کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ جب جنگ احد میں آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اور ان کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی گئی۔ تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس وقت نعش کی بے حرمتی کے باعث رنج اور غصے کی حالت میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدلے ستر آدمی کفار کے قتل کرونگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس فرمان کو اپنی ہی تلوار یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ (سیف اللہ) سے پورا کر دیا۔

جب مکہ فتح ہو چکا۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے بطور ایک محافظ کے بیت الحرم کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اژدہام خلائق کو آنحضرت صلعم کا راہ صاف کرنے کے لئے منتشر کرتے جاتے تھے حتیٰ کہ مسلمان اپنے پیارے رسول کی معیت میں بیت الحرم میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ○ پڑھ کر اپنی چھڑی سے بت کی

طرف اشارہ کرتے جاتے تھے اور بت اوندھے منہ زمین پر آ رہتے۔ اس کے بعد ان تمام تصاویر کو جو خانہ کعبہ کی دیواروں پر بنی ہوئی تھیں مٹا دیا۔ اور جن جن تصویروں تک ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا۔ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر کھڑے ہو کر مٹا دیا۔ یہاں تک کہ کعبہ شریف تمام بتوں اور تصویروں سے پاک ہو گیا

اس کے بعد آنحضرت نے خالد رضی اللہ عنہ کو کچھ سواروں کی جمعیت کے ساتھ موضع نخلہ کی طرف بھیجا۔ تاکہ بت خانہ عزیٰ کو نیست و نابود کر دے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ فوراً موضع نخلہ میں پہنچے۔ اور اپنے بُت شکن خدا پرست ہاتھوں سے بت عزیٰ اور دوسرے اصنام کو جن کی اس خانہ میں پرستش ہوتی تھی۔ توڑ کر پھینک دیا۔ اور عمارت بتخانہ کو بھی گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ اور بخیریت خدمت نبوی میں حاضر ہو گئے ؛

اگر کوئی منصف مزاج غیر مسلم اقوام کے زمانہ ماضی و حال کی تمام جنگوں پر خواہ وہ ملکی ہوں یا مذہبی ایک نظر بازگشت ڈالیگا۔ تو اس کو لا محالہ کہنا پڑیگا کہ غیر مسلم فاتح جب کبھی بھی کسی قلعے یا شہر میں بزور شمشیر یا بروئے صلح داخل ہوا ہے۔ تو اپنا رعب بٹھانے کے لئے مدتوں اس کو غیر معمولی سختی روا رکھنی پڑی ہے۔ لیکن جب وہ انہی منصف نگاہوں سے مسلمان فاتحان کی کارگذاریوں اور بزور شمشیر کسی شہر میں داخل ہونے کے حالات کو دیکھے گا۔ تو اس کو مجبوراً اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ مسلمانوں نے غیر معمولی تو کجا معمولی سختی کو بھی کبھی جائز نہیں رکھا اور جونہی وہ شہر میں داخل ہوئے۔ عام امن کا اعلان کر دیتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے اس طرز عمل کی وجہ ان کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ طرز عمل ہے۔ جو آپ نے اپنی اور اپنے تابعین کی تمام گذشتہ تکالیف کو فراموش کر کے فتح مکہ کے دن جبکہ آپ سر بات اور بدلہ لینے پر قادر تھے۔ فوراً اختیار کیا۔ اور لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ [1] ٥ کہہ کر عام امن کا اعلان کر دیا۔ اور کسی قسم کی ناجائز سختی یا دباؤ کو ایک لمحہ کے لئے بھی روا نہ رکھا ؛

---

[1] آج میں تم پر کوئی الزام نہیں دیتا (جو ہو چکا سو ہو چکا۔ میں نے معاف کیا۔ باقی رہا۔ اللہ کا گناہ سو وہ) اللہ بخشنے والا ہے۔ اور اللہ سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ؛

Marfat.com

جنگ جذیمہ یلملم

بنی جذیمہ بھی بنی بکر کے نزدیکی بھائی بند اور مخالفت اسلام میں مشہور تھے اور پیشتر ازیں متعدد بار مشرکین کو مالی سامان جنگ اور آدمیوں کی مدد دے کر عداوت اسلام کا ثبوت دے چکے تھے۔ چونکہ عہدنامہ حدیبیہ میں وہ مشرکین ہی کی طرف تھے۔ اور معاہدہ فسخ ہو چکا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سقوط مکہ کے بعد بنی خزیمہ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور انکی سرکوبی کو تحفظ اسلام اور اسلامیان کے لئے ضروری خیال فرما کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کی جائے اقامت موضع یلملم کی طرف بھیجا جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے چند سوار مجاہدین کی جمعیت کے ساتھ یلملم میں پہنچے۔ تو جذیمہ بھی جو پہلے ہی مکہ کے حالات سن کر لڑائی کی تیاریاں کر چکے تھے۔ باقاعدہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب الارشاد رسالت پناہ سب سے اول ان کو اسلام کی طرف بلایا جس کے جواب میں انہوں نے صبانا کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صابی یعنی بے دین ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی زبان سے صبانا کا لفظ سن کر جہاد کا حکم دیدیا۔ اور جذیمہ کے بہت سے آدمی مقتول۔ مجروح اور قید کر کے صحیح وسلامت خدمت نبوی میں پہنچ گئے جب آپ نے قیدیوں کو خدمت نبوی میں حاضر کیا۔ تو قیدیوں نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالد رضی اللہ عنہ نے ہمیں باوجود مسلمان ہونیکے قتل اور قید کیا ہے۔ آپ نے قیدیوں سے یہ حال سن کر خالد رضی اللہ عنہ کو سخت فہمایش کی لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ فداہ اُمّی وابی میں نے ناحق ان پر جہاد نہیں کیا۔ بلکہ جب ہم ان کی جائے اقامت پر پہنچے تو یہ سب ہتھیار پہن کر مقابلے کو نکلے۔ اور دعوت اسلام پر انہوں نے صبانا کا لفظ کہا۔ چونکہ ان کا ہتھیار پہن کر مقابلے کو نکلنا اور سوال مذہب کے جواب میں صبانا کہنا صریحاً مخالفت اسلام کے ثبوت تھے۔ اس لئے مجھے مجبوراً ان پر جہاد کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر انکو بری کر دیا۔ نیز چونکہ قیدیوں نے اپنے آپ اور اپنی قوم کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ اس لئے انکو بغیر زر فدیہ لئے ہوئے بری کر دیا۔ اور بنی جذیمہ کے مقتول شدہ آدمیوں کے وارثوں کو بیت المال سے روپیہ دے کر راضی کیا۔

Marfat.com

کئی کج فہم مورخ باوجود فیصلہ نبوی کے جس میں خالد رضی اللہ عنہ بالکل بیگناہ ثابت ہوئے پھر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الزام سے بری نہیں سمجھتے۔ اور فیصلہ نبوی کا انکار کر کے اپنی عاقبت کو خود خراب کرتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ کی بریت کی پہلی وجہ تو یہی ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی بنی جذیمہ کو خارج از اسلام اور دشمن اسلام سمجھ کر جہاد کے لئے بھیجا۔ دوسری بریت کی وجہ یہ ہے۔ کہ بنی جذیمہ جب ہتھیار پہن کر مقابلہ کے لئے نکلے تو اسکا صریح مطلب یہی ہے کہ وہ اسوقت مسلمان نہیں تھے۔ تیسرے جب ان سے کہا گیا کہ تم مذہب اسلام کو قبول کرو تو انہوں نے جواباً صبانا صبانا کہا۔ یعنی ہم بے دین ہو گئے ہیں۔ یا ہم نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے۔ کیونکہ مشرکین عرب مسلمانوں کو طنزاً صابی یعنی بیدین کہا کرتے تھے۔ اس واسطے بنی جذیمہ کا صبانا کا لفظ کہنا ایک قسم کا طعنہ ہے اور یہ عرب کا ہی قاعدہ نہیں۔ بلکہ سارے ملکوں میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ بسا اوقات کسی کو طعنہ دینے والا وہ الزام جس کا وہ طعنہ دینا چاہتا ہے۔ تمسخراً خود بخود اپنے اوپر عاید کر لیتا ہے جس سے اس کی مراد دوسرے شخص کو چوٹ لگانے کی ہوتی ہے۔ اور ایسی مثالیں ہر شخص کو اپنے کاروبار میں بھی بکثرت مل سکتی ہیں۔ معترض کہتے ہیں کہ صبانا کا لفظ بنی جذیمہ نے طنزاً نہیں کہا تھا۔ بلکہ صبانا سے ان کی مراد اَسۡلَمۡنَا تھی۔ لیکن معترضین کی یہ من گھڑت تاویل بھی فضول ہے۔ کیونکہ جب ان کو معلوم تھا۔ کہ مشرکین مسلمانوں کو طنزاً صابی یعنی بیدین کہتے ہیں۔ اور بحالت کفر انہوں نے خود بھی اس لفظ کو طنزاً ہی یقیناً استعمال کیا ہوگا۔ تو پھر ان کا صبانا اگر طعنہ نہیں تھا۔ تو اور کیا تھا۔ اور چونکہ فی الحقیقت صبانا انہوں نے طنزاً استعمال کیا۔ اس واسطے سیف اللہ کا ان کو سزا دینا بالکل بجا اور برمحل تھا۔ آپ کی بریت کی چوتھی وجہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل ہے۔ کہ آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کو انکا بیان سننے کے بعد بالکل چشم نمائی تک بھی نہ فرمائی۔ اور بری کر دیا۔ اور آپ کے مقتولوں کے وارثوں کو بیت المال سے روپیہ دے کر خوش کر لیا۔

معترض اپنی عاقبت کو خراب کرنے کے واسطے پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ درحقیقت مسلمان نہ تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المال سے ان کے مقتولوں کا زر دیت کیوں ادا کیا۔ کیونکہ کافروں اور مشرکوں کے مقتولوں کا قصاص ادا نہیں کیا جاتا۔ لیکن انکا یہ اعتراض بھی قطعی فضول ہے۔ اصل بات یوں ہے۔ کہ قبیلوں

کی فریاد اور واقعات کی شہادت[1] نے معاملے کو مشکوک کر دیا تھا۔ کہ ممکن ہے۔ انہوں نے صبانا کا لفظ طنزاً استعمال نہ کیا ہو اور کفر کی حالت میں مسلمانوں کو صابی کا طعنہ دیتے رہنے کی صورت میں مسلمانوں کی نسبت انکا محاورہ پختہ ہو چکا ہو۔ اور صبانا کا لفظ ان کی زبان سے نکل گیا ہو۔ یا اسی وقت جبکہ لڑائی شروع ہوئی ہو۔ مرعوب ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہوگا۔ اور لڑائی ختم ہونے سے پہلے پہلے ان کے آدمی قتل ہو چکے ہوں۔ یا اس رات ایمان لائے ہوں۔ اور ان کے صبانا کے استعمال سے مجاہدین کو غلطی لگ گئی ہو۔ اس لئے ان کے مقتولوں کا قصاص کسی واحد شخص سے نہ لیا گیا۔ اور بیت المال سے جو جملہ مسلمانوں کی ملکیت تھا۔ زرِ دیت ادا کیا گیا۔

بہر حال انکا اسلام نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا۔ اور نہ ہی خالد رضی اللہ عنہ پر ان کا اسلام ثابت ہوا۔ اور اگر بفرض محال خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطا کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان کی یہ خطا ایک اجتہادی خطا تھی جس پر گرفت نہیں ہو سکتی۔ اگر فی الحقیقت خالد رضی اللہ عنہ دیدہ دانستہ غلطی کرتے تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے اپنے رسول کو مطلع کر سکتے تھے۔ اور پھر دربار رسالت سے خالد رضی اللہ عنہ بغیر غلطی کی سزا اٹھائے ہوئے بچ نہیں سکتے تھے۔ لیکن چونکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان فَاقْتُلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝ کے مطابق مجاہدین اور خالد رضی اللہ عنہ کے دلوں کو تسلی دی۔ اس لئے خالد رضی اللہ عنہ بالکل بیگناہ ہیں۔ کیا معترضین بتا سکتے ہیں۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جو سات سو جاں نثاران رسول اللہ موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی صبانا کے اصلی معنی نہ سمجھ سکا۔ اور اگر کسی نے صبانا کے اصلی معنی سمجھ لئے تھے۔ تو کیا وہ اپنے امیر لشکر کی نافرمانی نہیں کر سکتا تھا۔ اور وہ کم از کم کچھ آدمیوں کو اپنا ہم خیال نہیں بنا سکتا تھا۔ جبکہ وہ دیکھتا۔ کہ امیر لشکر سراسر احکام اسلام کی نافرمانی کر کے مسلمانوں پر تلوار اٹھا رہا ہے۔ یا دربار رسالت سے فیصلہ نہیں کرا سکتا تھا شاید معترض کہیگا۔ کہ ممکن ہے وہ مرعوب ہو گیا ہو۔ لیکن کیا جب یہ مقدمہ دربار رسالت میں پیش ہوا تھا۔ تو صبانا کا مطلب سمجھنے والا شہادت نہیں دے سکتا۔ جب ایک نادار شیدائے اسلام حضرت عمر بن خطاب جیسے جلیل القدر جانشین رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] ان کا ہتھیار پہن کر مقابلہ کو نکلنا اور صبانا کا استعمال۔

علیہ وآلہ وسلم کو کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ اے عمر اگر تو احکام خدا اور رسول کے برخلاف کریگا یا نہیں کریگا حکم دیگا۔ تو ہم نہیں مانیں گے۔ اور تجھے کان سے پکڑ کر نیچے پھینک دیں گے۔ تو کیا ایک یا چند شیدائیان اسلام جاں نثاراں سید خیر الانام اپنے ایک سپہ سالار کو رسول اللہ کی زندگی میں اسکی غلطی پر کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ اور اس کی نافرمانی نہیں ہو سکتی تھی۔ افسوس ہے۔ کہ معترضین فیصلہ نبوی کو تسلیم نہ کرکے اور خالد رضی اللہ عنہ کو بے خطا نہ مان کر خواہ مخواہ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں معترضین کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ فیصلہ نبوی کا انکار کرنے والا یا اس کو نہ ماننے والا مرتد ہے اور وہ قابل دار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ رسول ہر حال میں اللہ کا تابع ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ اے پیغمبر لوگوں کو کہدے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ یعنے میں تو ہر معاملہ میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو (اللہ تعالےٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورہ نور رکوع آخری) جو لوگ پیغمبر کا حکم نہیں مانتے انکو ڈرنا چاہیئے کہ دنیا میں ان پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے۔ یا آخرت میں ان کو تکلیف کا عذاب نہ پہنچے۔ پس معترضین کو پیغمبر کے فیصلے سے اختلاف کرکے اور اپنی تاویلیں دوڑا دوڑا کر اپنی عاقبت کو سیاہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور اللہ کے فرمان کے موجب اُن کو ڈرنا چاہیئے۔ کہ ان پر اس اختلاف کے باعث کوئی مصیبت نہ آن پڑے۔

غیر مذاہب کے مورخ اول تو یہ اعتراض کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن اگر ہٹ دھرمی سے کریں بھی تو ان کے لئے صرف یہی جواب کافی ہے کہ وہ پہلے اپنے سپہ سالاروں کی غلطیوں کو تو درست کرلیں جنہوں نے قومی یا ملکی مصالح کا تو کیا ذکر اپنے ذاتی فوائد کو مدنظر رکھ کر اس قسم کی غلطیاں کی ہیں۔ جن کے باعث غیر مذاہب کے لوگوں کے علاوہ خود ان کے اپنے ہم مذہب بھائی بند لاانتہا مصائب کا شکار بنے۔ لاکھوں خانماں برباد اور ہزاروں تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ لیکن ان سے کسی قسم کی کوئی بازپرس نہیں کی گئی۔ حالانکہ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کے مطابق جو کچھ بھی کیا تھا۔ وہ غلطی ہو یا نہ۔ انہوں نے محض حمایت اسلام کے لئے کیا۔ کوئی ذاتی غرض مقصود نہیں تھی۔ اور پھر ان سے بازپرس بھی ہوئی جس میں وہ بے خطا ثابت ہوئے۔

Marfat.com

جنگ حُنین

چونکہ مشرکین عرب قریش مکہ کو اپنے بُت خانہ اعظم یعنی مکہ معظمہ کا مجاور ہونے کی وجہ سے واجب الاحترام جانتے تھے۔ اس لئے جونہی قریش نے اسلام کی مخالفت اختیار کی انہوں نے بھی اپنے محترم قریش کی اقتدا میں مخالفت اسلام کی روش کو پسندیدہ جان کر اسلام کی بیخ کنی کے لئے قریش کو مدد دینے میں کوتاہی نہ کی مشرکین کو بڑی امید تھی۔ کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے قریش مکہ ہی کافی ہیں لیکن جب عہدنامہ حدیبیہ کے فسخ ہو جانیکے بعد میدان مکہ میں شمشیر خالدی نے مشرکین کی امیدوں کے برخلاف شطرنج کا پالنسہ پلٹ دیا۔ اور بتوں کو اوندھے منہ گرا کر بیت الحرم سے باہر نکال کر توڑا گیا۔ تو ان کے دلوں میں بتوں کی بیحرمتی اور قریش مکہ کا انتقام لینے کا ایک زبردست جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور عرب کے دو مشہور جنگجو قبیلوں بنی ثقیف اور بنی ہوازن نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا مصمم تہیہ کر لیا۔ دیگر قبائل عرب نے بھی امداد دینے میں کوئی دریغ نہ کیا۔ اور ہر چہار اطراف سے جوق در جوق کفار کی فوجوں کا اجتماع ہونے لگا۔ تاکہ مجموعی طاقت کے ساتھ حملہ کر کے مسلمانوں کا قطعی استیصال کر دیا جائے اور مکہ پھر چھین لیا جائے۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں کفار وادی حنین میں جمع ہو گئے۔ جو مکہ معظمہ سے چھتیس ۳۶ کوس کے فاصلے پر واقع ہے ان کا سپہ سالار مالک بن عوف ایک آزمودہ کار بہادر اور جری نوجوان تھا جس کی شہسواری اور جنگی لیاقت کے تذکرے زبان زد خاص و عام تھے۔ مغرور اور متکبر سپہ سالار تو ہر وقت اپنی فتح کے خواب دیکھا کرتے ہیں اور اپنے بچاؤ اور فتح حاصل کرنیکی تجاویز پر اچھی طرح غور نہیں کرتے جس کا نتیجہ ہمیشہ بُرا نکلا کرتا ہے۔ لیکن مالک بن عوف اگرچہ متکبر تھا۔ مگر دور اندیش بھی تھا۔ اسی واسطے اس نے لایق سپہ سالاروں کی طرح جو لڑائی میں اول شکست کی حالت کا خیال کر کے اپنے بچاؤ کی تجویز کو پہلے سے سوچ رکھتے ہیں۔ اور مفید موقعوں کے حاصل کرنیکی فکر میں رہتے ہیں۔ یا پہلے سے حاصل کر لیتے ہیں۔ مکہ معظمہ کی راہ میں جسقدر بھی کمین گاہیں تھیں۔ ان سب پر قبضہ کر کے ان میں بہت سی فوج کو چھپا رکھا تھا۔

ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ اور بنی جذیمہ کے انتظام و انصرام سے فراغت بھی نہ پائی تھی۔ اور مکہ معظمہ میں ہی فروکش تھے۔ کہ آپ کو پے در پے حنین کی خبریں

پہنچنے لگیں۔ کہ کفار بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اور بڑی سرعت کے ساتھ لشکر کے اجتماع اور انتظام میں مصروف ہیں۔ چنانچہ آپ نے بنی جذیمہ کے قضیئے سے فراغت حاصل کرتے ہی اپنی فوج کو "علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد" کے مصداق حنین کی طرف مبذول کیا۔ اور مدافعانہ حملے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ جن میں اکثر نو مسلم اور بے ہتھیار بھی تھے حنین کی طرف کوچ فرمایا۔ اثنائے راہ میں مسلمانوں کو جب کفار کے لشکر کی تعداد معلوم ہوئی۔ تو اپنی تعداد کو ان کے مقابلے میں زیادہ جان کر بہت خوش ہوئے۔ اور سابقہ لڑائیوں کا خیال کر کے جن میں باوجود دشمن کی کثرت کے فتح حاصل ہوتی رہی اترانے لگے۔ مگر اللہ تعالےٰ کو مسلمانوں کا یہ فخر پسند نہ آیا جس کا نتیجہ اول اول خراب نکلا۔ جیسا کہ آگے بیان ہوتا ہے۔ مقدمۃ الجیش کے افسر حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ چونکہ راستہ نہایت ناہموار اور دشوار گزار اور تنگ ہونے کیوجہ سے اکٹھی فوج کا گزرنا محال تھا۔ اس لئے فوج کو مختلف راستوں سے نہایت مختصر دستوں کی صورت میں گزارنا پڑا۔ ابھی ہر اولی دستے گزرنے بھی نہ پائے تھے کہ مالک بن عوف کی اس سپاہ نے جو مختلف کمین گاہوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دفعتہً حملہ کر دیا۔ صبح کاذب کا وقت۔ پہاڑی۔ دشوار گزار تنگ راستے فوج منتشر نہایت ہی مختصر دستوں کی صورت میں اور وہ بھی مختلف راستوں پر جن میں خطرناک عمیق غاروں اور پہاڑیوں کی اوٹ بیخبری کا عالم گھپ اندھیرا۔ ایک دوسرے کو مدد ناممکن غرض عجیب مصیبت کا عالم واقعہ ہو گیا۔ اور سخت افراتفری پڑ گئی۔ نو مسلم اہل مکہ فرار ہونے شروع ہو گئے۔ جس سے مصیبت دوبالا ہو گئی۔ اور اس مصیبت کی حالت میں افسران کو فوج کا سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ لیکن قوت ایمانیہ بھی کوئی چیز تھی۔ اسی قوت ایمانیہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقلال بھری آواز پر تمام منتشر مسلمانوں کو از سر نو مجتمع کر دیا۔ اور مخالفوں کے سامنے شیروں کی طرح ڈٹ گئے۔ شمشیر خالدی نے وہ وہ جوہر دکھائے۔ کہ مالک بن عوف معہ اپنی سپاہ کے ساری اٹی سٹی بھول گئے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتوں کو بھی بھیجا چنانچہ تمام مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے ؛

جنگ حنین میں مخالفوں کی فوج کی تعداد بتانے میں مورخوں نے بڑی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ وہ مشرکین کی تعداد تیس ہزار اور مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار بتاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کی تعداد واقعی دس ہزار سے اوپر بارہ ہزار تک تھی لیکن مشرکین کی

Marfat.com

تعداد تیس ہزار نہیں تھی۔ بلکہ مسلمانوں کی تعداد سے کم تھی۔ یہ فرق نہیں بتایا جا سکتا۔ کہ ان کی تعداد مسلمانوں سے کس قدر کم تھی لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان کی تعداد واقعی مسلمانوں سے کم تھی چنانچہ اس بیان کی تصدیق میں اللہ تعالےٰ کا کلام صاف شہادت دے رہا ہے جس کے مقابلے میں کسی مورخ کے قول کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے۔ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ○ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنوداً لم تروھا وعذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکفرین ○ (ترجمہ) اللہ تعالےٰ تو بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن بھی جب تم اپنے بہت ہونے پر اترا گئے تھے۔ پھر تمہارا بہت ہونا تمہارے کچھ کام نہ آیا اور اتنی لمبی چوڑی زمین تم پر تنگ ہو گئی (کوئی) امن کا مقام نہ ملا جبکہ مخالف نے عین مشکل گھاٹیوں میں کمین گاہوں سے نکل کر تم پر حملہ کر دیا پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں پر (خواہ وہ بھاگے تھے یا نہ بھاگے تھے سب پر) اپنی تسلی اتاری۔ اور ہم نے ایسے لشکروں کو اتارا جن کو تم نے نہیں دیکھا (فرشتوں کا) اور کافروں پر عذاب کیا (ان کو مارا) اور یہی کافروں کی سزا ہے ؛

جنگ حنین کے متعلق بعض لوگ جو غیر مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان تو کہتے ہیں کہ مذہب اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ بلکہ اپنی فطرتی خوبیوں اور عام سادہ اصولوں کی وجہ سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔ لیکن حنین اور ایسی جنگ کے واقعات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ چونکہ مسلمانوں نے ان کے حملہ کرنے سے پیشتر خود ان پر حملہ کیا۔ اس لئے مسلمانوں کی نیت اگر اسلام کا پھیلانا نہیں تھا۔ تو اور کیا تھا۔ مسلمانوں نے کیوں ان پر حملہ کر کے بزور شمشیر ان کو قتل اور قید کیا۔ اور جو مسلمان ہو گئے۔ ان کو چھوڑ دیا۔ یہ اعتراض معترضین کی اسلامی تواریخ سے ناواقفیت۔ اور احکام اسلام سے نابلد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ان کو یہ دونوں باتیں معلوم ہوں تو وہ ایسے اعتراض نہ کیا کریں۔ چونکہ اشاعت اسلام ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسلئے مسلمان ہر زمانے میں اور ہر حال میں اشاعت اسلام کرتے رہے ہیں۔ اور کرتے رہینگے۔ لیکن اعلائے کلمۃ الحق میں کبھی بھی جبر و تشدد سے کام نہیں لیا۔ اسلامی تاریخ اور روزمرہ کے واقعات شاہد ہیں۔ لا اکراہ فی الدین قد

تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ کا فرمان ہمیں مل چکا ہے۔ اس لئے اس کی نافرمانی نہیں ہو سکتی جنگ حنین میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل تھے۔ جو حضرت جیسی آزاد قوم کو دین میں جبر نہ کرنے کا حکم دے کر خود ہی اپنے فرمان کے برخلاف کس طرح کر سکتے تھے۔ بلکہ اصل بات اسطرح پر ہے۔ کہ جب حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان دس سال کیلئے صلح ہوئی۔ تو جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ فریقین کی متوسل اور دوست اقوام پر بھی انہی شرائط کی پابندی عاید ہو گئی تھی۔ جو فریقین نے خود اپنے ذمے لی تھی۔ لیکن جب قریش نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ تو مسلمانوں نے بھی ارشاد خداوندی کے مطابق عہد کو توڑ دیا۔ اگرچہ متوسلین اور دوست اقوام کے عہد بھی لوٹ گئے تھے لیکن پھر بھی مسلمانوں نے ساتھ جن جن قوموں نے مخالفت کی حرکات ظاہر کیں۔ انہی پر جہاد کیا گیا۔ اور باوجود عہد ٹوٹ جانیکے جن قبائل بنی حمزہ وغیرہ نے مخالفت اسلام کی کوئی حرکت ظاہر نہ کی۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور جب انکا دل چاہا۔ وہ خود بخود مرعوب ہو کر یا حقیقت سے آشنا ہو کر مسلمان ہو گئیں حنین والوں نے چونکہ مخالفت کا اظہار کیا۔ اس واسطے انکی گوشمالی ضروری تھی۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق ان کے حملہ کرنیسے پیشتر ہی خود ان پر حملہ کر دیا چنانچہ سورۃ توبہ کے پہلے رکوع میں معترضین کے اعتراض کا تمام وکمال جواب موجود ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے مشرکین کے عہد توڑنے اور ان کے عہد کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اور عہد کے توڑنے کے بعد مشرکوں کے قتل کی نسبت حکم دیا ہے۔ کہ جہاں پاؤ۔ ان کو قتل کر دو۔ اور اگر وہ توبہ کریں تو چھوڑ دو۔ اور جو مشرک تم سے مخالفت کا اظہار نہ کریں۔ ان سے کچھ نہ کہو۔ اگر معترض اس کو غور سے پڑھینگے۔ تو ان کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ مسلمان خود حملہ کرنے میں حق بجانب تھے "

جنگ طائف

جب مالک بن عوف اور اس کے ہمراہی میدان حنین سے شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ تو انہوں نے قلعہ طائف کو جو ایک نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ اپنا ملجا و ماوےٰ بنایا۔ قلعہ مذکور میں ان منہزم شدہ مشرکین کے پناہ گزین ہونے سے پہلے ہی کم از کم ایک سال کا سامان رسد موجود تھا جب مسلمانوں کو انکے قلعہ طائف میں پناہ گزیں ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی طائف کا رخ کیا۔ اور ان کے سامنے ڈیرے ڈالدیئے۔ اول اول

تو مشرکین کچھ ہچکچاتے رہے لیکن اندر ہی اندر اِدھر اُدھر سے کچھ امداد جمع کر کے مقابلے پر نکل کھڑے ہوئے مسلمانوں کا ہراول دستہ اب کے بھی سیف اللہ کے ہاتھوں میں تھا چنانچہ میدانی مقابلہ میں اس تلوار نے میدان حنین کی طرح بھیرناک چنے چبوائے جس کی تاب نہ لا کر مشرکین کو قلعہ میں محصور ہو جانا پڑا۔ مشرکین کے قلعہ بند ہو جانے پر مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ اور ڈیرے ڈالے پڑے رہے۔ کبھی کبھی ایک آدھ جھڑپ ہو جاتی جس میں ہُ کو منہ کی کھانی پڑتی۔ آخر کار اگرچہ فتح یقینی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر صحابہ کبار کے مشورہ سے محاصرہ سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے چنانچہ اگلے سال بنی ثقیف و بنی ہوازن کی دونوں زبردست جنگجو قومیں خود بخود مشرف باسلام ہو گئیں ؟

۹ سنہ ہجری المقدس
سفر تبوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ معظمہ سے ہجرت کئے ہوئے آٹھ سال کامل گزر کر نواں سال شروع ہو چکا تھا۔ اسلام بہت کچھ زور پکڑ چکا تھا۔ قبائل عرب متواتر جنگوں میں مسلمانوں کی جان نثاریاں دیکھ کر مرعوب ہو چکے تھے۔ اور مخالفت اسلام کے سارے دم خم ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ مسلمان ابھی چین سے بیٹھے ہی تھے۔ کہ شام کی طرف سے ایک آنے والے تجارتی قافلے کی زبانی یہ افواہ گرم ہوئی۔ کہ ہرقل قیصر روم نے اپنے ایک نامور سپہ سالار قباد کو بڑے بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ بڑی سرعت کے ساتھ مدینۃ النبی کی طرف بڑھتا چلا رہا ہے۔ چونکہ روز اول ہی سے اسلام یہود و نصاریٰ کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ اور عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کی ترقی دیکھ دیکھ کر ان کے سینوں پر سانپ لوٹتے رہتے تھے۔ اور عرب میں عیسائیت کی ترقی نہ صرف رک ہی چکی تھی۔ بلکہ اسلام اپنی خوبیوں کے باعث عیسائیوں کو پے در پے اپنے آپ میں جذب کر کے ان کی تعداد میں ایک خوفناک کمی واقعہ کر رہا تھا۔ اور باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کا عہد و پیمان کر لینے کے زمانہ حال کے عیسائیوں کی طرح اپنی در پردہ سازشوں اور شرارتوں سے باز نہ آ کر موقع پر اسلام کی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے

Marfat.com

سے نہ چوکتے تھے۔ اور لگتے چارے اسلام کو زک پہنچانے اور اس کی اشاعت کو روکنے کا کوئی پہلو جوان کے ذہن میں آتا تھا۔ نظر انداز نہ کرتے تھے! اور ان کی اپنی شرارتوں کے باعث موتہ کی مہیب و خوفناک جنگ وقوع پذیر ہو چکی تھی۔ اور یہ سب نصاریٰ لئے قیصر روم ہرقل اعظم ہی کی ماتحت رعایا تھے۔ نیز چونکہ ہرقل کو دعوت اسلام بھی دی جا چکی تھی۔ اور اگرچہ ہرقل پر اسلام کی خوبیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔ اور وہ جان گیا تھا کہ اسلام سچا اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی منجانب اللہ رسول آخرین ہیں۔ لیکن دنیاوی جاہ و حشمت۔ اور شان و شوکت حاصل ہونے کے باعث اس نے اسلام کی قبولیت سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس غرور پر وہ اپنے ایک سپہ سالار کو جو خود بخود صداقت اسلام دیکھ کر اسلام لایا تھا۔ اپنے پایۂ تخت قسطنطنیہ بلا کر قید کر کے شہید کر چکا تھا۔ اور اپنے ایک پادری کو دعوت اسلام کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلچی کے سامنے ہی جو دعوت اسلام کا خط لیکر گیا تھا۔ عیسائی نہایت بے رحمی سے شہید کر چکے تھے۔ اس لئے عیسائیوں کی ان مفسدانہ کوششوں اور تخریب اسلام کی در پردہ سازشوں اور منصوبوں کی موجودگی میں نیز جنگ موتہ کے نتیجے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ افواہ بہت کچھ قرین قیاس تھی۔ اور اس پر توجہ کرنا مسلمانوں و اسلام کے تحفظ کے لئے بہت ضروری تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوچ کر کہ دشمن کے حملہ آور ہونے سے بغلی دشمن یہود و نصاریٰ اور مشرکین ان کے ساتھ مل کر اور ان کو مدد دے کر عرب کے امن و انتظام میں کسی قسم کی گڑبڑی پیدا نہ کر دیں جس سے مسلمانوں کی مصیبت دوبالا ہو جائے۔ مخالفین کو حدود عرب میں داخل ہونے سے پیشتر راہ میں روک دینا واجب ہے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا:

چونکہ ایک باقاعدہ اور زبردست مالدار سلطنت کے ساتھ مقابلہ تھا۔ اور ادھر بے سرو سامانی کے ساتھ صرف اللہ ہی کا نام تھا۔ اس واسطے آپ نے ایک عام قومی چندے کی تحریک کی جس میں ادنے اعلے صحابہ کرامؓ نے دل کھول کر چندہ دیدیا۔ اور بدنی جہاد کے علاوہ مالی جہاد کا بھی ثواب حاصل کیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اور کپڑے بیچ بیچ کر انکی قیمت چندہ میں دیدی محنت مزدوری کرنیوالے جسقدر وہ روزانہ کماتے بمشکل اہل و عیال کے گزارہ کے واسطے رکھ کر باقی مزدوری چندے میں دیدیتے۔ اور اکثروں نے تو فاقے کو ترجیح دی۔ اور ساری مزدوری چندے میں دیدی۔ اسلام چونکہ اخلاص کا قدردان تھا۔ اسی واسطے جو

Marfat.com

ایسا حضور چندہ آتا۔ آپ اس کو سب سے اوپر رکھتے امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال و اسباب خواہ وہ چار کوڑی کا تھا۔ یا ہزاروں لاکھوں کا چندہ میں دیدیا۔ اور جب ان سے آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ اے صدیق گھر کس قدر مال چھوڑ آئے ہو۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ فدا کا امی وابی۔ کیا اللہ اور اس کا رسول میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے کافی نہیں ہیں۔ کہ میں کچھ مال گھر چھوڑ آتا۔ اس طرح امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنا آدھا مال جہاد کے لئے دے دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو تہائی لشکر کو سامان جنگ دے کر محبت خدا اور رسولؐ کا نمونہ دکھایا۔ عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار درہم دیئے۔ غرض حسب استطاعت مہاجرین و انصار سے جو کچھ بھی بن آیا۔ کیا بچہ کیا بوڑھا۔ کیا مرد اور کیا عورت سب نے دل کھول کر چندہ پیش کیا۔ جو محتاج قابل جنگ مسلمانوں کو دیا گیا۔ تاکہ وہ جہاد کیلئے ضروری سامان جنگ مہیا کرلیں۔ حاصل کلام بہت تھوڑے دنوں میں منافقین اور مخالفین اسلام کی معاندانہ کوششوں کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوچ کا حکم دے دیا۔

اگرچہ دور دراز کا سفر اور سخت گرمی کا موسم تھا لیکن جان نثاران اسلام ہر تکلیف کو راحت سمجھ کر بخوشی تمام برداشت کرتے ہوئے منزل بمنزل نواح شام میں جا پہنچے۔ اور موضع تبوک میں قیام کیا۔ جو عرب اور شام کی حدود پر واقع تھا۔ اور دو ماہ تک وہاں قیام کیا لیکن اس عرصے میں نہ تو کوئی مخالف مقابلے میں آیا۔ اور نہ ہی انہوں نے کوئی ایسی حرکت ظاہر کی جس سے مخالفت کا اظہار سمجھا جا سکتا ہو چنانچہ دو ماہ کے بعد آپ مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔

ابھی آپ تبوک میں ہی مقیم تھے۔ کہ عیسائیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست دومۃ الجندل کے رئیس کیدر نے مسلمانوں سے کچھ مخالفت کی حرکات ظاہر کیں۔ اور اس سے پیشتر بھی وہ مسلمانوں کے برخلاف مذہبی پرخاش کے باعث سازشیں کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیندہ امن وامان کو مدنظر رکھ کر کیدر کی سرکوبی کو ضروری سمجھا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار سو سوار دیکی معیت لدیکر کیدر کیطرف روانہ کیا جسوقت خالد رضی اللہ عنہ کیدر کے قلعے کے پاس پہنچے۔ تو وہ شراب کے نشے میں چور ایک دشتی گائے کا شکار کرنے کے

واسطے قلعے سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اور اس کا بھائی حسان بھی چند سواروں کی مسلح جمعیت کیساتھ ہمراہ تھا۔ مسلمانوں نے کیدر کو بغیر جنگ کے ہی گرفتار کر لیا۔ مگر بھائی کی گرفتاری دیکھ کر حسان نے مقابلہ کیا۔ لیکن سیف اللہ کی ایک ہی ضرب سے واصل جہنم ہؤا۔ باقی ہمراہی فرار ہو گئے۔ اور قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ لیکن جب کیدر کی گرفتاری اور حسان کی موت کا حال ان کے تیسرے بھائی مصاد کو معلوم ہؤا۔ تو وہ بھی مقابلہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن شکست کھا کر قلعے میں داخل ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر مصاد نے تنگ آکر قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے متابعت اختیار کرنے پر چار سو نیزے اور آٹھ سو گھوڑے لیکر قلعہ کیدر کو واپس دیدیا۔ اور پھر مصاد اور کیدر کو ہمراہ لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ جہاں وہ مسلمانوں کے اخلاق اور تعلیم کو دیکھ کر خود بخود مشرف باسلام ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ میں تشریف لے آئے۔

سنہ ہجری المقدس

خالد رضی اللہ عنہ کا تقرر تبلیغ اسلام پر

جب سرکش و مغرور قبائل عرب کو اپنی ہر کوشش میں ناکامی پر ناکامی نصیب ہوئی۔ ہر معاملے میں ہر بات میں ہر کام میں اور ہر میدان میں انکو منہ کی کھانی پڑی اور سہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق جوں جوں اسلام کی مخالفت کرتے گئے۔ اسلام کو زیادہ تیزی و شان کے ساتھ بڑھتے دیکھا۔ اور اس کی ترقی کو روکنے میں انہوں نے اپنے آپ کو معذور پایا۔ تو ناچار تھک کر انہوں نے اسلام کی مخالفت سے ہاتھ اٹھایا۔ اور امن و امان کا زمانہ شروع ہؤا مسلمانوں نے بھی جب دیکھا۔ کہ انکی مخالفت کرنیوالا کوئی نہیں رہا۔ تو وہ تلوار جو انہوں نے اپنے تحفظ میں اٹھائی تھی۔ میان میں ڈالی۔ اور تیغ زبان سے کام لینا شروع کیا۔ یعنی تبلیغ اسلام پر کمربستہ ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے معزز اور مقتدر اصحاب کو قبائل عرب میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجنا شروع کیا۔

چونکہ مکہ نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہو کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؐ اور

Marfat.com

اللہ اکبر کی مہیب صداؤں سے گونج رہا تھا۔ اور بڑے بڑے سرداران قریش جنہوں نے مخالفت اسلام میں اپنی ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا تھا۔ بالآخر بتوں کو توڑ تاڑ کر خدائے واحد کے پرستاروں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں میں داخل ہو کر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے دلکش ترانوں سے مست ہو رہے تھے۔ اس لئے جملہ قبائل عرب جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ صحابہ کرام کی وعظ و نصیحت۔ افعال حسنہ۔ علم و عمل۔ اخلاص کے اثر اور احکام اسلام کو دیکھ سن اور پرکھ کر جن کا عملی نمونہ خود مبلغین صحابہ کرام نے دیا۔ نیز قریش کو دیکھ کر جن کو وہ بیت اللہ شریف کا مجاور ہونے کی وجہ سے قابل تقدیس خیال کرتے تھے۔ ایمان لے آئے۔ اور دھڑا دھڑ قبول اسلام کے وفد ہر چہار اطراف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے لگے اسی واسطے ۹ھ ہجری کو اہل اسلام سال وفد بھی کہتے ہیں۔ اگر اہل مکہ شروع سے ہی اسلام کی مخالفت نہ کرتے۔ تو مسلمانوں کو جو تلوار اپنی حفاظت کے لئے اٹھانی پڑی تھی۔ اس کی ضرورت پیش نہ آتی۔ کیونکہ اسلام کے احکام کوئی ایسے احکام نہیں تھے۔ کہ ان کو کوئی سمجھ دار شخص سنتا۔ تو اس کے دل میں نہ کھب جاتے۔

جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے اندرونی خرخشے ٹلتے ہی جب امن و امان ہو گیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو تبلیغ اسلام پر مامور فرمایا جن کی تعلیم کے اثر سے قبائل عرب جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے چنانچہ اس موقعہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آپ نے قبیلہ بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ بنی حارث کے مشرف باسلام ہونے پر انہیں لوگوں میں رہ کر ان کو تعلیم اسلام سے آگاہ کرنا۔ خالد رضی اللہ عنہ ارشادِ نبوی پاتے ہی قبیلہ مذکور کی طرف روانہ ہو گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ جہاں ایک بہادر جری اور بے نظیر سپہ سالار تھے۔ وہاں ایک عالم باعمل اور اسلام کا کامل نمونہ بھی تھے فنا فی الرسول حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب قبیلہ بنی حارث بن کعب میں پہنچے۔ اور ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں سارے کا سارا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا۔ بعد ازاں اس قبیلے کے چند آدمیوں کے ہمراہ آپ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیس بن حصین کو جو انہی میں سے تھا۔ قبیلے کا سردار مقرر کر کے واپس بھیجا۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف مامور فرمایا جب آپ یمن کے کئی قبیلوں کو مسلمان

Marfat.com

بنا کر پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو قبیلہ بنی مصطلق کی طرف بھیجا۔ جہاں پہلے ولید بن عقبہ اموی کو تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا اور کہ جو قبیلہ مذکور کو دشمن اسلام تصور کر کے مدینہ منورہ میں واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو ان کی دشمنی کی اطلاع دے چکے تھے۔ جب خالد رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی مصطلق میں پہنچے تو انہوں نے قبیلہ مذکور کو بالکل مسلمان پایا۔ ولید بن عقبہ اموی کے واپس آنے کی اصل وجہ یہ تھی۔ کہ ولید بن عقبہ اموی کی قبیلہ بنی مصطلق سے دیرینہ عداوت تھی۔ جب ولید بن عقبہ وہاں پہنچے۔ تو اہل قبائل ان کے استقبال کے لئے باہر نکلے جن کو ولید بن عقبہ اموی نے اپنی ضعیف الاعتقادی اور سابقہ مخاصمت کی بنا پر یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے نکلے ہیں۔ ڈر کر واپس آگئے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالد رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حالات معلوم ہوئے۔ تو آپ نے ولید بن عقبہ اموی کو بلا کر فہمائش فرمائی۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی ؏

۱۱ سنہ ہجری المقدس
مرتدین عرب پر فوج کشی

ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا تھا۔ کہ بہت سے مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے۔ اور عامۃ الناس کو اپنی مزخرفات اور شعبدوں سے بہکا بہکا کر اپنے ساتھ ملانے لگے چنانچہ بدذات مسیلمہ کذاب نے تو آپ کو خط بھی لکھدیا تھا۔ کہ مجھے خداتعالیٰ نے آپکی نبوت میں شریک کیا ہے۔ اس لئے مجھے اپنا آدھا ملک دیدو۔ جسکا جواب آپنے مسیلمہ کذاب کو یہ دیا۔ کہ نبوت میں شریک کرنا سراسر خدا پر افترا ہے۔ اور ملک اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر۔ اور راہ راست پر آجا۔ لیکن وہ بدذات راہ راست پر نہ آیا۔ اور آخر کار بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کیفر کردار کو پہنچا۔ مسیلمہ کذاب نے سنہ ہجری سے ہی نبوت کا دعوٰی کر دیا تھا۔ اور آپنے اس کو جواب بھی سنہ ہجری میں دیا۔ لیکن ۱۱ سنہ ہجری میں جب آپ کی وفات ہوئی۔ تو اور بھی کئی بدذات نبوت کا دعوٰی کر کے خلقت کو گمراہ کرنے لگے۔ طلیحہ بن خویلد اسدی۔ اور سجاح بنت حارث

Marfat.com

وغیرہ وغیرہ نے تو وہ اودہم مچا دیا۔ کہ کئی مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ قبائل عرب کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ ملا لاکھوں کی جمعیت لے کر مدینہ منورہ پر چڑھ آئے۔ اور دھمکیاں دینے لگے۔ علاوہ ازیں کئی قبائل عرب بھی مرتد ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی ہوتے۔ تو کیوں وفات پاتے۔ بعض کہتے تھے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب ان کی اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ انکی نبوت اور تابعداری کا اقرار اسی وقت تک تھا جب تک وہ زندہ تھے۔ نیز کئی وہ قبائل جو اسلام سے مرعوب ہو چکے تھے۔ اور اگرچہ وہ اسلام لے آئے تھے۔ مگر دیرینہ کینے ان کے دلوں میں از سر نو عود کر آئے۔ اور جوش انتقام سے متاثر ہو کر مرتدین اور نئے مدعیان نبوت کیسا تھ مل گئے۔ کئی ضعیف الاعتقاد قبائل عرب نماز اور زکوٰۃ کی معافی کے طالب ہو گئے۔ اور نئے مدعیان نبوت نے ان کی ضعیف الاعتقادی کو دیکھ کر اپنی من گھڑت وحی سے ان کو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے بری کر دیا۔ اور اور کئی اسلامی قیود کو خود بخود ان کی گردن عبودیت سے اتار کر ان کو آزاد کر دیا۔ مدعیان نبوت کا یہ چکمہ خوب چل گیا۔ اور مرتد قبائل عرب میں ایک معقول اضافہ ہو گیا جس سے ان کی جمعیت دن بدن بڑھنے اور زور پکڑنے لگی۔ اور مہاجر انصار کے ساتھ سوائے بنی ثقیف اور قریش کے باقی سارے قبائل یا تو مرتد ہو کر مدعیان نبوت کیساتھ مل گئے اور یا نماز و زکوٰۃ وغیرہ میں طالب تخفیف ہوتے اور بصورت تخفیف کی درخواست منظور نہ ہونے کے مدعیان نبوت اور مرتدوں کے ساتھ مل جانے کی دھمکیاں دینے لگے۔ اور مدینۃ النبی ایک قسم کے محاصرے کی حالت میں ہو گیا ایک طرف بنی اسد اور بنی کنانہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اور دوسری جانب بنی عبس وغیرہ معہ اپنے ہمراہی قبائل کے نماز و زکوٰۃ کے مطالبات بزور منوانے پر ڈٹے کھڑے تھے۔

ان حالات کی موجودگی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ قائم کی۔ اور مہاجر و انصار سے مرتدین کے ساتھ طرز عمل کی رائے پوچھی مصلحت وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے یہی رائے دی۔ کہ امسال مرتدین کی تالیف قلوب کی جائے۔ اور نرمی کا برتاؤ اختیار کر کے زکوٰۃ وغیرہ نہ لی جائے۔۔۔۔۔

لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ نے کو استحکام اسلام الیوم اکملت لکم دینکم کی صداقت کا برقرار۔ اور دین اسلام کو کل دینوں پر غالب رکھنا تا قیام قیامت منظور تھا۔ اس لئے جیسے کہ پیشتر

Marfat.com

ازیں مخالفین و معاندین اسلام کی مسلسل و متواتر کوششوں کو ناکامیاب کر چکا تھا۔ اپنے حبیب کی وفات کے بعد بھی مسلمانوں سے ایک مدبر دور اندیش اور بہادر خلیفہ منتخب کرایا۔ جس نے الیوم اکملت لکم دینکم کی صداقت کو برقرار اور استحکام اسلام کے لئے ابتلاء وقت میں مقتدر صحابہ کرام کی آراء کے برخلاف آواز حق بلند کی۔ اور اس تقریر کے ساتھ نماز اور معافی زکوٰۃ کی درخواست کو مسترد کر دیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم ارشاد ایزدی کے مطابق اسلام تکمیل پا چکا۔ وحی کا آنا بند ہو گیا۔ شرائع اسلام میں کمی بیشی محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ آخر تالیف قلوب کس طرح کی جائے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر خفگی کے لہجے میں فرمایا کہ میں تم سے امداد کی امید رکھتا تھا لیکن امید کے برخلاف تم میری ہی تباہی کی فکر کرتے ہو۔ تعجب ہے کہ جاہلیت میں تو تمہاری طبیعت سخت گیر تھی۔ اور اسلام کے بعد تم سست ہو گئے۔ کبھی تو بات بات پر محض اسلام کی حمایت میں مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے تھے۔ اور آج بزدلی کا اظہار کر رہے ہو۔ خدا کی قسم جب تک ہاتھ میں تلوار اور جسم میں تاب و توانائی ہے۔ اپنے جیتے جی احکام اسلام میں کمی بیشی نہیں ہونے دونگا۔ اور مرتدوں کے ساتھ جہاد کرونگا۔ خواہ تم سب میرا ساتھ کیوں نہ چھوڑ دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب تک کفار لا الٰہ الا اللہ نہ کہدیں اس وقت ان سے برابر جہاد کئے جاؤ۔ اور جب کہدیں تو انکا مال اور خون حرام ہو گیا لیکن بوجہ ادائے حق کہ جس کا حساب خدا پر ہے۔ انکا مال اور خون جائز ہے۔ یعنی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد حق بھی ادا نہ کریں۔ جہاد کئے جاؤ۔ چونکہ زکوٰۃ بھی مثل نماز کے رکن اسلام ہے اور رکن اسلام سے انکار کفر کی نشانی ہے۔ اس لئے جو کچھ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زکوٰۃ کا مال بھیجتے تھے۔ اگر اس میں سے ایک پائی بھی کم ادا کریں گے۔ یا نماز میں کچھ کمی کریں گے۔ تو میں ان سے برابر لڑتے جاؤنگا۔ یہ کہکر بنفس نفیس تلوار سونت جہاد کیلئے نکل پڑے۔ اور علم اسلام مقدمۃ الجیش کے سردار حضرت خالد بن ولید کے حوالے کیا۔

چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو حق کے لئے کھول دیا تھا۔ اس لئے تالیف قلوب اور نرمی کے سلوک کی رائے دینوالے سارے مہاجر و انصار خاموش ہو گئے اور اس جوش بھری۔ پُر از صداقت اور مجاہدانہ تقریر کو سن کر مسلمانوں کے خون میں ایک تازہ حرکت پیدا ہو گئی۔ اور تالیف قلوب کرنے نماز و زکوٰۃ میں کسی قسم کی کمی کو جائز کر دینے

Marfat.com

کے نقصان وہ پہلوان کے ذہن نشین ہو گئے۔ اور ان کو بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ اگر احکام اسلام میں کسی قسم کی کمی کی جائیگی۔ تو الیوم اکملت لکم دینکم کی صداقت برقرار نہیں رہ سکتی۔ اور نہ معلوم بعد میں ہمارے اس احتیاطاً تالیف قلوب کے کیسے کیسے خطرناک نتائج برآمد ہوں۔ آنے والی نسلیں اس سند سے کیا کچھ خرابیاں پیدا کر دیں اور فرمان ایزدی اور ارشاد نبوی کے مطابق اس بدعت سیئہ اور تحریف کا تمام بوجھ ہمارے ہی سر پر عائد ہو چنانچہ فرزانہ شیدائیان اسلام نے وہ تلوار جو نویں ہجری کے آخر میں خوشی کے ساتھ نیام میں ڈالی گئی تھی۔ اپنے گردو پیش کے حالات سے مجبور ہو کر تحفظ اسلام کے لئے پھر نکالی۔ اور حیدر کرارؓ۔ خالد بن ولیدؓ۔ طلحہ بن عبد اللہؓ اور زبیر بن عوامؓ جیسے سپہ سالاروں کی سرکردگی میں کفار کو نواح مدینۃ النبی سے بھگا دیا لیکن پھر بھی مرتدین اور مدعیان نبوت کی شدت بدستور رہی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے آگے بڑھ کر مخالفین کا قرار واقعی قلع قمع کرنے پر مستعد تھے لیکن جملہ صحابہ کرام نے آپ کو بہ نفس نفیس شمولیت جہاد سے روکا۔ آپ ان کے کہنے کو مطلقاً نہ مان گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ کہ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا امیر المومنین کیا آپ فرمان رسول شم سیفک لا تفجعنا بنفسک واللہ لئن اصبنا بک لا یکون للاسلام نظاماً[1] کو فراموش کر بیٹھے ہیں یہ وہ فرمان ہے جو آپ کو جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا جبکہ آپ مسلمانوں کی نازک حالت کو دیکھکر کل مؤمن اخوۃ کے مطابق وفور ہمدردی حمایت اسلام اور حفاظت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر نیام سے تلوار نکالکر اپنی جان قربان کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے۔ اس حدیث کا سننا تھا۔ کہ آپ گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور صلاح و مشورہ کے بعد لشکر اسلام کو گیارہ حصوں میں تقسیم کر کے مختلف قبائل عرب کی تنبیہ و تادیب کیلئے اطراف عرب میں روانہ فرمایا۔ اور سرداران عساکر اسلام کو بزور ہدایت کر دی۔ کہ جبتک لوگ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو تسلیم نہ کر لیں۔ اور احکام اسلام کی پابندی کا اقرار نہ کر لیں۔ ان سے برابر جہاد کئے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے ایک ہی بات کے مان لینے پر تم سست پڑ جاؤ اور جدال و قتال سے ہاتھ اٹھا لو لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ اول ان کو کلمۃ الحق کی طرف بلاؤ۔

[1] تلوار کو نیام میں کرو۔ اور اپنی شہادت سے اسلام کو کمزور نہ کرو۔ خدا کی قسم اگر آپ کو کچھ ضرر پہنچا۔ تو نظام اسلام کا شیرازہ کھل جائے گا۔

Marfat.com

اگر وہ مان لیں تو ارشاد الٰہی فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم[1] کے مطابق ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔ اور اگر وہ نہ مانیں اور جنگ سے پیش آئیں تو ہرگز خوف نہ کھاؤ۔ اور وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین[2] کے مطابق اس وقت تک جدال و قتال سے باز نہ آؤ۔ جب تک وہ خدا کے حکم کو نہ مان لیں۔ یا تمہاری اطاعت قبول نہ کر لیں۔ چونکہ تم اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑو گے۔ اس واسطے وہ اپنے فرمان ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز کے مطابق تمہاری مدد کرے گا جیسے کہ آج سے پیشتر کئی بار کر چکا ہے۔

جنگ طلیحہ بن خویلد (مدعیٔ نبوت)

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی روانگی کے انتظام اور ہدایات سے فراغت حاصل کر چکے۔ تو آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار اعظم منتخب کر کے باقی تمام سرداران کو ان کے ماتحت کام کرنیکا حکم دے کر مرتدین کی سرکوبی کیلئے روانہ کر دیا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو بذات خاص براہ راست طلیحہ بن خویلد کی طرف روانہ فرمایا۔ کیونکہ طلیحہ خود بھی ایک نامور شہسوار اور اپنے قبیلے بنی اسد کا سپہ سالار تھا۔ اور وہ بنی اسد۔ بنی غطفان بنی ہوازن۔ بنی فزارہ وغیرہ وغیرہ اور کئی مرتد قبائل عرب کی جمعیت کے ساتھ ابھی تک نواح مدینۃ النبی میں مسلمانوں کو دھمکیاں دے رہا تھا۔ اسود عنسی مدعی نبوت کے ہمراہی بھی جو یمن میں اپنی کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا طلیحہ کے پاس آ آکر جمع ہو رہے تھے۔ اور دم بدم خطرہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

طلیحہ بنی اسد کی مشہور کثیر اور جنگجو قوم میں سے تھا۔ اور فن سپہ گری کے علاوہ علم نجوم میں بھی کچھ مہارت رکھتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اپنی ساری قوم کے ساتھ مسلمان ہو گیا تھا۔ فصاحت و بلاغت میں بھی کچھ کم نہ تھا ایک دفعہ حالت اسلام میں اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ کہ راہ میں تشنگی غالب ہوئی۔ چونکہ طلیحہ اس راہ سے خوب واقف تھا۔ اس لئے وہ اپنے ہمراہیوں کو کہنے لگا۔ کہ اکبر

---

[1] اور پھر اگر وہ توبہ کریں۔ نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے لگیں تو (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو)۔ اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالو

[2] اور ان سے یہاں تک لڑو۔ کہ دین کی خرابی نہ رہے۔ اور اللہ کا ایک دین ہو جائے۔ اگر مخالفت سے باز آجائیں۔ تو ان پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ مگر جو ظلم کریں۔

Marfat.com

علاً داخیوا میالا تجد وابلاً یعنے علال پر سوار ہو کر چند میل جاؤ گے تو پانی پاؤ گے چونکہ اس کے ہمراہی ناواقف راہ تھے۔ اس لئے جب انہوں نے طلیحہ کے کہنے کے بموجب پانی حاصل کر لیا۔ تو وہ اس بات کو طلیحہ کا ایک معجزہ سمجھنے لگے۔ اور اس کے معتقد ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ اس کی عزت و وقعت اس کی قوم کی نظروں میں بہت کچھ بڑھ گئی۔ بیچارا طلیحہ اپنی عزت و تعظیم دیکھ کر بہت کچھ مغرور ہو گیا۔ اور ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا تھا کہ طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور جب آپ نے وفات پائی اور دیگر قبائل عرب نے ارتداد اختیار کیا۔ تو طلیحہ کب خاموش رہ سکتا تھا۔ بیشمار لوگوں کو راہ راست سے بہکا دیا۔ چونکہ علم نجوم نیرنجات اور شعبدات سے تو واقف ہی تھا۔ اور فصیح اور بلیغ بھی کافی تھا لوگوں کو بہت سے شعبدے دکھا دکھا کر اپنی چرب زبانی اور لسانی سے گرویدہ بنا لیا چونکہ احکام اسلام کی قیود جاہل اعراب پر ابھی نئی نئی ہی عائد ہوئی تھیں۔ اور ابھی ان قیود سے مانوس نہ ہونے پائے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو اپنا مزید معتقد بنانے کے لئے شعار اسلامی کی بہت سی قیود کو باطل کر دیا۔ نماز میں سے رکوع و سجود کو تو بالکل اڑا دیا۔ اور زکوٰۃ بھی بند کر دی۔ اور وہ قبائل بھی جو کمی نماز اور معافی زکوٰۃ کے طالب تھے طلیحہ کے ساتھ مل گئے۔ عرب کا مشہور بہادر سردار عیینہ بن حصن الفزاری بھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بنی اسد وغیرہ میں عامل زکوٰۃ تھا۔ مرتد ہو کر معہ اپنی ساری قوم کے طلیحہ کے ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ اور قرۃ بن ہبیرہ القشیری کو بھی معہ اس کی ساری قوم کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سنتے ہی مدینۃ النبی کی طرف چڑھ دوڑے۔

خالد رضی اللہ عنہ نے جمادی الثانی ۱۱ سنہ ہجری المقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریباً دو اڑھائی ماہ بعد حسب الحکم خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آٹھ ہزار شیدائیان اسلام اور عاشقان سید خیر الانام کی معیت میں طلیحہ بن خویلد اسدی کے بالمقابل مقام بزاخہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اور حسب الارشاد دربار خلافت طلیحہ اور اس کے ہمراہیوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ اور طلیحہ کو بزور تاکید کی۔ کہ وہ ادعائے نبوت سے باز آئے اور سچے دل سے توبہ کر کے احکام اسلام کی پابندی اختیار کر لے۔ اور

Marfat.com

عوام الناس کو بہکا بہکا کر ان کے گناہوں کا ایک کثیر حصہ بھی اپنے ذمے نہ لے لیکن طلیحہ اور اسکے ہمراہیوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور تین دن اسی حیث بیث میں گزر گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے تیغ فولاد کی بجائے تیغ زبان سے بہت کچھ کام لیا۔ مگر پند و نصیحت کی ساری کوششیں نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ جوں جوں جنگ سے گریز کی گئی اور صبر و تحمل سے کام لیکر صرف دعوت اسلام پر اکتفا کیا۔ مخالفین کے تمرد میں اضافہ ہوتا گیا آخر نوبت باینجا رسید۔ کہ لشکر اسلام کے طلایہ دینے والے دو بزرگ افسروں ثابت بن اکرم انصاری اور عکاشہ بن محصن کو طلیحہ اور اس کے بھائی نے شہید کر دیا۔ پہرہ داروں کو شہید کرنا صریحاً اعلان جنگ تھا۔ کیونکہ پہرہ داروں کی شہادت خود طلیحہ اور اس کے بھائی کے ہاتھوں وقوع میں آئی۔ شاید مخالفین اپنی کثرت پر نازاں ہوں مگر خالد رضی اللہ عنہ جیسا بے نظیر شجاع اور مستقل مزاج مجاہد فی سبیل اللہ ان کی اس کثرت کو کب خاطر میں لا سکتا تھا۔ در آنحالیکہ اپنی بے نظیر جنگی شجاعت ولیاقت سے چار پانچ سو کی مٹھی بھر جمعیت کیساتھ لاکھوں کی افواج قاہرہ کو عالم غربت میں ناک چنے چبوا چکا تھا۔ اب تو بفضل اللہ آٹھ ہزار شیدائیان اسلام دین مقدس پر جان قربان کرنے کو طیار محض اشارہ کے منتظر تھے۔ اور اگرچہ خالد رضی اللہ عنہ کی غیور طبیعت امداد طلب کر کے سیف الٰہی کے خطاب کو بٹہ لگانا نہ چاہتی تھی۔ اگر خدانخواستہ مزید امداد کی ضرورت پیش بھی آجاتی تو دربار خلافت سے جھٹ پٹ مدد مل سکتی تھی۔ ان حالات کی موجودگی میں دشمنوں کی کثرت خالد رضی اللہ عنہ جیسے مستقل مزاج سپہ سالار کے دل پر کیا اثر ڈال سکتی تھی۔

پہرہ داروں کی شہادت کی خبر سننا تھا۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ کی غیور طبیعت نے ایک لمحہ کے توقف کو بھی گوارا نہ کیا۔ اور فوراً صف بندی شروع کر دی۔ خود قلب لشکر میں کھڑے ہوئے۔ اور میمنہ عدی بن حاتم طائی میسرہ زید الخیل اور مقدمۃ الجیش زبرقان کے سپرد کیا۔ طلیحہ کو اپنی جمعیت کثیر پر جس کی تعداد چند لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ بہت کچھ غرور تھا چنانچہ اس نے اپنی فوج کی سرداری عیینہ بن حصن الفزاری کے سپرد کی۔ اور خود مرتدین کی حوصلہ افزائی کے لئے حصول احکام الٰہی کی خاطر انتظار وحی کا بہانہ کر کے لشکر سے علیحدہ کمبل اوڑھ کر بظاہر مراقبہ میں چلا گیا۔ عیینہ بن حصن الفزاری نے صف بندی کرتے ہی مسلمانوں پر پے در پے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ سر توڑ اور متواتر حملوں کے اس نے بہتیری کوشش کی۔ ہزار سر پٹکا کہ کسی طرح اہل اسلام کی صف بندی ٹوٹ

Marfat.com

جائے۔ اور ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ لیکن ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ۔۔۔ ہر زمان از غیب جان دیگر است

کے مصداق جان نثاران اسلام جو رضائے آلہی کی خنجر سے شہید ہو کر مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کا نمونہ بن کر ہادی برحق سے الجنۃ تحت ظلل السیوف کی تعلیم حاصل کر چکے تھے مرتدین کے جابر و قاہر حملوں کی کیا حقیقت سمجھتے تھے۔ کفار نے دانت پیس پیس کر بڑی شدت اور پوری قوت کے ساتھ حملے کئے لیکن یاایہا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا کی موثر تعلیم کے باعث مجاہدین کے پائے ثبات کو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی۔ اور نہایت وقار اور آن کے ساتھ پہاڑ کی مانند کھڑے رہے جسطرح آب رواں کے تیز و تند طوفان پہاڑی ساحلوں سے ٹکرا ٹکرا کر منتشر ہو کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح کفار کا ٹڈی دل بھی اپنے ہر حملے کے بعد مجاہدین کی ہشتاتی صفوں سے ٹکرا ٹکرا کر نہایت خفت و شرمندگی کے ساتھ نقصان عظیم برداشت کر کے منتشر ہو کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ اور مخالفین کا ہر حملہ ؎

سمند ناز پر اک اور تازیانہ ہوا

کے مصداق مجاہدین کے شوق غزا۔ تمنائے شہادت اور جوش اسلامی کو پہلے سے دوچند کر جاتا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ کی نگاہ دونوں فوجوں میں یکساں کام کرتی تھی جس طرف دشمن کے حملے کا زور دیکھتے۔ یا مجاہدین میں کمزوری کے آثار نظر آتے۔ بلائے ناگہانی کی طرح بجلی کی سی تیزی کیساتھ وہاں پہنچتے۔ اور سیف آلہی کی کاٹ کے جوہر دکھا دکھا کر دشمن کو حیران و ششدر کر کے نقشہ جنگ کو بدل دیتے۔ اور ان کو مسلمانوں کی کمزوری سے کوئی فائدہ نہ اٹھانے دیتے۔ اور برق سوزاں کی طرح اپنے تیز و تند حملے سے ان کے خرمن جوش و ہوس کو تباہ و برباد کر کے بے نیل و مرام واپس ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ بڑے بڑے دل گردہ رکھنے والے بہادروں کو چشم زدن میں تلوار کی ایک معمولی سی حرکت کے ساتھ خاک ہلاکت پر ڈال دیتے تھے۔ اور ایک ادنیٰ سی جنبش سے سینکڑوں مرتدین کو پروانہ راہداری دے کر ابدالآباد کیلئے جہنم کی طرف بھیج دیتے۔ دوسری طرف۔ الجنۃ تحت ظلل السیوف کی جوشیلی گونج سے مجاہدین کو ترغیب جہاد دیتے۔ اور ان اللہ مع الصابرین کی سریلی آواز سے ان کے دلوں کو ڈھارس دیتے ؟

دوپہر تک اسیطرح ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ ہزاروں مرتدین قید حیات سے مخلصی حاصل

کر کے زندانِ دنیا کو خیر باد کہہ چکے۔ اگرچہ عیینہ بن الفزاری سپہ سالار افواج طلیحہ نے معہ اپنے حواریوں کے حقِ شجاعت ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ رہ رہ کر بڑی شدت وصولت کے ساتھ تیز وتند حملے کئے۔ لیکن فرمان ایزدی وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ کے مطابق ان کا جوش وخروش بہت کچھ دھیما پڑگیا۔ اور اپنے مقابلے میں مسلمانوں کو ویسا ہی ثابت قدم دیکھ کر سب کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور شکست کے آثار نظر آنے لگے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مرتدین میں ضعف کی علامات دیکھیں تو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا کی جوشیلی صدا کے ساتھ مجاہدین کو یکبارگی حملہ کرنیکا حکم دیدیا۔ حکم ملنے کی دیر تھی۔ کہ شیدائیان اسلام تلواریں سونت۔ نیزوں کو سنبھال مرکبوں کو تازیانے لگا تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے دفعتہً دشمنوں پر کود پڑے۔ اور داد شجاعت دینے لگے۔ تقریباً تین گھنٹے تک بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ زخمیوں کی چیخ پکار اور شور وشغب سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ راکب ومرکب لہولہان ہو رہے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو سنبھالتے۔ شیر ببر کی طرح دہاڑتے جدھر حملہ کرتے تھے۔ دشمنوں میں ایک قسم کی ابتری اور تزلزل برپا کر کے صفوں کی صفوں کو الٹ دیتے تھے۔ بہادر غازیوں کے تکبیر کے نعروں سے مرتدین کے اوسان خطا ہو جاتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے قدم قدم پر جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر طلبگاران شہادت اور شیدائیان اسلام سے عہدہ برآنہ ہو سکے تین گھنٹے کی گھمسان کی لڑائی کے بعد مخالفین از حد بیدل ہو گئے۔ اور شمشیر اسلام کی کاٹ سے مرعوب ہو کر مورچے پر مورچہ چھوڑنے لگے۔ اور آخر کار منچلے غازیوں کی متواتر پیش قدمی بڑھتے ہوئے جوش اسلامی اور شمشیر خالدی کی ضربوں کو روک سکنے کی ہمت نہ دیکھ کر بے تحاشا بھاگنے لگے مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا۔ اور ہزاروں مرتدین اسیر کر کے دربار خلافت میں پیش کئے گئے۔ عیینہ بن حصن الفزاری بھی اسیران میں شامل تھا۔ دربار خلافت نے بجائے اس کے کہ اسیران کو ان کے جرم بغاوت کی سزا

سلہ (اے کافرو) یہ جانتے رہو کہ تم اللہ کو نہیں تھکا سکتے۔ اور اللہ تعالےٰ کافروں کو ذلیل کرنیوالا ہے۔

سلہ جو لوگ ایماندار ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اور جو کافر ہیں۔ وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ بیشک شیطان کا مکروفریب کمزور ہے (وہ ضرور شکست کھائینگے)

Marfat.com

دی جاتی عفو سے کام لیا، اور نہ صرف یہی کہ جان بخشی کر کے آزاد کر دیا گیا۔ بلکہ اور کئی احسان کئے گئے۔ اور آزادی حاصل کرنے کے بعد ان میں سے اکثر از سر نو اسلام لے آئے۔

ایسے وقت میں جبکہ شمشیر خالدی نے اپنے جوہر دکھا دکھا کر جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور عیینہ بن حصین الفزاری کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اور کثرت سپاہ کا سارا غرور خاک میں مل گیا۔ تو اس نے مدعی نبوت طلیحہ سے جو لشکر سے علیحدہ کمبل اوڑھے منتظر وحی بیٹھا تھا پوچھا کہ حضرت فرمایئے اب کیا ارشاد ہے۔ یہاں تو نقشہ جنگ بھی بدل چکا ہے۔ اور ساری آرزوئیں دل میں رہتی نظر آتی ہیں۔ وحی کیا حکم لایا ہے۔ اول اول تو طلیحہ خاموش رہا۔ اور کہتا رہا۔ کہ ابھی تک کوئی حکم نہیں پہنچا۔ لیکن جب مکمل شکست کے آثار ظاہر ہونے پر عیینہ بن الفزاری نے بہت سا اصرار کیا۔ تو کہنے لگا مجھے یہ حکم پہنچا ہے۔ کہ ان لک رحی کرحاہ وحدیثا لاتنساہ۔ یعنی تیری امید بھی اس کی امید جیسی ہوگی۔ اور یہ بات بھولنے کے قابل نہ ہوگی۔ اس حدیث کے سنتے ہی عیینہ نے کہا کہ بیشک آج کی خفت و بدنامی بھولنے کے قابل نہیں ہے۔ مدعی نبوت طلیحہ جو شام و عراق کو فتح کر کے اس پر حکومت کرنے کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ اس حکم آلہی کے بیان کرنے کے بعد موقعہ پا کر بحسرت و یاس۔

نہیں ہے سینہ مجروح کم شہیداں سے
تمنائیں جو تھیں دل میں ہوئی ہیں سب کی قربانی

پڑھتا ہوا بیوی سمیت شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اپنی گذشتہ بداعمالیوں سے توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گیا۔ اور جس قدر خرابی اس نے دین اسلام میں پیدا کی تھی۔ توبہ کرنے کے بعد اس سے زیادہ اسلام کی خدمت بجا لایا۔ اور ایران کے ایک مشہور و معروف معرکہ نہاوند میں داد شجاعت دیتا ہوا جام شہادت نوش کر کے سیار جناں ہوا۔

جنگ سلمیٰ بنت مالک

فتح طلیحہ بن خویلد کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے سلمہ بنت مالک کی طرف عنان توجہ کو پھیرا۔ یہ ایک خونخوار اور چالاک عورت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ بھی مرتد ہو گئی۔ اور بہت سے لوگوں

Marfat.com

کو اپنی چالاکی کے ساتھ مرتد کر دیا جس میں اس کے حسن کا بہت کچھ دخل تھا۔ فصاحت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسن بھی کمال دیا تھا۔ اسلئے لوگوں کو مرتد کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہو گئی۔ طلیحہ کے شکست خوردہ آدمی بھی بہت کچھ اس کے ساتھ آملے اور مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرأت کر کے آگے بڑھ کر حوادب میں اپنا قیام کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے آتے ہی اسلام کی طرف بلایا۔ مگر چھوٹتے ہی سلمٰی نے لڑائی کا پیغام دیدیا اور اقرار اسلام سے انکار کر دیا۔ چنانچہ طرفین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ باوجودیکہ سلمٰی اور اس کے ہمراہی بڑی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی شجاعت نے کوئی کام نہ دیا۔ سلمٰی بنت مالک کے قتل ہونے سے ہی تمام فوج نے بے تحاشا راہ فرار اختیار کی۔ تعاقب میں بہت سے مارے گئے۔ اور بہت سے قید کر لیے گئے جن کو تجدید اسلام کرنے پر چھوڑ دیا گیا۔

جب قرۃ بن ہبیرہ القشیری نے جو جنگ طلیحہ میں مسلمانوں کے ساتھ لڑ چکا تھا طلیحہ اور سلمٰی کے انجام اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے زور کو دیکھا۔ تو اس نے ڈر کر خود بخود معہ اپنی قوم کے اطاعت اور تجدید اسلام کا پیغام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجدیا۔ اگرچہ قرۃ بن ہبیرہ مرتد ہو کر مسلمانوں اور اسلام کو بہت سا نقصان پہنچا چکا تھا۔ اور نہ صرف خود ہی مرتد ہوا تھا۔ بلکہ اپنی قوم کو بھی مرتد کر دیا۔ لیکن اس کے اطاعت کرنے پر خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی خطاؤں سے کامل چشم پوشی کر لی۔ اور ان کے مال و املاک کو بدستور انہی کے قبضے میں رہنے دیا گیا۔ اور کسی قسم کا کوئی تاوان وغیرہ وصول نہیں کیا گیا۔

قتل مالک بن نویرہ تمیمی

پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر تمام عرب سوائے بنی ثقیف اور قریش کے مرتد ہو گیا تھا۔ اور ان کی سرکوبی کے لئے خلیفۃ المسلمین نے اطراف واکناف عرب میں لشکر اسلام کو روانہ کیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ بن خویلد الاسدی اور سلمٰی بنت مالک کی جنگوں میں فتح پانے اور ان قوموں میں از سر نو رواج اسلام کو قائم کرنے کے بعد بنی تمیم کی طرف توجہ فرمائی۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر سنتے ہی اس قوم کے سردار مالک بن نویرہ نے جو آنحضرت کی طرف سے

Marfat.com

زکوٰۃ اور صدقات کے وصول کرنے کا عامل بھی تھا جمع شدہ مال زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ اپنی قوم کو واپس کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ اب اسلام کی غلامی سے تمہاری گردنیں آزاد ہو گئی ہیں غرض اس قسم کے اعلان کر کے ساری قوم کو مرتد کر دیا۔ مالک کی عورت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خوشی میں جشن عام کیا۔ اور حنا بندی کی۔ مالک نے اپنی ایک منکوحہ عورت کو جو مرتد نہ ہوئی طلاق دے کر قید کر دیا۔ اور خود معہ اپنی تمام قوم کے سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت کے ساتھ جا ملا۔

خالد رضی اللہ عنہ نے چند مسلمانوں کو اس قوم کی طرف بھیجا۔ کہ وہ جا کر بنی تمیم کی اسلامی حالت کو معلوم کریں۔ چنانچہ دریافت کنندہ مسلمان بارہ شخصوں کو بنی تمیم سے اپنے ہمراہ لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے، قوم کا سردار مالک بن نویرہ بھی انہی بارہ شخصوں میں تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب اپنے آدمیوں سے انکے اسلام کی حالت دریافت کی تو صرف ایک شخص نے ان کے اسلام کی شہادت دی۔ اور باقی ساری شہادتیں انکے ارتداد کو ثابت کرتی تھیں۔ خالد رضی اللہ عنہ بھی متردد ہی تھے۔ اور کوئی فیصلہ نہ کرنے پائے تھے۔ کہ اثنائے گفتگو میں مالک بن نویرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت کہا۔ کہ یقول رجلکم کذا وکذا۔ یعنے تمہارے مرد نے یوں کہا ہے۔ حضرت خالد نے مالک کو فرمایا۔ کہ تم پیغمبر کی شان میں رجلکم کا لفظ بول رہے ہو کیا وہ تمہارے پیغمبر نہیں تھے؟ تم رجلنا کیوں نہیں کہتے۔ لیکن مالک نے پھر بار بار رجلکم کے لفظ کا ہی اعادہ کیا۔

سوچنے کا مقام ہے۔ کہ جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کو آج کل کا ایک ادنے سے ادنے مسلمان گوارا نہیں کر سکتا تو خالدؓ جیسا شیدائی اسلام جو اپنی زندگی کو اسلام کے لئے وقف کر چکا تھا۔ اور عشق ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کشتہ ہو کر فنا فی الرسول کا درجہ حاصل کر چکا تھا پیغمبر کی توہین اور انکار کو خود اپنے کانوں سے کس طرح سن سکتا تھا۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ کے بار بار سمجھانے اور پوچھنے کے بعد جب مالک نے رجلکم کے لفظ کو نہ چھوڑا۔ اور رجلنا کا استعمال نہ کر کے پیغمبر سے انکار کر دیا تو بفحوائے من بدل دینہ ولم یتب فاقتلوہ۔ (یعنے جس مسلمان نے مذہب کو بدل دیا۔ اور توبہ نہ کی اس کو قتل کر دو۔) مالک بن نویرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پرجوش صحابی ضرار بن الازورؓ کے ایک ہی تلے ہوئے ہاتھ نے واصل جہنم کر دیا۔

بعد قتل مالک بن نویرہ اس کا بھائی مدینہ منورہ میں آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فریادی ہوا کیونکہ مالک کی کسی زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گہری دوستی تھی۔ مالک مقتول کے بھائی نے بیان کیا۔ کہ مالک کو بحالت اسلام مار اگیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کل مومن اخوۃ کے مطابق جوش ہمدردی اور انصاف سے متاثر ہوکر دربار خلافت میں خالد رضی اللہ عنہ کے برخلاف دعوٰی دائر کر دیا۔ اور خالدؓ کو ایک مسلمان کے قتل کا ملزم ٹھہرا کر ان کو معزول کرنے اور سزا دلوانے کی بزور رائے دی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو تن تنہا میدان جنگ سے طلب فرمایا۔ اور جواب طلب کیا جب آپ دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سارا واقعہ من وعن بیان کیا جس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر مالک کا مرتد ہونا متحقق ہو گیا چنانچہ خلیفہ اسلام نے مالک مقتول کے بھائی کا دعوےٰ خارج کر دیا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو مقدمہ قتل سے بری کر کے بدستور اسی عہدہ پر میدان جنگ میں بھیجدیا۔

باوجود دربار خلافت سے بری ہو جانے کے بہت سے کج فہم پھر بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مالک بن نویرہ کے قتل کے الزام سے بری نہیں سمجھتے۔ اور فیصلہ خلافت سے انکار کرکے اپنی عاقبت کو تباہ کرتے ہیں معترضین کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مالک کا قتل محض توہین و انکار پیغمبر کے باعث کیا گیا۔ اور سوائے اسلام کے اور کوئی ذاتی غرض اس قتل میں نہاں نہیں تھی۔ یہ واقعہ بالکل اسی واقعہ کے مشابہ ہے۔ جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں واقعہ ہوا تھا۔ اور وہ اسی طرح پر ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ دربار رسالت میں پیش ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا لیکن مسلمان راضی نہ ہوا۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاکر مکرر فیصلہ کرانے کا خواہشمند ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا۔ کہ ایک مسلمان پیغمبر کے فیصلے سے انکار کرتا ہے۔ تو فوراً تلوار نکال کر ایک ہی وار میں مسلمان کا کام تمام کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ پیغمبر کے فیصلے سے انکار خود اللہ کا انکار ہے۔ کیونکہ پیغمبر جو کچھ کرتا ہے۔ اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ اور جو کوئی خدا اور رسول کو نہ مانے اس کی سزا قتل ہے۔ کیونکہ وہ مرتد ہے۔ اور مرتد کا قتل اسلام میں فرض اولین ہے۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمایت اسلام میں پیغمبر کی توہین کو گوارا نہ کرکے ایک

مسلمان کو قتل کر دیا۔ اور ان سے قصاص نہ لیا گیا۔ اس طرح حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بری کر دیا گیا۔ کیونکہ یہاں تو خود مالک نے بار بار صاحبکم کا لفظ استعمال کر کے پیغمبر کی توہین اور انکار کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض پیغمبر کے فیصلے سے ناراض ہونے پر ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔

اسی واقعہ کے متعلق متعصبین خالد رضی اللہ عنہ پر ایک اور الزام لگاتے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کو قتل کر کے اس کی مطلقہ عورت کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور اسواسطے مالک کو قتل کیا گیا تھا لیکن انکا یہ اعتراض بھی بالکل لغو اور فضول ہے۔ کیونکہ اول تو مالک اپنی عورت کو بوجہ اس کے مرتد نہ ہونے کے طلاق دے چکا تھا۔ اور از روئے شرع اسلام مسلمان عورت مرتد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لئے اگر خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا بھی تو یہ کوئی غیر مشروع کام نہیں تھا۔ نیز جب مالک اپنی عورت کو طلاق دے چکا تھا۔ اور اس سے قطع تعلق کر چکا تھا۔ تو پھر حیرانی ہے کہ کج فہم لوگ کیوں اسی عورت کو وجہ قتل مالک بیان کر کے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں۔ کیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ مالک کی زندگی میں جبکہ وہ طلاق دے کر تعلقات زوجیت قطع کر چکا تھا۔ اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتے تھے؟

مُسیلمہ کذّاب

مسیلمہ کذاب بن حبیب ایک جہاندیدہ شخص تھا۔ علم نجوم وغیرہ میں بھی کسی قدر دستگاہ رکھتا تھا۔ اور عجم و عراق میں قبول اسلام سے پیشتر کئی مرتبہ حصول نجوم کے لئے سیر و سیاحت کر چکا تھا۔ اپنی قوم بنی حنیف کا سردار تھا۔ جو کہ مکہ کی شرقی جانب ایک نہایت وسیع اور زرخیز علاقے موسومہ صوبہ یمامہ میں کثرت کے ساتھ آباد تھی۔ یہ قوم بڑی جنگجو اور ربیع بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد میں سے تھی۔ مسیلمہ اپنی قوم کے ساتھ عہد رسولی میں خود مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تھا۔ ابھی قبول اسلام کے بعد اپنے وطن کو واپس نہ گیا تھا۔ کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ کہ یا رسول اللہ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں۔ کیونکہ بمقابلہ دیگر اہل عرب کے میرے پاس جمعیت کثیر۔ مال فراواں اور سامان جنگ بیشمار ہے۔ آپ کے بعد نظام اسلام کو میں یقیناً

قایم رکھ سکوں گا۔

چونکہ آپ کو اللہ تعالے نے محض خلقت کی ہدایت کیلئے مامور فرمایا تھا۔ اور یہ مسیلمہ کی درخواست قایم مقامی آپ کی منشائے بعثت اور اسلام کے منافی تھی۔ اس لئے آپ نے مسیلمہ کی اس درخواست کو حقارت کے ساتھ رد کر دیا۔ آپ کی جانشینی کا وہی شخص حقدار ہوسکتا تھا۔ جو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ فرمان ایزدی کا مصداق ہوتا۔ اور اس فرمان آلہی کے مصداق مسیلمہ سے لاکھوں درجہ بڑھ چڑھ کر کئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خشک اور کورے کرارے جواب پر وہ دم بخود ہو گیا۔ در حقیقت اس کو اپنی ریاست وسلطنت اور فوج کی کثرت پر بہت کچھ غرور تھا۔ اور اس کو امید تھی۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میری شان وشوکت سے واقف ہوکر مجھے ضرور اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں گے۔ لیکن اس بیچارے کو کیا معلوم تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں دنیاوی جاہ وحشمت بالکل کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ بلکہ آپ کی نظروں میں ایک قلاش ومفلس مگر پاکباز نیک و ایماندار مسلمان کی عزت و وقعت تاج سکندری سے کہیں زیادہ ہے۔ مسیلمہ اس مایوسی بخش جواب کو سننے کے بعد چپ چاپ واپس اپنے وطن یمامہ میں آگیا۔ اور آتے ہی لوگوں کو جھوٹ موٹ کہنے لگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیا ہے۔ اور لوگوں کو اپنی بات کا مزید یقین دلانے کی غرض سے ایک خط خدمت نبوی میں بدیں مضمون ارسال کیا۔ کہ چونکہ آپ نے مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیا ہے۔ اس واسطے مجھے آدھا ملک عرب بھی بخشد یجئے۔ مسیلمہ کے اس خط اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کا ذکر مرتدین عرب پر فوجکشی کے ضمن میں ابتدائی سطروں میں کیا جاچکا ہے۔ مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصل جواب کو لوگوں پر ظاہر نہ کیا۔ بلکہ ایک اور جعلی خط بنا کر جس میں نبوت کی شراکت کے باعث ملک عرب کی بھی نصف بادشاہی کا تذکرہ تھا بہت سے دیگر قبائل عرب کو بھی اپنا مطیع ومنقاد بنالیا۔

اس اثنا میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی۔ اور قبائل عرب نے ارتداد اختیار کرلیا۔ تو مسیلمہ کو اور بہت سا اچھا موقع مل گیا۔ اور اس نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اسی وقت میں ایک اور عورت مسماۃ سجاح بنت حارث نے نواح

Marfat.com

نے دعویٰ نبوت کو درست کیا اور مسلمانوں کے مقابلہ سے ہٹ کر اس نے مسیلمہ کذاب سے ملاقات کی ٹھان لی کیونکہ اول اول مسلمانوں کی نسبت مسیلمہ کے حریص اور لالچی تابعداروں کے ساتھ مقابلہ بہتر اس کو آسان نظر آتا تھا۔ مسیلمہ کو جو ایک دور اندیش شخص تھا جب مسماۃ سجاح کے ارادے کی خبر پہنچی تو اس نے بنت حارث سجاح سے ملاقات کرنے اور عرض معروض کی خواہش ظاہر کی۔ امیدوار ہے کہ آپ سجاح کے مقابلہ میں بہت کچھ حقیر اور عاجز جان کر بہت کچھ تحفے تحائف سجاح کے پاس روانہ کیے۔ جب سجاح کو مسیلمہ کے تحفے اور خط ملاقات پہنچا تو اس نے فوراً قبول کر لیا۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب نے ایک نہایت پرتکلف خیمہ نصب کر دیا۔ جس میں ہر قسم کے اسباب شہوت انگیز مہیا کر دیے۔ جب مسماۃ سجاح ملاقات کے خیمہ میں داخل ہوئی تو دیکھتے ہی از خود رفتہ ہو گئی۔ مسیلمہ کی خوش رنگی نے اور غضب ڈھا دیا۔ آخر کار راز و نیاز کی گفتگو ہونے لگی اور ایک دوسرے کے عاشق ہو گئے۔ مسیلمہ تو ایسے موقع کی تاڑ میں ہی تھا۔ سجاح کو بیخود دیکھ کر جھٹ سجاح کو پیغام دے دیا اور باتوں ہی باتوں میں بغیر وکیل و گواہان ملاقات تخلیہ کے خیمہ میں دونوں نے آپس میں نکاح پڑھ لیا۔ سجاح کا مہر یہ مقرر ہوا کہ صبح و عشاء کی نماز معاف کی گئی۔ اس ملک کی نصف پیداوار بھی سجاح کو دیے جانے کا وعدہ کیا گیا۔

جب مسیلمہ کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو گئی۔ اور سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت مسیلمہ کذاب کی بیاہتی بیوی بن گئی۔ تو اس نے ادھر ادھر اور ہاتھ پاؤں مار کر دوسرے لوگوں کو بھی ساتھ ملانا چاہا۔ جو سب کے سامنے بھگوڑے بھی مسیلمہ کے گرد جمع ہوئے۔ سجاح کی بہت سی مسلح فوج مسیلمہ کی اپنی فوج بن گئی۔ خود اس کی اپنی فوج ایک کثیر تعداد میں تھی۔ ادھر ادھر کی زٹلیات اور لغویات کا نام اس نے وحی رکھا۔ اور کئی شعبدات دکھا دکھا کر لاکھوں کو اپنا مرید بنا لیا۔ نماز کی معافی۔ زکوٰۃ کی بندش اور شراب فسق و فجور وغیرہ وغیرہ کو شروع کر دینے سے اور ہزاروں لوگ جو قیود اسلامی سے ابھی مانوس نہ ہونے پائے تھے۔ اس کے معتقد بن گئے۔ خاندانی رسوخ اور آبائی ریاست کے دباؤ نے مسیلمہ کو تکمیل مقاصد میں بہت کچھ کامیابی کا منہ دکھایا۔ اور اس کی جمعیت لاکھوں تک پہنچ گئی۔ جس کے باعث وہ بہت کچھ مغرور ہو گیا۔ اور اپنی نظروں میں مسلمانوں کو بالکل حقیر اور بے حقیقت سمجھنے لگا۔ نیز وہ ایک مختصر سے اسلامی دستے کو بھی جو حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تھا شکست دے چکا تھا جس کی کیفیت اس طرح پر ہے۔ کہ جب اول اول حضرت

Marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مختلف اطراف واکناف میں مرتدین کی سرکوبی کے لیے لشکر اسلام کو بھیجا تھا۔ اس وقت حضرت عکرمہ بن ابوجہل کو مسیلمہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور حکم دیا گیا تھا۔ کہ جب تک شرجیل رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں کاتب وحی تھے۔ کمکی فوج لے کر تمہارے پاس نہ پہنچ جائیں۔ اس وقت تک مسیلمہ سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ مگر عکرمہ رضی اللہ عنہ ایک جلد باز اور نڈر بہادر تھے۔ انہوں نے جوش تہور میں خلیفہ کے احکام کے مطابق کمکی فوج کی انتظار نہ کی۔ اور اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی مسیلمہ سے دُو بدُو ہو گئے۔ اور آخرکار نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا۔ عکرمہ کو یہ ناکامی محض اس واسطے حاصل ہوئی تھی۔ کہ انہوں نے خلیفہ کے احکام کی پرواہ نہ کی۔ اگر وہ کمکی فوج پہنچ جانے پر حملہ کرتے۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ مسلمان پیچھے ہٹ آتے۔ اور کامیابی کا منہ نہ دیکھتے۔

غرض مسیلمہ اپنی طاقت پر نازاں اور اس معمولی سی فتح کے باعث مسلمانوں کو ہیچ خیال کرنے لگا۔ اور اسی واسطے اس نے اپنی قوم کے ان عقلمند اشخاص کو جنہوں نے مسیلمہ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا۔ نہایت بیدردی اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیا۔ اسی طرح دیگر قبائل کے معدودے چند اشخاص کو بھی جنہوں نے ارتداد اختیار نہیں کیا۔ نہایت دغا کے ساتھ تختہ مشق ستم بنا بنا کر طرح طرح کے عذابوں سے شہید کر دیا۔ اور عقائد باطلہ اور کفر و ضلالت کی تشہیر و ترویج علانیہ نہایت دھڑلے سے کرنے لگا۔

دربار خلافت میں یہ خبریں روزانہ پہنچ رہی تھیں۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ کو طلیحہ وغیرہ کی طرف سے فراغت پاتے ہی دربار خلافت نے یمامہ کی طرف جا کر مسیلمہ کو راہ راست پر لانے کا حکم دیا۔ اور حسب دستور حکمنامہ میں اس امر کی تاکید کی گئی تھی۔ کہ اول مسیلمہ کو راہ حق کی طرف بلاؤ۔ اور اگر وہ اپنے عقائد فاسدہ اور گمراہی و ضلالت سے باز نہ آئے۔ تو فرمان رسول من بدل دینہ ولم یتب فاقتلوہ کے مطابق اس سے جنگ کرو۔ اور کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ اور شہید مظلوم مسلمانوں کا انتقام لو۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے سنتے ہی یمامہ کی طرف کوچ فرمایا۔ اور یلغار کرتا ہوا جھٹ پٹ یمامہ میں جا پہنچا۔ اور مسیلمہ کذاب کے بالمقابل ڈیرے ڈال دیئے۔ آپ کے ہمراہ صرف تیرہ ہزار مجاہدین تھے۔ جو چند ماہ سے برابر جنگ اور سفر کی تکالیف برداشت کر رہے تھے۔ برخلاف اسکے مسیلمہ کے پاس

Marfat.com

لاکھوں کی تعداد میں تازہ دم لشکر جرار موجود تھا۔ اور صرف اس کے مقدمۃ الجیش میں چالیس ہزار سوار تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جاتے ہی مسیلمہ کو نہایت نرمی و ملاطفت کیساتھ کلمہ حق کی طرف بلایا۔ اور کہا کہ صرف ترک شرک و ضلالت ہی تمہارے سابقہ گناہوں کا کافی کفارہ ہوگا۔ اور تمہیں ان بدعنوانیوں کے عوض کوئی سزا نہ دیجائیگی۔ اور نہ ہی آبائی ریاست اور قوم کے ساتھ کوئی کسی قسم کا تعرض کیا جائیگا۔ مگر مسیلمہ نے صاف انکار کر دیا۔ انکار کے بعد بھی ایک دو دفعہ پند و نصائح سے کام لیا۔ مگر طلیحہ بن خویلد الاسدی کی طرح جوں جوں پند و نصائح سے کام لیا گیا وہ زیادہ بگڑتا گیا۔ اور اس کی سرکشی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اول تو وہ یونہی مغرور ہو رہا تھا۔ اس پر مسلمانوں کی قلت اور نرمی و ملاطفت کو دیکھ کر وہ اور مغرور ہو گیا۔ اور اپنے عقاید باطلہ پر نہایت ضد اور سختی سے جما رہا۔ اور اپنے لشکر کو ترتیب دیکر مسلمانوں کے بالمقابل لا کھڑا کیا جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اور دیکھا کہ وہ اسلام کے استیصال پر تلا ہوا ہے۔ اور دین الٰہی کو مٹانا چاہتا ہے۔ تو آپ نے بھی اللہ کے بھروسے پر مجاہدین کو صف بندی کا حکم دیدیا۔ میمنہ پر زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ میسرہ پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے خود قلب لشکر میں کھڑے ہوئے۔ اور مقدمۃ الجیش کی سالاری اپنے چند ایک رشتہ داران بنی مخزوم کے سپرد کر کے اس طرح تقریر کی۔

اے حلقہ بگوشان اسلام۔ و جان نثاران رسول انام۔ تم کو معلوم ہے کہ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ کے مطابق ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے لیکن کمبخت مسیلمہ کثرت فوج کے باعث کچھ ایسا سرکش ہو رہا ہے۔ کہ اس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی جوں جوں نرمی و ملاطفت سے کام لیا گیا۔ اس کی بیحیائی اور ڈھٹائی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور اپنی الٹی کھوپڑی کی بدولت ہماری پند و نصائح اور نرمی کو ہماری بزدلی پر محمول کرتا گیا۔ اور آخر کار اپنی فوج کو ترتیب دیکر ہمارے سامنے لا کھڑا کیا۔ اور اب کوئی دم میں حملہ کیا چاہتا ہے۔ وہ کمبخت اسلام کے استیصال پر تلا ہوا ہے۔ اور توحید و رسالت کو دنیا سے ہمیشہ کیلئے مٹا دینا چاہتا ہے جس کو کوئی شیدائی اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ مجھے تمہاری غیرت اسلامی سے قوی امید ہے۔ کہ تم سب اپنے ان مبارک ہاتھوں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیعت رضوان کا شرف حاصل کر کے بارگاہ ایزدی سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

کا مبارک خطاب حاصل کر چکے ہیں۔ اور پیشتر ازیں بارہا اسلامی تلوار کے جوہر دکھا دکھا کر اعلائے کلمۃ الحق کر چکے ہیں۔ آج بھی حسب دستور و اقتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ۱؎ کے مطابق کفر و شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑ دو گے۔ اور فرمان ایزدی فخذوھم واقتلوھم حیث ثقفتموھم واولئک جعلنا لکم علیھم سلطانا مبینا کی بدل و جان تعمیل کر کے اپنے ان بیگناہ بھائیوں کے خون کا انتقام لیکر جن کو صرف اسلام نہ چھوڑنے کے جرم میں انواع و اقسام کا عذاب دیکر شہید کیا گیا۔ یرید اللہ۲؎ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکفرین لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون کی صداقت ثابت کر دکھاؤ گے۔ اور دنیا پر ثابت کر دو گے۔ کہ خالصاً للہ مجاہدین کے جوش کو دنیا کی کوئی طاقت دبا نہیں سکتی۔ اور نہ ہی دنیا کی کوئی قوم انکو مغلوب کر سکتی ہے۔ اگرچہ بمقابلہ دشمن تمہاری جمعیت بہت قلیل ہے اور آٹے میں نمک کی مثال بھی نہیں لیکن یاد رکھو کہ فتح و شکست کچھ کثرت و قلت پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ فتح یا شکست اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک رسول کی معرفت تم کو بتلا چکا ہے۔ کہ وما النصر۳؎ الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور تم آج سے پہلے کئی بار باوجود نہایت قلیل تعداد ہونیکے بیشمار دشمنوں پر نمایاں فتوحات حاصل کر چکے ہو۔ پس تم دشمن کی کثرت کو خیال میں نہ لاؤ۔ اور استقلال اور صبر کے ساتھ میدان قتال میں مضبوطی سے قدم جمائے رکھو۔ ان اللہ مع الصابرین کے مطابق اللہ تعالیٰ ضرور تمہارے شامل حال ہوگا۔ اور چونکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ [illegible] نے کیلئے تیار ہوئے ہو۔ اور اس کے پاک دین پر جانوں کو قربان کرنے کیلئے رضامند ہو۔ پس اللہ تعالیٰ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز کے مطابق ضرور فتح و نصرت عطا کریگا۔

اے فیض یافتگان رسالت اور آرزو مندان شہادت اپنے آقا و مولا جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان۴؎ لایزال ھذا الدین ظاھرا علی کل من ناداہ حتی تقوم الساعۃ واھلہ الظاھرون پر یقین رکھو۔ تم کبھی شکست نہیں اٹھا سکتے پس دشمن

۱؎ ان کافروں اور مشرکوں سے یہانتک لڑو۔ کہ دین کی خرابی مٹ جائے اور اللہ کا ایک دین ہو جائے

۲؎۔ خدا چاہے کہ دین حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑھ کاٹ دیوے تاکہ دین اسلام کو ظاہر کرے اور کفر و شرک کو باطل کرے خواہ دشمن اسکو برا تصور کریں ۳؎ فتح اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے جو سب پر غالب حکمت والا ہے ۴؎ فرمایا ہے رسول صلعم نے کہ دین اسلام اپنے ہر مخالف پر تا قیامت ہمیشہ غالب رہیگا بشرطیکہ مسلمان حقیقت میں مسلمان ہوں۔

کی کثرت یا قلت تمہاری نظروں میں بے حقیقت ہونی چاہیئے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت تم سب پر عیاں ہے۔ جو ایک ایسی سوداگری ہے جس میں دونوں طرح فائدہ ہی فائدہ ہے مر گئے۔ تو شہید ہو کر اللہ تعالےٰ کے مہمان اور جو زندہ رہے تو غازی کا معزز خطاب۔ اب آخر میں عنایت یزدانی کے بعد تمہاری غیرت اسلامی اور قوت بازو پر بھروسہ رکھتا ہوا اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین ۰ اس کے سنتے ہی چاروں طرف بڑے جوش و خروش کے ساتھ آمین ثم آمین کے نعرے بلند ہوئے۔

ابھی سپہ سالار اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تقریر سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ مسیلمہ نے اپنی صف بندی کے بعد اہل اسلام پر ایک عام حملہ کر دیا۔ چونکہ فوج خالدی ہر وقت کیل کانٹے سے تیار رہتی تھی۔ اس واسطے مسلمانوں نے بھی پورے استقلال کے ساتھ مسیلمہ کذاب کے حملے کو روک دیا۔ اور اس پہلے ہی حملے میں تین سو مسلمان شہید ہو گئے چونکہ اس حملے میں مسیلمہ کذاب کا مشیر وصلاح کار وزیر محکم بن طفیل بھی مع اپنے بیشمار ہمراہیوں کے واصل جہنم ہو گیا تھا۔ اس لئے مسیلمہ نے اپنے وزیر کی موت کے باعث بڑے جوش میں آکر پھر ایک سخت حملہ کیا جس میں اسی مسلمان داخل جناں ہوئے۔ دوسرا حملہ اسقدر تندی و تیزی اور جوش میں کیا گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کے کئی ایک مورچے چھن گئے۔ اور ایک حصہ فوج کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جن کی نگاہ دونوں فوجوں میں ہمیشہ یکساں کام کرتی رہی ہے۔ مسلمانوں کے مورچوں کے چھن جانے کو کب دیکھ سکتے تھے۔ فوراً اپنی قلب کی فوج کے ساتھ ایسی تیزی و تندی سے حملہ آور ہوئے۔ کہ مخالفین کو حواس باختہ کر کے مفتوحہ مورچے خالی کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور خالی کرا کے چھوڑے۔

مسیلمہ نے یہ حال دیکھ کر تازہ دم فوجوں کے ساتھ حملہ کا تانتا باندھ دیا۔ خود ننگے سر دعا مانگتا تھا۔ اور فوج کو حوصلہ دیتا جاتا تھا۔ مخالفین کے متواتر حملوں کی تیزی و تندی کا یہ عالم تھا۔ کہ اسلامی فوج کے ایک حصے کو پھر مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جب ایک حصہ فوج کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔ تو پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ومن یولھم[۱] یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء

[۱] جو مسلمان کفار کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر یگا سوا اسکے کہ دشمن کو دھوکا دینے کی نیت ہو یا کوئی جنگی کرتب (بقیہ صفحہ)

Marfat.com

بغضب من اللہ و ماوٰنہ جہنم و بئس المصیرہ کی دل ہلا دینے والی خدائے پاک کی مہیب کلام سنائی جس کو سن کر مسلمان فوراً اپنی اپنی جگہ پر قایم ہو گئے۔ اور امیر لشکر کے ثبات و استقلال کو دیکھ کر کفار پر ٹوٹ پڑے لیکن دشمن کی کثرت اور تازہ دم فوجوں کے متواتر حملوں نے کوئی معتدبہ فائدہ اٹھانے نہ دیا۔ مسلمان اب تک دفاعی طور پر لڑ رہے تھے۔ اور اس عرصہ میں کئی بار مخالفین نے اپنی تیزی و تندی سے مسلمانوں کو ان کے مورچوں سے نکال دیا۔ اور ہر بار بنظیر شجاعت، اور استقلال کیساتھ مسلمانوں نے اپنے چھینے ہوئے مورچوں کو واپس لیا۔ گھنٹوں تک یہی کشمکش کا عالم رہا۔ اگرچہ کفار کی تازہ دم افواج ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اور بڑھ بڑھ کر بہ حالت شدت و صولت کیساتھ حملے کرتے تھے جبکہ جواب مسلمانوں کی وہی درماندہ اور بچی کچھی فوج دیتی تھی۔ جو کچھ عرصے سے دن رات برابر جنگ میں مصروف پیکار تھی۔ اور کہ اس کو نیند بھر سونا اور سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ لیکن آخر کار کفار نے اپنی جانبازانہ مسلسل کوششوں کو بے سود دیکھا۔ اور مسلمانوں کو ویسے ہی استقلال اور شجاعت میں ثابت قدم اور شوق شہادت میں پہلے سے بڑھ کر بے چین پایا۔ تو جی چھوڑ بیٹھے اور فتح سے مایوس ہو گئے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دشمنوں میں ضعف کے آثار دیکھے اور ان کو مسلسل و سر توڑ جانبازانہ حملوں کے بے اثر ثابت ہونے پر مایوس دیکھا۔ تو یکبارگی اہل اسلام کو حملے کا حکم دیدیا۔ اور اس تیزی و تندی کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ باوجود اپنی انتہائی کوشش صرف کرنے کے مخالفین مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لاسکے۔ اور ان کو مجبوراً جان بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا۔ مسلیمہ خود بھی جان بچا کر بھاگ نکلا۔ اور طویل عریض باغ میں جس کے گرداگرد ایک نہایت مضبوط فصیل تھی معہ فوج پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں نے بڑھ کر اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ باغ کے اندر داخل ہونے کی بیشمار کوششیں کی گئیں۔ مگر افسوس کہ کوئی ایسی صورت نظر نہ آئی جس سے باغ کے اندر فوج اسلام داخل ہو کر مشرکین اور کافرین کو انکی کیفر کردار تک پہنچا سکے۔ آخر کار حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں مشتاق شہادت ہوں۔ مجھے ڈھال میں بٹھا کر نیزوں سے باندھ کر باغ کے اندر پھینک دو۔ میں یا تو دروازہ کھول دونگا۔ اور یا شہید ہو جاؤنگا چنانچہ

(بقیہ نوٹ از صفحہ ۶۲) دھوکا دینا منظور ہو یا کسی اسلامی جماعت میں شامل ہونے کی غرض ہو۔ ان دونو حالتوں کے سوا کسی اور حالت میں میدان قتال سے بھاگنے والا غضب الٰہی میں گرفتار ہو گیا اور اسکی جگہ دوزخ ہے جو نہایت بری جگہ ہے ۱۲۔ (سورہ انفال)

مسلمانوں نے اسی طرح کیا۔ اور حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ڈھال میں بٹھا نیزوں سے باندھ کر باغ کے اندر پھینک دیا۔ آپ نے اندر جاتے ہی تکبیر کے نعروں سے دشمنوں کے دلوں کو ہلا دیا۔ اور شمشیر حقانی کی کاٹ کے جوہر دکھا دکھا کر کفار کو حیران کر دیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے بہتیری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح دروازے تک پہنچوں مگر افسوس کہ دشمنوں کی کثرت نے کوئی پیش نہ جانے دی۔ اور بالآخر لڑتے بھڑتے کفار کو فی النار والسقر کرتے کرتے دروازے کے قریب آ کر زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ اور تاج شہادت پہن کر سیار جناں ہوتے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حمیت اسلامی اس امر کو کب گوارا کر سکتی تھی کہ ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ جیسا شیر دل مقدس صحابی اکیلا دشمنوں میں لڑتا بھڑتا رہے۔ اور خالد خاموش بیٹھا رہے۔ دیوانہ وار باغ کے گرد چکر لگایا۔ مگر جب اندر پہنچنے کیلئے کوئی راستہ نہ ملا۔ تو توکل علی اللہ اپنے وفادار تازی کو چابک کا اشارہ دیا۔ اشارے کا ملنا تھا کہ راکب و مرکب دونوں باغ کے اندر ایک ہی جست میں جا پہنچے۔ افسوس کہ شیر دل ابو دجانہ رضی اللہ عنہ انصاری خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پیشتر ہی ھٰؤلاء عبادی الذین قاتلوا فی سبیلی وقتلوا واوذوا وجاھدوا فی سبیلی ادخلوا الجنۃ فید خلوھا بغیر حساب[1] کا مصداق بن کر جام شہادت نوش کر کے سیار جناں ہو چکا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی مسیلمہ کا ایک مشہور پہلوان جھپٹا۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوق العادت چستی و چالاکی سے فوراً اس کو زمین پر دے ٹپکا۔ اور گھوڑے سے اتر کر اس کی چھاتی پر بیٹھ گیا۔ مخالف نے اپنے تیز حربے سے جو اسکے پاس تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ کے سات کاری زخم لگائے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس پہلوان کو تو واصل جہنم کیا۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا تھا۔ کہ ہجوم اور شور و غل کی وجہ سے جو خالد رضی اللہ عنہ کے داخل باغ ہونے سے کفار میں پیدا ہو گیا تھا۔ گھوڑا اڑ گیا۔ اور بدک کر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ پاپیادہ رہ گئے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے غلبہ کر لیا۔ لیکن کیا مجال کہ خوف و ہراس خالد رضی اللہ عنہ کے پاس تک بھی پھٹکا ہو۔ ویسی

---

[1] میرے وہ بندے جنہوں نے مخالفین سے جنگ کیا۔ اور میری رضامندی اور خوشی کی خاطر مارے گئے تکلیفیں برداشت کیں۔ اور اسلام کی حمایت میں برابر ساعی رہے۔ ان کو جنت میں بغیر کسی قسم کی روک ٹوک اور حساب کتاب کے داخل کر دو۔ (حدیث قدسی)

Marfat.com

بی جرأت ہمت اور استقلال کے ساتھ تن تنہا ہزاروں کفار کے درمیان سیل دماں اور شیر غراں کی طرح غراتا رہا۔ اور ان کے ہر مجموعی حملے کو اپنی فوق العادت چستی چالاکی سے روکتا ہوا دروازہ باغ کی طرف پشت کر کے پچھلے پاؤں دروازہ کی طرف آیا۔ اور جونہی کہ دیوار کے قریب پہنچا اپنی خداداد ہمت سے ایک ہی چھلانگ سے باغ سے باہر ہو گیا۔ اور مخالفین انگشت بدنداں حیراں و پریشان منہ تکتے رہ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے باہر نکلتے ہی ایک عام ہلّے کا حکم دیدیا۔ اور اپنی ساری طاقت کو دروازہ باغ پر مجتمع کر دیا۔ اور دروازے کو توڑنا شروع کیا۔ اور اس حقیقی حمایت اسلام کے جوش کے باعث جو پہاڑوں کو لمحوں میں ریزہ ریزہ کر سکتا ہے۔ آناً فاناً دروازے کو توڑ تاڑ کر لشکرِ اسلامیہ باغ میں داخل ہو گیا۔ اور بڑے گھمسان کا رن پڑا مسلمانوں کے سخت محاصرے اور جانبازی کو دیکھ کر کفار گھبرا گئے۔ اور مسیلمہ سے پوچھنے لگے۔ مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر فوج نے جو ہمارے لاکھوں کی تعداد کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت ہے ہماری فوجوں کے دھوئیں بکھیر دیئے ہیں۔ ہزاروں اب تک تلوار کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اور ہزاروں اتر رہے ہیں۔ بیشمار پڑے زخمی کراہ رہے ہیں۔ وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان اس باغ کو بھی نوک سنان ہم سے چھین لیں۔ تمہارا وعدۂ نصرت ملائک اب کہاں ہے۔ خدا کی مدد کب آئیگی۔ یہاں تو ہماری جان پر آ بنی ہے۔ کیا امداد الٰہی اسوقت آئیگی جبکہ ہماری جانیں طعمہ اجل ہو چکی ہوں گی لیکن مسیلمہ کذاب ان کے اس مایوسی انگیز سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا جس سے لوگ اور مایوس ہو گئے۔ اور حوصلہ ہار بیٹھے۔ اب کفار نے باغ میں پناہ نہ دیکھ کر قلعے کا رخ کیا۔ اور باغ سے نکلنے لگے۔ مسیلمہ بھی بہ تبدیل لباس باغ سے نکلنے لگا لیکن ایک انصاری مسلمان نے دُور سے پہچان کر وحشیؓ کو جو جبیر بن مطعم کا غلام اور ایک مشہور حربہ باز تھا اور دروازے پر کھڑا تھا۔ بلند آواز سے پکار کر کہا۔ کہ یہی مسیلمہ کذاب ہے جانے نہ پائے۔ وحشی نے اس بات کے سنتے ہی فوراً ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا کہ مسیلمہ وہیں گر کر ڈھیر ہو گیا۔ اور ایک غازی عورت ام عمارہ نے فوراً مسیلمہ کا سر اپنے بیٹے عبداللہ بن زید کی مدد سے کاٹ لیا۔ مرتے وقت مسیلمہ کو وحشیؓ نے للکار کر کہا! کہ بحالت کفر میں نے خیر الناس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عمِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ احد میں شہید کر کے داخل جنت کیا تھا۔ اور آج بحالت اسلام اشر الناس مسیلمہ کذاب کو عدم آباد کا پروانہ راہداری دیکر جہنم میں بھیجتا ہوں۔

Marfat.com

مسلیمہ کے مرتے ہی کفار نے بالکل حوصلہ چھوڑ دیا۔ اور اطاعت اختیار کر کے امان طلب کرنے لگے۔ چنانچہ سب کو امان دی گئی۔ اور مسلمانوں نے فتح حاصل ہونے پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اگرچہ دشمن کا نقصان بے اندازہ ہوا لیکن افسوس کہ لشکر اسلامیہ کو بھی بہت نقصان پہنچا اور اس سے پہلے کسی جنگ میں اسقدر نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان بتفصیل ذیل انصار تین سو ساٹھ۔ مہاجرین تین سو۔ اور عام مسلمان پانچسو چالیس شہید ہوئے ان سب میں سات سو کے قریب حافظ قرآن تھے۔ چونکہ مجاہدین کے آگے حافظان قرآن شریف ہی لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے فضیلت بیان کرتے۔ اور شوق شہادت میں بیتاب کر کے خود آگے سینہ سپر ہوتے تھے۔ اس لئے زیادہ تر حافظان قرآن شریف ہی اس لڑائی میں کام آئے۔ اور انہی شیدائیان اسلام کے صبر حوصلے اور جرأت کے باعث یہ لڑائی فتح ہوئی تھی۔ اور بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا۔ فتحنامہ اور خمس دربار خلافت میں بھیجا گیا۔

مسلمانوں نے اس فتح کے بعد قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی اثنا میں مسلیمہ کا ایک سردار مسمی فجاہ جس کو مسلمانوں نے قید کر لیا تھا۔ اور امان طلب کرنے پر اس کو امان دی گئی تھی۔ کہنے لگا۔ کہ قلعہ میں بے شمار فوج ہے۔ اور وہ لڑنے پر آمادہ ہے۔ چونکہ لڑائی کی صورت میں زیادتی نقصان کا احتمال ہے اسلئے میں قلعہ کو بروئے صلح آپ کے حوالے کرا دیتا ہوں۔ چونکہ اسلام صلح کا حامی اور خون ریزی سے منع کرتا ہے۔ اسلئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بدیں خیال کہ ہمارا مقصود اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ اگر اہل قلعہ اسلام کو قبول کر لیں۔ ہماری اطاعت قبول

ا؎ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد میں مارے جائیں۔ ان کو مردہ مت خیال کرو۔ بلکہ اپنے پروردگار کے پاس وہ جیتے جاگتے ہیں۔ اور ان کو روزی ملتی ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے ان کو دے رکھا ہے۔ اپنے فضل سے۔ اس میں مست اور خوش ہیں۔ اور دوسرے غازی مسلمانوں کی نسبت جو ابھی زندہ ہیں شہید نہیں ہوئے۔ ان کی شہادت کی بابت خوشیاں مناتے ہیں۔ کہ یہ بھی شہید ہوں۔ تو ہماری طرح ان کو بھی کوئی غم لاحق ہوگا۔ اور نہ ہی کسی خوف میں مبتلا ہونے پائیں گے۔ یعنی کسی قسم کا غم یا خوف شہید ہونے پر نہ رہے گا (سورۃ آل عمران)

Marfat.com

کرلیں۔ تو ہمیں طرح جنگ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے کچھ تامل کے بعد صلح کے پیغام کو منظور کرلیا چنانچہ مجاعہ قلعہ میں گیا۔ اور واپس آیا چنانچہ نصف مال مویشی نصف پیداوار یمامہ مسلمانوں کو دی گئی۔ اور تمام جنگی قیدی مسلمانوں کے حوالے کئے گئے جب صلحنامہ طے ہوجانے کے بعد قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ اور مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے۔ تو مجاعہ کی دہوکہ بازی کھل گئی۔ وہاں کوئی فوج وغیرہ نہیں تھی۔ صرف اپنی قوم کو بچانے کے لئے مجاعہ نے یہ دہوکہ دیا۔ مجاعہ نے کہا۔ کہ بیشک میں نے دھوکہ دیا ہے مگر اپنی قوم کو بچانے کی خاطر۔ خالد رضی اللہ عنہ کو اس دھوکہ دہی سے سخت رنج ہوا مگر اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ عہد نامہ مکمل ہوچکا تھا۔ مجاعہ کو امان دی جاچکی تھی۔ اور اسلام میں عہد شکنی حرام تھی۔ اور اب عہدنامہ کی پابندی لازم ہوچکی تھی جس کی تعمیل کی گئی۔ اور مسیلمہ کی قوم عہدنامہ کے باعث ہر طرح کے نقصان سے بال بال بچ گئی۔ اسی دوران میں جبکہ بعد انعقاد صلح مسلمان قلعہ میں داخل ہورہے تھے۔ دربار خلافت سے قلعہ کو بزور شمشیر فتح کرلینے کا حکم صادر ہوا مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ ناچار دربار خلافت میں انعقاد صلح کی اطلاع دی گئی۔ جو منظور کرنی پڑی۔ اس جنگ میں جسقدر اسیران جنگ مسلمانوں کی قید میں آئے۔ ان کو دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔ جہاں حسب دستور قیدیوں کے ساتھ مروت کا سلوک کیا گیا۔ اور بغیر کسی قسم کی سزا دینے کے پند و نصیحت کے بعد زادراہ دے کر ان کو آزاد کردیا جن میں سے اکثر اسلام کا یہ فیاضانہ برتاؤ دیکھ کر از سر نو اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور اپنے عقاید فاسدہ سے تائب ہوگئے۔

اب جملہ مدعیان نبوت یکے بعد دیگرے اپنی اپنی کیفر کردار کو پہنچ چکے تھے۔ طلیحہ شام کی طرف فرار ہوگیا تھا۔ مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوگیا۔ اور مسیلمہ کی چاہیتی بیوی مسماۃ سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت کہیں قعر گمنامی میں جاچھپی۔ جملہ مرتدین نے یا تو اسلام کی اطاعت اختیار کرلی اور یا از سر نو سلک اسلام میں منسلک ہوگئے۔ اور جملہ مغرور اور سرکش سردار یا تو لڑائیوں میں مارے گئے اور یا اسلام قبول کرچکے تھے۔ اور تمام عرب میں پھر از سر نو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دلکش آواز گونجنے لگی اور جن لوگوں کو مسلمان بننا یا مسلمانوں کے ماتحت رہنا منظور خاطر نہ تھا۔ وہ عرب سے نکلکر روم اور ایران کی طرف چلے گئے۔ جو بعد میں آئندہ لڑائیوں کا موجب بنے۔ چونکہ اب عرب میں ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہوگیا تھا۔ اس واسطے خالد نے جنگوں

سے فراغت پاتے ہی ملک کے امن و امان کی طرف توجہ کی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں فسق و فجور اور جور و ظلم کو تمام ملک سے نیست و نابود کر دیا۔ اور نیک نیت بارسوخ دیندار اشخاص کو ملکی خدمات پر اور عالمان دین کو مختلف اقوام و قبائل میں احکام اسلامیہ سکھلانے کی خاطر مقرر کیا۔ جس سے سارے ملک میں عام امن و امان اور قبولیت اسلام کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور اگر کوئی شخص ایسا رہ گیا تھا۔ کہ اس نے اطاعت کو اسلام قبول کرنے پر ترجیح دی ہو۔ تو وہ بھی مسلمانوں کے اوضاع و اطوار اخلاق و عادات۔ اور احکام اسلام کو دیکھ پرکھ کر برضا و رغبت حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور تمام جزیرۃ العرب کفار کے ناپاک اور منحوس قدموں سے چند ہی دنوں میں پاک و صاف ہو گیا۔ اور در و دیوار عرب اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کی دلکش صدا سے گونج اٹھے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان اخرجوا الیہود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب کو حرف بحرف پورا کر دیا۔

۱۲ سنہ ہجری المقدس
فتوحات عراق

ابھی مرتدین عرب اور مدعیان نبوت کی سرکوبی عرب کے اندرونی امن و انتظام اور اصلاح ملکی و مذہبی سے فراغت حاصل ہوئی ہی تھی۔ کہ دربار خلافت کو ایران کی طرف توجہ مبذول کرنی پڑی۔ کیونکہ شاہ ایران کی طرف سے چند ایک ایسی حرکات وقوع پذیر ہو چکی تھیں جن سے صاف صاف یہ مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کو امن و آرام سے بیٹھنے نہیں دیگا۔ سب سے پہلے تو شاہ ایران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت اسلام پر نامۂ رسولی کو نہایت حقارت کے ساتھ چاک کر دیا۔ اور آپ کی شان میں بڑے بیہودہ کلمات استعمال کئے۔ اور اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اپنے دو نامور پہلوانوں کو مدینہ منورہ میں اس غرض کے لئے بھیجا۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اول تو زندہ گرفتار کر لائیں۔ ورنہ کسی نہ کسی طرح موقع پا کر (خاکم بدہن) قتل کر دیں۔ چنانچہ جب یہ آدمی دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو ان کے ارادے سے واضح کر دیا۔ اور فرمایا کہ واپس چلے جاؤ۔ تمہارا بادشاہ قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی جگہ فلاں شخص تخت نشین ہوا ہے۔ چنانچہ وہ واپس آئے۔ بصرے پہنچ کر ان کو سب حالات

کی پوری پوری اطلاع مل گئی۔ اور تصدیق ہو گئی۔ کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ وہ بالکل درست ہے چنانچہ وہ فوراً اشہدان لاالہ الا اللہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ کہہ کر بصدق دل مسلمان ہو گئے۔ دوسری حرکت شاہ ایران کی طرف سے مسلمانوں کے برخلاف یہ ظہور میں آئی۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد قبائل عرب مرتد ہو گئے اور آتش شروفساد مشتعل ہو گئی۔ ایک طرف مدعیان نبوت نے اودھم مچا دیا۔ تو خلیج فارس کے نواحی علاقے میں جسکا نام بحرین ہے۔ شاہ ایران نے کھلبل مچادی جس کی کیفیت اسطرح پر ہے کہ بحرین میں دو عربی قبیلے بنو بکر اور بنو عبد القیس آباد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بنو بکر تو مرتد ہو گئے اور بنو عبد القیس اسلام پر قایم رہے۔ ایسے موقع پر بنو بکر کے اشارے پر شاہ ایران نے دیگر دنیاوی سلاطین کیطرح جو عموماً ایسے حالات وواقعات کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور توسیع سلطنت کا لالچ انکو ہمیشہ بے آرام رکھا کرتا ہے۔ اپنے ایک سپہ سالار منذر بن لغمان کو بلا تامل کچھ لشکر دیکر بحرین کو تاخت و تاراج کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لینے کیلئے بھیجدیا چنانچہ منذر بن لغمان نے پہنچتے ہی بنو عبد القیس پر جو مسلمان تھے وہ وہ ظلم توڑے جن کے بیان کرنے سے قلم صریر صدائے الاماں سناتا ہے۔ اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بغرض انہوں نے اپنی طرف سے علاقہ بحرین سے اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور انواع واقسام کے ظلم وستم کے بعد بحرین کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ تیسری حرکت جو شاہ ایران نے مسلمانوں کے خلاف اختیار کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ گذشتہ سالوں میں خشک سالی کی وجہ سے عرب کے قبیلہ ربیعہ نے جو مسلمان ہو چکا تھا عرب سے ترک وطن کر کے عراق کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی بادشاہ ایران نے قبیلہ ربیعہ کو اپنے دربار میں طلب کر کے انکے ترک وطن کی وجہ پوچھی تو انکے سردار حضرت مثنےٰ بن حارث شیبانی نے جو ربیعہ کا سردار تھا۔ بادشاہ کے حضور میں ترک وطن کی وجہ صاف صاف بیان کر دی تو بادشاہ نے انہیں اپنے ملکی قانون سے آگاہ کر کے انکو بخوشی اپنے زیر سایہ رہنے کی اجازت دیدی۔ لیکن بعد میں دوسرے بادشاہوں نے محض عداوت اسلام کے باعث قبیلہ ربیعہ کو ستانا شروع کیا۔ اور انواع واقسام کے ستم توڑنے شروع کئے۔ بالآخر مجبور ہو کر حضرت مثنےٰ بن حارث شیبانی سردار قبیلہ ربیعہ نے دربار خلافت میں ایرانیوں کے ظلم وستم کی فریاد کی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سب واقعات کو مجلس شوریٰ میں پیش کیا۔ اور فرمایا کہ شاہ ایران بلا سبب خواہ مخواہ درپئے آزار ہے مسلمانوں کی طرف سے تا حال کوئی حرکت خلاف ایران ظہور

Marfat.com

میں نہیں آئی۔ وہ اسلامی علاقہ بحرین کو تاخت و تاراج کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر چکا ہے ادھر عراق میں مسلمانوں کو ستایا جا رہا ہے۔ اور خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری کرنا چاہتا ہے۔ اگر یہی حال رہا۔ اور ایران کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ تو کسی نہ کسی دن موقعہ پا کر شاہ ایران ضرور عرب میں آتش جنگ مشتعل کر دیگا۔ اور اگر مالدار ایرانی عرب میں داخل ہو گئے۔ تو ممکن ہے۔ کہ عرب کے جاہل لوگ پھر ان کے دام تزویر میں پھنس کر مرتد ہو جائیں۔ اسلئے میرے خیال میں ؎

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل
چو پُر شُد نشاید گذشتن بہ پیل

کے مطابق ایرانیوں کی طرف سے پیش آنیوالے آئندہ متوقع خطرات کا پہلے سے ہی انتظام کرنا ضروری ہے اور یہ سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایرانیوں کو عرب میں داخل ہونے سے پیشتر ایرانی علاقے میں ہی شرک و توحید کا فیصلہ کر دیا جائے چنانچہ بمشورہ صحابہ کبار مہاجر و انصار یہ فیصلہ کیا گیا کہ ؎

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد

کے مصداق ایرانیوں کی گوشمالی ضروری ہے۔ اور چونکہ ایک پشت در پشت کی طاقتور اور مالدار سلطنت سے واسطہ پڑنیوالا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی منشا کے مطابق امیر خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اعظم افواج متعینہ عراق انتخاب کیا گیا۔ اور ملک یمامہ میں ہی جہاں اسوقت خالد رضی اللہ عنہ مصروف انتظام تھے۔ آپ کو معرفت ابو سعید خدری رضؔ اخیر ۱۱ھ ہجری میں تاکیدی حکم لکھا گیا۔ کہ آپ فوراً اپنی توجہ کو عراق کی طرف مبذول فرماویں۔ اور ان مسلمانوں کو جو ایرانیوں کے ہاتھوں ظلم و ستم برداشت کر رہے ہیں فوراً مخلصی دلائیں۔ اور ایرانیوں کو کلمۃ الحق کی دعوت دیں۔ اور ابو سعید خدری رضؔ کو اس امر کی تاکید کی گئی۔ کہ جبتک خالد رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ نہ ہو جائیں اسوقت تک واپس نہ ہٹا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دربار خلافت سے روانگی عراق کا حکم ملا۔ تو آپ نے اپنی ساری فوج کو جمع کر کے فضائل جہاد بیان کئے۔ اور ترغیب جہاد دلانے کے بعد امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں کو مطلع کیا جس کو سنتے ہی سارے ہمراہیوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اگلے ہی دن عراق کی جانب روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں ہر جگہ اعلائے کلمۃ الحق کرتے جاتے۔ اسلام قبول کر لینے یا اطاعت اختیار کرنے پر انکے جان مال کی حفاظت کرنے لگے۔ اور مخالفین کو تلوار کے گھاٹ اتارتے گئے۔ دوسری طرف حضرت مثنےٰ بن حارث شیبانی کو مطلع کر دیا گیا۔ کہ خالد رضؔ کو ایران میں اعلائے کلمۃ الحق اور آپ کی امداد کے لئے روانہ کیا گیا ہے جب وہ آپ کے

Marfat.com

پاس پہنچیں۔ تو انکو امیر لشکر سمجھ کر ہر طرح ان کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا ہے اور فرمان ایزدی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا کے پورے مصداق ہیں اور ان سے بہتر آدمی جو فنون حرب سے واقف ہو۔ ملنا ممکن ہے جب حضرت مثنےٰ ابن حارث کو آمد خالد رضی اللہ عنہ کی اطلاع ملی۔ تو ادائے شکر کے بعد مطمئن ہو کر انتظار میں چشم براہ رہنے لگے۔ اور اپنے بھائی کو استقبال خالد رضی اللہ عنہ کے لئے آگے روانہ کر دیا۔ جنہوں نے بصرہ سے آگے بڑھ کر خالد رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ملاقات کے بعد مثنےٰ ابن حارث کے بھائی سوید سے حالات عراق دریافت فرمائے اور سرکش و مغرور اقوام و قبائل کے حالات دریافت کئے۔ سوید نے تمام حالات سے پوری پوری آگاہی دیدی۔ سب سے پہلے باشندگان ابلہ کو کفر و شرک اور مسلمانوں کو آزار پہنچانے کی سزا کا دینا ضروری سمجھا گیا۔ کیونکہ یہی آزاردہی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ چنانچہ حدود عراق میں داخل ہوتے ہی خالد رضی اللہ عنہ نے سوید سے جملہ حالات دریافت کر کے ابلہ کا رخ کیا۔ اور وہاں پہنچتے ہی باشندگان ابلہ کو اسلام کی طرف بلایا۔ اور بصورت انکار جزیہ دینے کی ہدایت کی۔ اور اسلام یا جزیئے کے انکار کی صورت میں تلوار پر فیصلہ منحصر رکھا۔ ایرانی جن کو اپنی دولت اور شہ زوری پر بہت کچھ ناز تھا۔ اگرچہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کی فوق العادت چستی و چالاکی کی حیرت انگیز کارگذاریوں اور فتحمندیوں کے کارنامے سن چکے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے وراثتی غرور کے باعث خالد رضی اللہ عنہ سے بڑی دلیری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ لیکن سچے اسلامی جوش اور تائید الٰہی کے باعث مسلمانوں کے مقابلے کی تاب نہ لا کر مجبوراً پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ تقریباً چار ہزار تلوار کی گھاٹ اتر گئے۔ اور اسی قدر بوقت فرار ڈوب کر مر گئے۔ باقی محصور ہو گئے۔ جن کو بعد میں مجبوراً اسیر اطاعت خم کرنا پڑا۔

ابلا کی فتح کے بعد خود حضرت مثنےٰ ابن حارث شیبانی رضی اللہ عنہ بھی معہ اپنے ہمراہیوں کے لشکر اسلام سے آملا۔ اور سارے مل کر کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں جو مقام پڑتا۔ اعلائے کلمۃ الحق کے بغیر وہاں سے نہ گزرتے۔ جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یا اطاعت اختیار کر لی وہ محفوظ ہو گئے۔ اور باقیوں کو ان کی کیفر کردار تک پہنچایا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حدود ایران میں داخل ہوتے ہی جملہ

حاکمانِ ایران اور بادشاہ ایران کو بدیں مضمون خطوط روانہ کر دیئے تھے۔ کہ سب سے اوّل بہتر یہ ہے کہ آپ دین اسلام کو اختیار کریں۔ قبول اسلام کے ہوتے ہی ہمارے تمہارے درمیان کل مومن اخوۃ فرمان ایزدی کے مطابق برادرانہ رشتہ قائم ہو جائیگا۔ اور ہمارے تمہارے حقوق برابر ہو جائینگے۔ اور اگر خدانخواستہ قبول اسلام سے انکار ہے تو ہماری اطاعت کرو ہمیں جزیہ دو جس کے عوض میں تمہارا جان و مال محفوظ ہوگا۔ تمہارے مذہبی امورات میں کوئی دخل نہ دیا جائیگا۔ عبادت گاہیں بدستور سابق رہیں گی۔ فوجی خدمات سے مستثنے کیا جائیگا۔ اور اسلام یا جزیہ کی قبولیت کی صورت میں تمہارے گذشتہ جرائم قتل و غارت کو معاف کر دیا جائیگا۔ اور اگر ان دونوں شرطوں میں تو کچھ بھی منظور نہ ہوگا۔ تو تلوار فیصلہ کر دے گی چنانچہ اگر کسی نے کچھ شورہ پشتی دکھائی۔ تو اس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ مقامات بالقیا۔ برسوما اور حیرہ وغیرہ کے حاکمان نے برضا و رغبت خود اطاعت قبول کر لی۔ باشندگان بالقیا اور برسوما سے دس ہزار دینار سرخ اور چند بیش قیمت پارچات سالانہ اور باشندگاں حیرا سے نو ہزار درہم اور کچھ پارچات سالانہ پر صلح کر لی گئی۔ اور یہی دونوں پہلی خراج یا جزیئے کی رقوم ہیں۔ جو دربار خلافت میں سب سے پہلے موصول ہوئیں جس کو دیکھ کر مسلمانوں نے خداوند تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔

جنگ ذات السّلاسل

حیرہ سے آگے بڑھنے کے ساتھ ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ حاکم عراق ہرمز ایک اجتماعی قوت کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ اور شاہ ایران کی طرف سے مزید کمکی فوج آنے کی آج کل میں ہی انتظار لگی ہوتی ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سوچ کر کہ کمکی افواج کے آنے سے پیشتر ہی ہرمز سے مقابلہ کر دینا چاہیئے۔ فوراً مقام حضیر کی طرف جہاں کہ ایرانی افواج کا ہرمز کی ماتحتی میں اجتماع ہو رہا تھا۔ بڑھنا شروع کیا۔ اور جھٹ پٹ ہرمز کے ارد گرد ڈیرے ڈال دیئے۔

ہرمز ایک مشہور جنگی بہادر تھا۔ جو کئی جنگوں میں جرأت و ہمت دکھلا دکھلا کر دربار شاہی سے کئی دفعہ خلعت و انعامات اور تمغے حاصل کر چکا تھا۔ اور اس کو اپنے زور بازو اور جنگی لیاقت پر بہت کچھ ناز اور فخر تھا۔ خود شاہ ایران ہرمز کی ذات پر بڑا فخر کیا کرتا تھا۔ ہرمز

نے پہلے ہی ایک ہوشیار اور مدبر سپہ سالار کی طرح ایسی جگہ پر اپنے ڈیرے ڈالے تھے۔ کہ لشکر مخالف کو اسکے بالمقابل ایسی جگہ پر مقیم ہونا تھا جہاں پانی کمیاب تھا۔ کیونکہ دریا کو وہ پورے طور سے قبضے کر چکا تھا۔ اور لشکر مخالف عدم میسر پانی سے گھبرا کر میدان چھوڑ جاتا یا مر جاتا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے روانگی کے بعد اپنے لشکر کو تین مختلف دستوں میں تقسیم کر کے ان کو آپس میں ایک ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر رہنے کی ہدایت کی۔ تاکہ تمام مقام جنگ پر یہ تینوں دستے علی الترتیب ایک ایک دن کے بعد پہنچیں۔ اور دشمن کو اصل تعداد لشکر کا اندازہ نہ لگ سکے اور یہی معلوم ہو کہ لگاتار پیچھے سے کمک آرہی ہے۔ سب سے پہلے خالد رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ بن حارث کو روانہ کیا۔ اور دوسرے دن خود پہنچا جب خود آکر موقعہ جنگ اور پانی کی تکلیف کا اندازہ کیا۔ تو آپ نے مجاہدین کو خدا پر بھروسہ رکھنے کی تاکید کر کے توکلت علی اللہ اعلان جنگ کر دیا۔ کیونکہ اگر لڑائی میں توقف کیا جاتا۔ تو پانی نہ مل سکنے کی وجہ سے مسلمانوں کو کمال تکلیف پہنچتی۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ جہاں تک جلد ممکن ہو سکے ایرانیوں کی منشا کے برخلاف جنگ فوراً شروع کی جائے۔ چنانچہ اعلان جنگ کے ساتھ ہی مجبوراً ایرانیوں کو بھی اپنی صف بندی کرنی پڑی۔

صف بندی کے بعد ہرمز بڑے جوش وخروش اور غصے کی حالت میں متکبرانہ انداز سے دونوں لشکروں کے وسط میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اور خود امیر لشکر اسلام کو اپنے مقابلے کے لئے طلب کیا۔ ہرمز کی آواز سنتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوراً صفوف سے باہر نکل کر گھوڑے کو جولان دیتے اور اپنی شہسواری کے کرتب دکھاتے فوج مخالف کو مبہوت و ششدر کرتے ہرمز کے مقابلے میں آکھڑے ہوئے۔ ہرمز نے خالد رضی اللہ عنہ کی شہسواری کو دیکھ کر اپنے دل میں یقین کر لیا۔ کہ سواری کی حالت میں لڑائی کر کے خالد رضی اللہ عنہ پر غالب آنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو بھی پیدل ہونا پڑا۔ ایران کی کشتی ضرب المثل تھی ہی۔ جملہ سپہ سالار اور بہادران ایران کشتی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور ہرمز کو بھی اپنے فن کشتی پر بہت کچھ ناز تھا۔ اس لئے وہ دوسری لڑائی میں غالب نہ آسکنے کا یقین کر کے پیدل ہو گیا۔ اور کشتی پر اتر آیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اترتے ہی تلوار کا وار کیا جس کو ہرمز نے داؤ دیکر بچالیا۔ پھر ہرمز نے اپنا وار کیا جس کو خالد رضی اللہ عنہ نے ڈھال پر روکا۔ اسی ایک ایک وار میں ہی خالد رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا۔ کہ تلوار کی لڑائی چنداں سودمند اور موثر نہیں ہو سکتی۔ چونکہ کمیابی پانی کی وجہ سے لشکر اسلام کو تکلیف کا سامنا ہے۔ اسواسطے

Marfat.com

جہاں تک جلدی ممکن ہو سکے۔ اس لڑائی کا جلدی فیصلہ ہونا چاہیئے۔ اس واسطے تلوار کو چھوڑ کر فیصلہ کشتی پر ٹھہرا۔ اور دونوں بہادر زور آزمائی کرنے لگے۔

ہرمز اگرچہ فن کشتی میں بڑا نامور تھا۔ مگر ان کا مدمقابل بھی کوئی ایسا ویسا شخص نہیں تھا۔ بلکہ امیر لشکر اسلامیہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسا پرجوش مجاہد فی سبیل اللہ تھا جس کو دربار رسالت سے سیف اللہ کا خطاب مل چکا تھا۔ ایک دو جھڑپوں میں ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل سپلتن ہرمز کو جو ایک بڑی ڈیل ڈول اور قدوقامت کا مشہور سپہ سالار تھا۔ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور خود تلوار پکڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا جب ہرمز کی پچاس ہزار کی جمعیت نے جنکو بڑے غرور و تکبر کیساتھ میدان میں کھڑا کیا تھا۔ اور جو بڑی حقارت کے ساتھ

ز شیر شتر خوران و سوسمار — عرب اندکا نے رسید است کار

کہ ملک کیان را کنند آرزو — تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

کہتے تھے۔ لیکن عرب شکاری کے زبردست پنجوں میں ہرمز کو اسطرح بے بس اور مجبور دیکھا۔ تو چاہا کہ اپنے سردار کو عرب شکاری کے زبردست پنجوں سے یکبارگی حملہ کر کے چھوڑا لیں۔ لیکن ادھر سے عرب بھی غافل نہیں تھے۔ اور وہ شوق شہادت میں آگے بڑھنے اور ایرانیوں کا تعاقب کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ جونہی ایرانیوں میں ہرمز کی امداد کی ہلچل پڑی۔ تو قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا معہ اپنے جانباز مجاہدین کے یکبارگی ایرانیوں پر لوٹ پڑا۔ اور تکبیر کے نعروں سے انکو حواس باختہ کر دیا۔ ادھر سے خالد رضی اللہ عنہ نے ہرمز کے سر کو تن سے جدا کر کے ایرانیوں کی طرف پھینکدیا جس کو دیکھ کر ایرانیوں کے رہے سہے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ اور بے تحاشا بھاگنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے دور تک کفار کا تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں ایرانیوں کے آٹھ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اور لاکھوں کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے علاوہ ہرمز کا ایک مرصع تاج اور ایک کوہ پیکر ہاتھی جو خاص ہرمز کی اپنی سواری کا تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ تاج کی قیمت کم از کم ایک لاکھ روپیہ تھی۔ جو وہ بوقت جنگ پہنے ہوئے تھا۔ خالدؓ نے بعد فتح اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ اور خمس نکال باقی مال غنیمت حصہ رسدی حملہ سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ کوہ پیکر ہاتھی۔ مرصع تاج اور مال غنیمت کا خمس دربار خلافت میں معہ مژدہ فتح اول ارسال کیا گیا۔ اور یہ پہلا ایرانی مال غنیمت تھا۔ جو امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا گیا جس کو دیکھ کر سارے

Marfat.com

مسلمانوں نے خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔ مسلمانونکا اس جنگ میں صرف چند آدمیونکا نقصان ہوا۔ اور اس فتح کے بعد ایرانیوں کے دلوں میں مسلمانوں کی ایک ہیبت بیٹھ گئی۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ اگر سچا اسلامی جوش اور خالصاً للہ جہاد ہو تو دنیا کی انفرادی طاقتوں کی تو کیا ہستی ہے۔ اگر روئے زمین کی اجتماعی قوت بھی غازیان اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کو روکنے کی کوشش کرے گی۔ تو بھی نہیں روک سکے گی۔ اور جس طرح دریا کا بڑھتا ہوا سیلاب اپنے آگے آنے والی چیز کو زور کے ساتھ خس و خاشاک کی طرح بہالیجاتا ہے۔ یا آتش فشاں پہاڑ سے نکلنے والا مادہ شجر و حجر جانور و بے جان ہر شئے کو جلا کر بھسم کرتا چلا جاتا ہے اور روکے سے نہیں رک سکتا۔ اسی طرح مجاہدین فی سبیل اللہ کے سیلاب کو روکنا ناممکن ہے۔ بلکہ خود روکنے والے سیلاب کی زد میں آکر فنا ہو جائیں گے۔ اور کوئی دنیاوی طاقت انکی جرأت۔ حوصلے اور ہمت پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ لڑائی ایک قسم کا امتحان تھی۔ جو مسلمانوں کو سلاطین کی تربیت یافتہ باقاعدہ افواج سے لڑنا پڑی جس میں تائید آلہی اور قومی جوش کے باعث فتح ہوئی۔ اور کہ جس میں مسلمانوں کو اپنی عربی تلوار کی کاٹ کے جوہر دکھانے جنگی قابلیت اور ذاتی شجاعت کے اظہار کا موقعہ ملا۔ اور نئے ملک کے اسلحہ حرب اور ان کے طریق استعمال سے واقفیت ہوگئی جس سے آئندہ لڑائیوں میں بہت کامیابی ہوئی۔

جنگ نہرثنی

چونکہ شاہ ایران حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی محیر العقول فتوحات عرب اور موتہ وغیرہ کے حالات سن چکا تھا۔ اور ہرمز نے بھی امدادی افواج طلب کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے بہت سا خطرہ ظاہر کرتے ہوئے اس خطرہ عظیم کی فوری روک تھام کی طرف بادشاہ کی توجہ مبذول کرائی تھی۔ اس لئے شاہ ایران نے اس مہم کو ایک غیر معمولی مہم تصور کر کے ہرمز کی طرف امدادی فوج کا تار باندھ دیا۔ چنانچہ عراق کے تمام حکام کے نام روانگی افواج اور امداد کیلئے تاکیدی احکام بھیجے گئے۔ اور اپنے ایک زبردست نامور سپہ سالار قارن کی زیر سرکردگی۔ پچاس ہزار کی جرار اور تربیت یافتہ آہنی۔ فوج ہرمز کی امداد اور مسلمانونکے استیصال کیلئے روانہ کی۔

جنگ ذات السلاسل میں اگرچہ بدست حضرت خالد رضی اللہ عنہ غیر معمولی جرأت اور عجلت سے کام لیکر میدانِ کارزار کو گرم نہ کردیتے۔ تو پانی کی کمیابی اور دشمنوں کی مسلسل امدادی۔

Marfat.com

افواج کے آنے سے نا معلوم لشکر اسلامیہ کو کون کونسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ چونکہ ہرمز دریا کے پانی پر قبضہ کر کے اپنی چال چل چکا تھا۔ لیکن قارن ابھی پہنچنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ مسلمانوں نے ہرمز کو شکست فاش دیکر زندان دنیا سے مخلصی دلادی۔ قارن بھی منزل بمنزل راستہ کے رؤسا و حکام سے مدد حاصل کرتا ہوا سرعت کیساتھ متکبرانہ انداز میں آرہا تھا۔ کہ راہ میں ہی اس کو ہرمز کی شکست یافتہ فوج ملی جس نے نتیجہ جنگ سے قارن کو مطلع کر دیا۔ قارن نے اس منہزم شدہ فوج کو غیرت وحمیت دلا کر ملامت کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر ہرمز قتل کر دیا گیا ہے تو کچھ پرواہ نہیں ہم ابھی جا کر ان عربی بدویوں کو کان سے پکڑ کر حدود ایران سے باہر نکال دینگے بغرض قارن سرعت کیساتھ آگے بڑھا۔ اور راستے کی امداد اور ہرمز کی منہزم شدہ فوج کو ملا کر اس کی ماتحتی میں ایک لاکھ سے زیادہ کا جرار لشکر مجتمع ہو گیا۔ جب امیر خالد رضی اللہ عنہ کو قارن کی آمد کا حال معلوم ہوا تو تلوار کے دھنی من چلے اسلامی سپہ سالار کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ کہ وہیں بیٹھا ہوا دشمن کی انتظار کرے۔ فوراً اپنی تیرہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ قارن کے استقبال کیلئے بڑھا۔ اور دریائے دجلہ کی مغربی طرف نہر ثنی کے کنارے موضع مذاد کے قریب قارن کے بالمقابل ڈیرے ڈالدیئے۔ اور اپنے سفیر کی معرفت اول قارن کو اسلام کی طرف بلایا۔ اور بصورت انکار از اسلام اطاعت و جزیہ کی ہدایت کی۔ اور اسلام و جزیہ کی صورت میں جملہ حقوق وضاحت کیساتھ سمجھا دیئے لیکن خود پسند اور مغرور قارن نے لڑائی کو پسند کیا۔ اور راہ راست کی طرف نہ آیا۔

قارن نے سالار لشکر اسلامیہ کی شرائط اسلام اور جزیہ کو نامنظور کر کے اعلان جنگ کر دیا۔ اور نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ صف بندی شروع کی خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔ اور میمنہ اور میسرہ دو نامی جنگی سرداروں برشی اور قباد کے سپرد کر کے مبارز میدان میں بھیجدیئے لشکر اسلامیہ بھی جھٹا پٹ بالمقابل کھڑا ہو گیا میمنہ لشکر عاصم ؓ بن الخطاب اور میسرہ عدی ؓ بن حاتم طائی کی ماتحتی میں دیکر خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں کھڑے ہوئے اور ایرانی مبارزوں کے بالمقابل اپنی طرف سے مجاہدین بھیجدیئے۔ کچھ عرصہ تک اسطرح فرداً فرداً جنگ مبارزانہ ہوتی رہی لیکن جب ایرانی سرداروں نے دیکھا۔ کہ مجاہدین کے مقابلے پر ایرانی مبارز جاتے ہی بچھے جاتے ہیں۔ تو وہ خود میدان میں آ گئے۔ اور سردار لشکر اسلامیہ کو اپنے مقابلے کیلئے طلب کرنے لگے چنانچہ برشی کے مقابلے پر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور قارن کے مقابلے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سالار لشکر اسلامیہ صفوں سے نکلے۔ دونوں بہادران اسلام نے آناً فاناً بھوکے شیروں کی طرح جھپٹ کر دونوں ایرانی سرداروں کو دبوچ لیا۔ اور ایک ہی ہاتھ میں انکا کام تمام کر کے واصل جہنم کیا۔ یہ حال دیکھ کر ایرانیوں نے بڑی تندی اور تیزی کے ساتھ مسلمانوں پر ایک اجتماعی حملہ کر دیا۔ اور خوب جان توڑ کر لڑے۔ لیکن طلبگاران شہادت کے مقابلے میں انکے پائے ثبات کا متزلزل نہ ہونا ایک ناممکن امر تھا۔ آخر کار شام کے قریب ایرانیوں کے جی چھوٹ گئے کثرت فوج۔ قواعد دانی اور کافی ذخائر حرب کے سارے غرور خاک میں مل گئے۔ مسلمانوں کے تکبیر کے نعروں خالد رضی اللہ عنہ کی پرجوش مجاہدانہ تقریروں کے باعث مجاہدین کے جوش غزا اور تمنائے شہادت کے بڑھنے والے اشتیاق کے باعث انکے بڑھتے ہوئے قدم اور اٹھتے ہوئے جوش کو دیکھ کر ایرانی ہمت ہار بیٹھے۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پرجوش تیز و تند حملوں کی تاب نہ لاکر بالآخر راہ فرار اختیار کی جن کا دور تک تعاقب کیا گیا۔ ہزاروں اسیر ہوئے۔ ہزاروں بھاگتے وقت دریا میں ڈوب کر واصل جہنم ہو گئے۔ اور تیس ہزار ایرانی میدان جنگ میں کام آئے۔ علاوہ ازیں بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس میں سے خمس نکال کر معہ مژدہ فتح دربار خلافت میں بھیجا گیا۔ اور مابقے مال غنیمت مسلمان لشکریوں پر تقسیم کر دیا گیا۔

جنگ دجلہ

قارن کے مقتول ہونے اور ایرانی افواج کو مٹھی بھر اسلامی فوج سے شکست فاش کھانے کی اطلاع جب شاہ ایران کو ہوئی۔ تو گھنٹوں میں سر دیکر بحر تفکر میں غوطہ زن ہو گیا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ زبردست اور آہنی فوج کا تیرہ ہزار سے منہزم ہو جانیکا حال سن کر بھونچکا سا رہ گیا۔ آخر کار پھر جرأت کر کے شکست خوردہ افواج کو جمع کیا۔ اور علاوہ ازیں جسقدر اور فوج جمع کرنا شاہ ایران کے امکان میں تھا۔ جمع کر کے مسلمانوں کے مقابلے پر پھر روانہ کی۔ اس جنگ میں عرب عراق اور جزیرے کے نصاریٰ اور یہود نے بھی ایرانیوں کو فوجی مدد دی۔ جس کا باعث ترقی اسلام کا حسد تھا۔ کیونکہ اسلام کی ترقی یہود و نصاریٰ کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی تھی حالانکہ ابتدائے اسلام سے لے کر آجتک مسلمانوں نے ان عیسائیوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔ الغرض لاکھوں کی تعداد میں ایک جرار لشکر چند ہزار مجاہدین کے مقابلے کیلئے

Marfat.com

اندرزغر اور بہمن جادو یہ سپہ سالاران ایران کی ماتحتی میں جو ایک مشہور و معروف جنگی افسر تھے۔ اور جو بیشتر ازیں کئی لڑائیوں میں اپنی جرأت و شجاعت کے کرتب دکھلا کر کئی دفعہ تمغے اور انعام حاصل کر چکے تھے۔ مسلمانوں کا قطعی استیصال کر دینے اور ہرمز و قارن وغیرہ وغیرہ مقتول سپہ سالاران ایران کا انتقام لینے کیلئے روانہ ہوئے۔ اور سرعت کیساتھ کوچ کرتے ہوئے دجلہ کے کنارے ڈیرے ڈالدیئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے بھی تمام حالات سے اطلاع پاتے ہی فوراً نہر ثنی کو عبور کر کے ایرانیوں کے بالمقابل جا ڈیرا جمایا۔ اور بعد اظہار قبول اسلام یا جزیہ انکار کی صورت میں جنگ کی تیاری کا حکم دے کر صف بندی میں مشغول ہو گیا۔ اور اپنے لشکر کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کو ایک کوس کے فاصلے پر رہنے کا حکم دیا۔ اور ایک حصے کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور تیسرے حصے کو اپنی کمان میں لیکر دشمن کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ اور الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطن کان ضعیفا کی پرجوش آواز سے حوصلہ مجاہدین کو بڑھانے کے بعد ان الفاظ میں ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ۔ ومن اوفیٰ بعہدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہٖ ۔ وذلک ھو الفوز العظیم ۝ مسلمانوں کو ترغیب جہاد دلا کر میدان قتال میں دشمن کی کثرت اور جوش و خروش سے مرعوب نہ ہو کر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے ہوئے ایک عام حملے کا حکم دیا۔ اور مسلمانوں نے اپنے شیردل نڈر سپہ سالار کی معیت میں اس تیزی و تندی سے حملہ کیا۔ کہ چار پانچہزار مجاہدین کے حملے کو لاکھوں کی ایرانی جمعیت روک نہ سکی اور مقدمۃ الجیش کا صفایا کرا بیٹھی۔ اور اپنے بہت سے مورچے چھنوا کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گئی۔ اور تازہ دم افواج کے پے

نوٹ۔ اس کا ترجمہ گزر چکا ہے ۔ ۲؎ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانیں اور انکے مال جنت کے بدلے میں خرید لیئے ہیں یہ لوگ اپنی جان و مال کی پرواہ نہ کر کے اللہ کی راہ میں اشاعت اسلام۔ حق کی حمایت۔ مظلوموں کی مدد لڑتے ہیں کفار کو قتل کرتے ہیں۔ اور خود بھی (جنگ میں) مارے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا توراۃ انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا ہوا ہے۔ خدا سے اوپر اپنے وعدے کو پورا کرنیوالا کون ہے۔ اے مسلمانو! اس خریداری پر جو تم نے اللہ کے ساتھ کی ہے۔ یعنی اپنی جان اور مال دے کر بہشت خرید کیا ہے۔ خوشی کرو کیونکہ یہ سودا (ابھی ارزاں ہے) اور اس میں تم کو بہت کامیابی اور بڑا نفع ہے۔

درپے حملوں کے باوصف بھی کھوئے ہوئے مورچوں کو مسلمانوں سے واپس نہ لے سکی چونکہ اب تک صرف وہی حصہ فوج جو خود امیر لشکر حضرت خالدؓ نے اپنی ماتحتی میں لیا تھا۔ دشمن کے مقابلے پر اڑا ہوا تھا۔ اور اس میں کچھ ضعف کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اگرچہ بہادر غازیوں نے دشمنوں پر اپنے ضعف کے آثار ظاہر نہ ہونے دیئے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تجسس نگاہیں ضعف کو معلوم کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کو پوری ترتیب کیساتھ کمین گاہ کی طرف ایسی صورت میں پسپا ہونیکا حکم دیا جس سے ایرانیوں کو مسلمانوں کی بزدلی کا یقین آجائے چنانچہ ایرانیوں نے یہ حال دیکھ کر بڑھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ وہ عین کمینگاہ کی زد میں آ گئے۔ اسوقت ان بہادر غازیوں نے جو کمین گاہ میں ابتک تازہ دم بیٹھے تھے اس تیزی اور تندی کے ساتھ حملہ کیا۔ اور دائیں جانب سے اس لشکر نے جو ابھی تک ایک کوس کے فاصلے پر پڑا تھا۔ پورے جوش کے ساتھ آکر حملہ کر دیا ادھر سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی فوج کو پلٹ کر حملہ کر دینے کی تاکید کی۔ اور اپنی مافوق العادۃ محیر العقول چستی اور تیزی کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ ایرانی حواس باختہ ہو گئے۔ اور ان کے لئے قیامت صغریٰ قائم ہو گئی۔ اور جدھر منہ آیا۔ بے تحاشا بھاگ نکلے۔ ہزاروں دریا میں ڈوب مرے ہزاروں قید ہو گئے اور ستر ہزار میدان جنگ میں تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ اس جنگ میں خلاف معمول پیشوایان دین اور قصہ گو بھی بہ تعداد کثیر شامل تھے۔ جو ایرانیوں کے مذہبی جوش کو ابھارتے اور لڑائی پر آمادہ کرتے تھے۔ بڑے بڑے فصیح و بلیغ قصہ گو رستم و اسفندیار وغیرہ وغیرہ ناموران ایران کی کہانیاں سنا سنا کر ایرانیوں کو غیرت دلانے کیلئے ساتھ تھے جنہوں نے ہر حال میں اپنے فرائض کو کماحقہ نہایت خوش اسلوبی کیساتھ ادا کیا۔ لیکن تقدیر پلٹ چکی تھی۔ توحید اور شرک کا مقابلہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان یرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین ٥ لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون۔ کے مطابق شرک کا توحید پر غالب آنا باوجود لاکھ لاکھ کوششوں کے بھی ناممکن امر تھا۔ اس نور الٰہی کو اگرچہ کفار بدکردار پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اس اپنے نور یعنی اسلام کو روشن کر کے چھوڑیگا۔ اور کفار اور مشرکین کی ساری کوششوں کو بیکار کر دیگا اسلئے کفار کی یہ ساری کوششیں جانفروش مجاہدین کے مقابلے میں رائیگاں گئیں۔ اور مسلمانوں کا استیصال کرنے والے خود اپنا استیصال کرا بیٹھے۔ اور سارا جوش و خروش۔ مجاہدین کے ایک ہی نعرہ اللہ اکبر کے سامنے دھیما پڑ گیا۔ بڑے بڑے تجربہ کار۔ بہادر منچلے جنگی افسروں کو

Marfat.com

مجاہدین کے اول ہی حملے نے تہ تیغ کر دیا۔ اور ایرانیوں کو ذلت کی شکست نصیب ہوئی۔ اور لاتعداد مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس میں سے خمس نکال کر معہ مژدہ فتحنامہ و حالات جنگ دربار خلافت میں بھیجا گیا۔ اور باقی لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

اس عالیشان فتح کی خبر سنتے ہی ادائے شکر کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امیر المومنین نے بھرے مجمع میں فرمایا کہ عجزت النساء ان یلدان مثل خالدؓ یعنے خالد جیسا بہادر بیٹا کوئی ماں نہیں جنے گی۔ اگر غور کی نظروں سے دیکھا جائے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بالکل درست اور بجا نظر آئیگا۔ دنیا میں لاکھوں بہادر کروڑوں سپہ سالار ہو چکے ہیں۔ اور اپنی کارگزاریوں اور فتحمندیوں کے باعث ایک عالم کو ششدر مبہوت بنا چکے ہیں لیکن اگر ان تمام بہادران و سپہ سالاران عالم کی کارگزاریوں کے بالمقابل حضرت خالدؓ کی معجزانہ محیر العقول کارگزاریوں اور فتحمندیوں کو رکھا جائے۔ تو خالد رضی اللہ عنہ کا پاسہ بھاری نظر آئے گا تاریخ عالم ابتدائے آفرینش سے لے کر آجتک کوئی ایسا مشہور بیباک اور فاتح شخص نہیں بتا سکتی جس کو خالدؓ کا مثیل کہا جا سکے۔ اقوام عالم کی تاریخوں کو الٹو پلٹو۔ لیکن مثیل خالد ملنا ناممکن امر ہے۔ مورخین عالم سراپا حیران ہیں۔ اور بے بس ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی ہمارے وہم و گمان میں آسکتی ہے جسکی مضبوطی کے ساتھ خالد رضی اللہ عنہ کو تشبیہ دی جا سکے۔ مورخان عالم کی یہ حیرانی بالکل بجا اور درست ہے جب دربار رسالت سے سیف اللہ کا خطاب اس کو مل چکا ہے۔ تو دنیا کی کونسی مضبوط سے مضبوط ترین چیز ہو سکتی ہے۔ جو مثیل سیف اللہ کہی جا سکے۔ اور وہ کون فرد بشر ہے۔ جو سیف اللہ کا ثانی کہلا سکے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو کافروں کا ٹھکانا فنا کرنا اور اسلام کو غلبہ دینا مقصود تھا۔ اور وہ وقت ابتدائے اسلام کا تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے خالد جیسا بہادر اور فاتح شخص اسلام میں پیدا کر دیا جس کی ہمت۔ دلیری۔ جرأت۔ شجاعت قابلیت جنگی اس حد سے غیر معمولی طور پر بڑھی ہوئی تھی۔ جہانتک انسانی دلیری کا وہم و گمان کیا جا سکتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدیق اکبر جیسا حق پرست اور نڈر خلیفہ نہ ہوتا۔ جنہوں نے باوجود مخالفت جملہ صحابہ کبار مہاجر و انصار مرتدین کا قلع قمع کرنے میں تساہل سے کام نہ لیا۔ اور اسلام کی گرتی ہوئی عمارت کو اپنے زور بازو سے سنبھال کر الیوم اکملت لکم دینکم کی صداقت کو برقرار رکھ کر اسلام کے آدم ثانی۔۔ کا

لقب حاصل کیا۔ اور ان کا سپہ سالار اعظم حضرت خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ ہوتا۔ تو نہ معلوم اسلام پر کیا کیا مصائب و نوائب وارد ہوتیں اور آج اسلام کی کیا حالت ہوتی۔

جنگ لیس

چونکہ گذشتہ لڑائیوں میں ایرانیوں نے عیسائیوں سے بھی مدد حاصل کی تھی۔ اور عیسائیوں نے اسلام کی رکاوٹ کی خاطر اپنی خوشی سے بھی ایرانیوں کو مدد دی۔ اور عیسائی لوگ بہ تعداد کثیر ایرانی معرکوں میں شامل ہوئے۔ جن میں اکثر تلوار کا شکار بن گئے اور اکثر اسیر یا مجروح ہو گئے اس وجہ سے دیگر عیسائیان ایران وغیرہ نے اپنی متفقہ طاقت سے مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کی اور ایسے وقت میں جبکہ مسلمان سلطنت ایران سے الجھے ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے وقت کو غنیمت جان کر مسلمانوں سے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ عبدالاسود عجلی کو اپنا سردار بنا کر مقام لیس کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اردشیر شاہ ایران سے بھی امداد طلب کی۔ چنانچہ عیسائیوں کا طلب امداد کا خط پہنچتے ہی اردشیر شاہ ایران نے بہمن جادویہ اور جاپان نام دو مشہور سپہ سالاران کو عیسائیوں کی امداد کا حکم دیا۔ اور بہت سی جنگی فوج انکے ہمرکاب کر دی۔ لیکن شاہ ایران کی اتفاقیہ بیماری سے بہمن تو وقت پر عیسائیوں کو مدد نہ دے سکا۔ اور وہ وہیں رک گیا۔ لیکن جاپان وقت پر عیسائیوں سے آ ملا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جنگ دجلہ کی فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ عراق کے انتظام کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ سلطنت ایران کو اسقدر کافی ضرب پہنچ چکی ہے۔ کہ وہ سر دست فی الفور میدان جنگ میں آنیکا حوصلہ نہیں کر سکتی۔ اور ایران کے قبیلے جوش انتقام سے متاثر ہو کر کھوئے ہوئے علاقوں کو پھر سے حاصل کرنے کی کوشش کرنیکے وقت تک علاقہ جات مفتوحہ ایران سے فرصت حاصل ہو جائیگی۔ لیکن ابھی آپ نے انتظام سے فراغت بھی نہیں پائی تھی کہ عیسائیوں کی شرارتوں کی اطلاعات پے در پے پہنچنی شروع ہوئیں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کے ارادہ جنگ سے مطلع ہو کر فوراً ہی پیشتر اس کے کہ عیسائی حملہ کریں خود صفر ۱۲ھ میں عیسائیوں کے مقابلے کیلئے روانہ ہوئے۔ تاکہ دشمن کا انتظام جنگ ہونے سے پیشتر ہی ان کو آسانی سے منتشر کیا جا سکے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ یلغار کرتے ہوئے فوراً مقام لیس پر پہنچے اور آتے ہی قبول اسلام یا جزیہ کی دعوت دی۔ اور بصورت انکار فیصلہ تلوار پر چھوڑا۔ لیکن انہوں

نے قبول اسلام یا جزیہ دینے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ مقابلہ کیلئے میدان میں اتر آئے اگرچہ حقیقی اسلامی جوش کے سامنے کثرت دشمن عمدگی اسلحہ اور قواعد دانی وغیرہ فضول اور بے حقیقت تھیں۔ اور پرجوش مجاہدین کئی بار اپنے فعل سے بھی متواتر جنگوں میں باوجود مدتوں کی کھکاوٹ کے اپنے سے کئی گنا زیادہ افواج قاہرہ کو ناک چنے چبوا چبوا کر اہل عالم پر عموماً اور ایرانیوں اور عیسائیوں پر خصوصاً ثابت کر چکے تھے۔ کہ قواعد دانی عمدگی اسلحہ۔ زیادتی افواج اور دیگر سامان حرب کی آسانی اور زیادتی سب ہمارے سامنے بے حقیقت ہیں۔ لیکن پھر بھی امید ایک ایسی شئے ہے۔ جو باوجود ہزار در ہزار مصیبتوں اور تکلیفوں میں گرفتار ہونیکے مخلصی کا خوشنما چہرہ دکھا دیا کرتی ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی اپنے ساز و سامان ایک لاکھ سے زیادہ جرار لشکر اور قواعد دانی پر بہت کچھ ناز و افتخار تھا۔ اور یہ انکی صرف امید ہی امید تھی۔ جو مشرکین کو ہوا کرتی ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کی ایسی امید ونکے خاکے خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اڑائے ہیں۔ الغرض فریقین کی صف بندی ہوتے ہی لڑائی شروع ہوئی۔ اوّل اوّل تو کچھ عرصہ جنگ مبارزانہ ہوتی رہی۔ لیکن آخر کار جب مشرکین کے سب سے بڑے اور مشہور بہادر مالک بن قیس کو جس کی ذات پر عیسائیوں کو بہت کچھ بھروسہ تھا۔ شمشیر خالدی کی ایک ادنےٰ سی ضرب نے پروانہ راہدی دے کر دوزخ کی طرف روانہ کر دیا۔ تو عیسائیوں کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور بڑی تندی و تیزی کے ساتھ حملے پر حملہ کرنے لگے لیکن حضرت خالد جیسے شجاع اور جری سپہ سالار کی ماتحت۔ افواج پر جو میدان وغا میں پہاڑ سے بڑھ کر ثابت قدم اور سد سکندری سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی تھیں۔ دشمن کے تیز و تند حملے کیا اثر ڈال سکتے تھے۔ برخلاف اس کے خود ہی ہر حملے میں نقصان کثیر کے ساتھ واپس ہو جانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ اگرچہ عیسائیوں نے داد شجاعت دینے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن عربی تلوار کے سامنے ان کی شجاعت کی کوئی پیش نہ چل سکی۔ اور ان میں مایوسی اور بزدلی کے آثار پیدا ہو گئے۔ قریب تھا۔ کہ دشمن خود بخود بھاگ نکلے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے موقعہ کو غنیمت جان کر شیدائیان اسلام کو یکبارگی نہایت سختی سے حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ جس کی تعمیل میں بہادر غازیوں نے تکبیر کے نعروں کے ساتھ اسقدر تندی و تیزی سے حملہ کیا۔ کہ عیسائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور ان کو بھاگنے کا راستہ نہ مل سکا۔ اور اتنی لمبی چوڑی خدا کی زمین پر ان پر تنگ ہو گئی۔ مسلمانوں نے انکا تعاقب کیا۔ اور اسقدر عیسائی لڑائی میں قتل ہوئے۔

Marfat.com

کہ خون کی ندی چل پڑی۔ اور ستر ہزار سے کچھ اوپر عیسائی مقتول ہوئے اور کچھ اسیر ہو گئے اور بیس ہزار کے قریب فرار ہو گئے بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عیسائیوں کا تمام مال ومتاع۔ بیشمار سامان جنگ مویشی۔ سامان رسد خیمے۔ مال مویشی سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ کفار کے فرار ہونے کے وقت شام کے کھانے کا وقت تھا۔ اور ان کا کھانا وغیرہ پورے طور سے تیار تھا۔ کہ شمشیر خالدی سے مجبور ہو کر ان کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اور سارا پکا پکایا۔ چنا چنایا کھانا دھرا ہی رہ گیا۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا چونکہ مسلمان صبح سے شام تک محض بھوکے پیاسے ہی لڑ رہے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے ان کو کھانے کا انتظام کرنے کی زحمت سے مخلصی دلادی۔ اور فتح ہوتے ہی مال غنیمت سنبھالنے کے بعد کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور فتح حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

جنگ امعیشیا

چونکہ جنگ لیس کے بچے کھچے مفرور شدہ عیسائیوں نے امعیشیا کا رُخ کر کے اپنی حفاظت اور جنگ کا سامان کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صبح ہوتے ہی امعیشیا کی طرف کوچ کا حکم دے دیا۔ اور جھٹ پٹ بڑی سرعت کے ساتھ امعیشیا میں جا پہنچے۔ جب عیسائیوں نے دیکھا۔ کہ خالدؓ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے ہیں تو حواس باختہ ہو گئے۔ اور مجبوراً اسی حالت میں ان کو میدان میں اترنا پڑا لیکن شمشیر خالدی کی تاب کب لا سکتے تھے۔ بہت جلد حوصلہ چھوڑ بیٹھے۔ اور اپنا سارا سامان جنگ وہیں چھوٹنے پر مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔ اور خود جدھر کو سینگ سمائے۔ فرار ہو گئے۔ دور تک تعاقب کیا گیا۔ اور تقریباً تین چوتھائی مقتول یا اسیر ہو گئے۔ اور باقی بھاگ گئے سارے کا سارا سامان جنگ۔ اسلحہ۔ سامان باربرداری۔ سامان رسد وغیرہ وغیرہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اور مشرکین نصاریٰ صرف اپنی جانیں لے کر چلے گئے بعد فتح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے لئے حسب دستور خمس نکال کر مع مژدہ فتح دربارِ خلافت میں بھیجدیا۔ اور بقیہ سارا مال مسلمان مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا۔ جس وقت جنگ لیس اور امعیشیا کے مال غنیمت کا خمس دربارِ خلافت میں پہنچا۔ اور وہ اس قدر تعداد میں تھا۔ کہ مسلمانوں نے اس سے پیشتر اتنی مقدار کا مال ایک جگہ نہیں دیکھا

Marfat.com

تھا۔ مسلمانوں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ اور مجاہدین کے حق میں دعائے خیر مانگی ۔

جنگ حیرہ

حدود عراق میں داخل ہوتے ہی حاکم حیرہ نے نو ہزار درہم اور کچھ پارچات سالانہ خراج کے عوض خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صلح کرلی تھی لیکن جب آپ اِدھر ایرانی جنگوں میں مصروف کار تھے۔ تو حاکم حیرہ نے عہد شکنی کرکے مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے شاہ فارس سے مدد طلب کی۔ اور خود بھی سامان جنگ فراہم کرنے اور افواج کے اجتماع میں مصروف ہوگیا جب حضرت خالدؓ کو ان حالات کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے فوراً جنگ لیس و امغیشیا کی فتح کے بعد ربیع الاول ۱۲ھ میں حیرہ کا رخ کیا یہ شہر بڑا رونقدار، پرفضا اور دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھا۔ حاکم حیرہ نے اپنے بیٹے کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ دریا پر بھیج دیا تھا۔ کہ اگر خالد رضی اللہ عنہ دریا کے راستے حیرہ کی طرف حملہ آور ہوں۔ تو ان کو وہیں روکا جائے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ دریا کے راستے ہی سفر کرتے آرہے تھے۔ کہ حیرہ کے قریب ہی جہاں حاکم حیرہ کا بیٹا ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اور بندھ بندھوانے کی وجہ سے دریا کے پانی کا رُخ مسلمانوں کو آتے دیکھ کر پلٹ دیا جاچکا تھا۔ مسلمانوں کو خشکی پر اترنا پڑا۔ اور نہایت تیز گامی کے ساتھ بڑھ کر حیرہ پر حملہ کرنے لگے۔ کہ حاکم حیرہ کے بیٹے نے مزاحمت کی ایک مختصر سی لڑائی کے بعد حاکم حیرہ کا بیٹا قتل ہوگیا۔ اور سارا لشکر منتشر ہوکر بے سروسامانی کی حالت میں حیرہ کی طرف بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے یہ فتح حاصل کرنے کے بعد کچھ اس انداز سے اپنا ڈیرہ ڈالا کہ حیرہ محاصرہ کی حالت میں ہوگیا جس سے اہل شہر کو رسد کی تکلیف کا پہنچنا یقینی تھا۔ جب حاکم حیرہ نے اپنے بیٹے کے قتل ہونے کی خبر سنی تو نہایت طیش اور غرور کے ساتھ فوج لے کر نکلا۔ لیکن یکایک اردشیر شاہ ایران کے مرنے کی خبر سننے سے خود بخود پیچھے ہٹ گیا۔ اور فرار ہوگیا۔ لیکن اہل شہر اور باقی ہمراہی سردار معہ اپنی اپنی افواج کے قلعہ میں محصور ہوگئے۔ سالارِ لشکر اسلامیہ حضرت خالدؓ نے بدستور محاصرہ ڈالے ہوئے کچھ مجاہدین کی ہمراہی میں مثنےٰ بن حارث شیبانی رضؓ کو قلعہ کی تسخیر پر مامور فرمایا۔ اور اگرچہ قلعہ والوں نے مثنےٰ بن حارث شیبانی کی مزاحمت کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا۔ لیکن بہادر مثنےٰ معہ اپنے جانباز عاشقان اسلام مجاہدین کے بزور بازو قلعہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور لڑتا بھڑتا داد شجاعت دیتا ہوا ایک دروازے پر

Marfat.com

قابض ہو گیا۔

جب اہالیان شہر نے دیکھا کہ مسلمان بزور شمشیر شہر کو عنقریب ہی فتح کر لینگے تو انہوں نے اپنے چند مذہبی پیشواؤں کو خدمت مثنیٰ بن حارث شیبانی میں بطور وفد کے بھیجا۔ تاکہ جسطرح بھی ہو سکے مسلمانوں سے صلح کر لی جائے چونکہ اسلام صلح کو رد نہیں کرتا۔ اور ایسے درویشوں۔ مذہبی آدمیوں۔ بچوں۔ بوڑھوں عورتوں وغیرہ وغیرہ پر اسلام تلوار اٹھانے کو حرام بتاتا ہے۔ اس لئے ان مذہبی آدمیوں کو دیکھ کر جو راہبانہ فقیرانہ لباس پہنے ہوئے نظر آئے۔ مسلمانوں نے تلوار کو نیام میں ڈالا اور ان کی گفتگو کو سن کر تین دن کی مہلت دیدی۔ کہ اگر تین دن کے اندر اندر امیر لشکر اسلامیہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے شرائط صلح طے نہ کر لو تو چوتھے دن شہر کو بزور شمشیر فتح کر لیا جائیگا۔ چنانچہ اجازت ملنے کے بعد اہالیان شہر کا ایک وفد بصدارت عبدالمسیح خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض مطلب کرنے کے بعد اپنی قوم کی عزت و عظمت۔ شان و شوکت اور علاقہ کی زرخیزی کا حال بیان کر کے بغرض اظہار فصاحت چند غیر متعلق باتیں بھی کہیں۔ اثنائے گفتگو میں خالد رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا۔ کہ عبدالمسیح صدر وفد کے ہاتھوں میں کوئی پڑیہ ہے جس کو وہ نہایت احتیاط سے پکڑے ہوئے تھا جب عبدالمسیح نے اپنے سلسلہ کلام کو ختم کیا۔ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے عبدالمسیح نے کہا کہ یہ زہر ہلاہل کی پڑیہ ہے پھر خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ زہر تم نے کیوں اپنے پاس رکھا ہے یا کیوں اپنے ہمراہ لائے ہو جس کے جواب میں عبدالمسیح نے کہا۔ کہ چونکہ میں اپنی قوم میں سب سے زیادہ محترم اور بزرگ سمجھا جاتا ہوں۔ اور انہوں نے مجھے صلح کرنے کے لئے بھیجا ہے اور ان کو یقین ہے کہ عبدالمسیح صلح کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیگا۔ لیکن میں نے اس زہر کو احتیاطاً اپنے پاس رکھا ہے کہ اگر آپ میری قوم کے برخلاف فیصلہ کریں۔ اور صلح کو نامنظور کریں۔ تو میں یہ زہر کی پڑیہ کھا کر یہیں ڈھیر ہو جاؤں اور اپنا ناکامی بھرا منہ قوم کو نہ دکھاؤں۔ عبدالمسیح کی یہ تقریر سننے کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے وہ پڑیہ طلب کی اور فرمایا کہ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتٰبا مؤجلا۔ یعنے کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا۔ اور ہر ایک کی موت کا وقت مقررہ لکھا ہوا ہے۔ اس وقت سے پہلے یا پیچھے کوئی شخص نہیں مر سکتا۔ تمہارا یہ فعل بالکل عبث ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے کامل ایمان کا پورا نمونہ دکھانے اور عبدالمسیح پر اس کا یہ فعل بالکل عبث اور فضول ثابت کرنے کے لئے بسم اللہ وباللہ۔ رب الارض والسماء الذی لا یضر مع

Marfat.com

اسمہٖ شیئٌ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع البصیر پڑھ کر سارے زہر کو کھالیا۔
عبدالمسیح خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ جرأت دیکھ کر حیران سا رہ گیا۔ اور اپنی قوم کے پاس جا کر کہا کہ یاد رکھو تم ایسی قوم سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جو موت کو اس قدر عزیز سمجھتی ہے۔ جس قدر عزیز ہم حیات مستعار کو سمجھتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس خیال سے کہ اگر اہل اسلام میری بات کو نہ مانیں اور میں صلح کرانے میں ناکامیاب ہوں تو میں زہر کھا کر مر جاؤنگا۔ اور اپنا ناکام چہرہ قوم کو نہ دکھاؤں گا۔ میں نے بہت سا زہر ہلاہل اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔ لیکن اثنائے گفتگو میں جب سردار اسلام کو میرے اس ارادے کی خبر ہوئی۔ تو اس نے مجھ سے زہر ہلاہل لے کر میرے سامنے تمام و کمال کھالیا۔ اور تعجب ہے کہ زہر کا کچھ خفیف سا نا معلوم اثر بھی اس پر ظاہر نہ ہوا۔ عبدالمسیح کی اس بات کو سن کر تمام آدمیوں پر ایک قسم کی وحشت سی طاری ہو گئی۔ اور بعض کے دلوں میں اسی واقعہ سے اسلام کی صداقت کا نور چمک اٹھا۔
اور ثابت کر دیا۔ کہ جب موت آتی ہے۔ تو انسان خواہ کہیں ہو ٹل نہیں سکتی۔ اور اگر موت نہیں آتی تو لاکھوں شمشیر بکف دشمنوں کے ہجوم میں سے بھی جان سلامت بچ جاتی ہے۔ اور اہل اسلام کا یہی وہ عقیدہ ہے جس کی بدولت محیر العقول فتوحات ایک نہایت قلیل عرصہ میں حاصل ہو گئیں یہی وہ عقیدہ ہے۔ جس کی بدولت لاکھوں کی افواج قاہرہ سے بھڑ جانا ایک مسلمان کے لئے معمولی بات ہے۔ اور یہی وہ عقیدہ ہے جس نے اہل عالم پر ثابت کر دیا۔ کہ اگر حقیقی اسلامی جوش ہو۔ تو دنیا کی کوئی مادی طاقت اس جوش کو دبا نہیں سکتی۔ اور نہ کوئی قوت ایسا حقیقی جوش رکھنے والے کو مغلوب کر سکتی ہے۔ اس عقیدے کی بدولت بڑی بڑی کلدار اتواپ کی آتش فشانی بندوقوں کی باڑھ تلواروں کی کاٹ مسلمان کے دل پر خوف و ہراس نہیں پیدا کر سکتی۔ اسی عقیدے کی بدولت مسلمان ہر میدان میں کامیاب ہوتے رہے۔ اور اسی عقیدے نے بڑی بڑی جابر و قاہر سلطنتوں کو مسلمانوں کے معمولی ہاتھوں سے تہ و بالا کرا دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سی ایمانی طاقت نے ہزاروں بندگان خدا کی جان و مال کو شمشیر کے گھاٹ اترنے سے محفوظ کر لیا۔ اور دو لاکھ نوّے ہزار درہم پر صلح ہو گئی۔ اور باشندگان حیرہ پر کوئی کسی قسم کی دست درازی نہیں کی گئی۔ ان کا جان و مال بدستور محفوظ اور مامون رہا۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ضرار بن الازور اور مثنےٰ بن حارث وغیرہ وغیرہ اصحاب کو اطراف و اکناف حیرہ میں مختصر

سی جمعیتوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ تاکہ جملہ لوگوں کو دعوتِ اسلام دیں یا جزیہ دینا قبول کریں۔ ورنہ تلوار سے ان کے ساتھ فیصلہ کریں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ چند ہی دنوں میں گرد و نواح کے شہر و قصبات کے حکام نے بھی اطاعت کا اظہار کیا۔ بعض نے اسلام قبول کیا یا اطاعت اختیار کر کے جزیہ دینا قبول کیا۔ اور اگر کسی نے ذرا چون وچرا کی۔ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کے ماننے سے انکار کیا۔ تو جانباز غازیوں نے فوراً اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

جنگ انبار

حیرہ سے فراغت پاتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکام ایران کے نام دعوت اسلام یا تسلیم اطاعت کے خطوط لکھے اور بصورت انکار تلوار پر فیصلہ کرنے کو منحصر رکھا جن پر افسوس کہ کوئی غور نہ کیا گیا۔ اسی اثناء میں متواتر و پیہم اطلاعات موصول ہونے لگیں۔ کہ جملہ منہزم شدہ سردار اور افواج بالحاظ ایرانی و عیسائی وغیرہ سب مقام انبار میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور وہاں کے قلعہ کو جو پہلے ہی ایران میں ایک مستحکم ترین قلعہ ہے۔ مزید استحکامات سے مستحکم کیا جا رہا ہے اور دعوت اسلام کا جو خط حاکم انبار کے نام بھیجا گیا تھا۔ اس نے نہایت حقارت کیساتھ واپس کر دیا۔ بلکہ پیغام جنگ بھی دیدیا۔ قاصد کی زبانی بھی ان تمام خبروں کی جو متواتر روزمرہ پہنچ رہی تھیں تصدیق ہوگئی چنانچہ حضرت قعقاع بن عمر التمیمی کو حیرہ وغیرہ علاقہ جات مفتوحہ پر حاکم مقرر کر کے خود خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً انتیس ہزار مجاہدین کی جمعیت سے جن میں اب بفضل ایزدی خاصہ اضافہ ہو گیا۔ انبار کی طرف کوچ کا حکم دیدیا۔ اور بسرعت تمام یلغار کرتا ہوا انبار جا پہنچا۔ وہاں جاکر استحکامات قلعہ فصیل اور خندق وغیرہ کا بخوبی ملاحظہ کیا۔ اور انبار کو ان اطلاعات سے جو آپ کو ملتی رہی تھیں۔ بڑھ کر مضبوط اور مستحکم پایا۔

ایرانیوں کا خیال تھا اور یہ صرف خیال ہی نہ تھا بلکہ یقین واثق سے گذر کر عین الیقین کے درجے تک پہنچ چکا تھا۔ کہ انبار ناقابل تسخیر ہے۔ یہ شہر اور قلعہ ایک مشہور ایرانی سپہ سالار نے یونانیوں کی روک تھام کے لئے حیرہ اور مدائن دارالخلافہ ایران کے درمیان ایک خاص اور موزوں جنگی موقعہ پر تعمیر کرایا تھا اور ہر وقت کے لئے سامان حرب اور افواج سے یہ قلعہ پر رکھا جاتا تھا۔ ملک ایران میں اول درجہ کا مضبوط اور وسیع قلعہ اور آباد شہر تھا جب

Marfat.com

حاکم انبار نے اپنے بیشمار ذخائر اور سرتا پا غرقِ آہن زرہ پوش ستر ہزار کے جرار لشکر کو مجاہدین کے لشکر کے دوچند سے زیادہ پایا۔ تو ادائے جزیہ یا قبول اسلام سے صاف صاف انکار کر کے بڑے غرور اور شوخی کے ساتھ لڑائی پر تیار ہو گیا۔ اس کو قلعہ کی مضبوطی پر بہت کچھ ناز تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انبار ناقابل تسخیر ہے۔ اس لئے اس کا غرور بالکل بجا تھا۔ لیکن افسوس کہ تقدیر اس کے سر پر کھڑی رو رہی تھی۔ اس کا پالنسہ پلٹ چکا تھا۔ اس ناقابل تسخیر قلعہ کا بزور شمشیر فتح کیا جانا اور مجاہدین کے مقدر میں اس کا فاتح کہلانا قرار پا چکا تھا۔ اگرچہ حاکم انبار نے اپنی فوج کو سرتا پا غرق آہن کر دیا ہوا تھا۔ تا کہ تلوار اور نیزے کا کوئی وار جو عربوں کا جوہر ہے کارگر نہ ہو سکے۔ لیکن بدنصیب حاکم انبار کو اپنے مدمقابل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ذاتی شجاعت۔ سچے اسلامی جوش اور ذہانت و تجربہ کاری کا علم نہ تھا۔ اگر خالدی جوہروں کو وہ جانتا ہوتا۔ تو سر سے پاؤں تک زرہ بکتر سے آراستہ فوج جن پر تلوار اور نیزے کا کارگر ہونا محالات میں سے تھا۔ اسقدر غرور کر کے سرکشی نہ کرتا چونکہ ہر موقعہ اور ہر کام میں ضرورت ایجاد کی ماں تسلیم ہو چکی ہے۔ اور اگر ہر کام میں مناسب اوقات پر مناسب تدابیر اختیار نہ کی جائیں۔ تو کاروبار دنیاوی بند ہو جائیں۔ اور ہر ایک کو مایوسی کا شکار ہونا پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صف آرائی ہوتے ہی ایرانی فوج کی حالت دیکھ لی تھی۔ اور سمجھ گیا تھا۔ کہ حسب دستور سابقہ جنگ کرنے سے کامیابی ناممکن ہے۔ اور یہ صورت ایران میں اول ہی اول صرف انبار میں ہی پیش آئی تھی۔ چنانچہ آپ نے تیر اندازوں کو صف اول میں کھڑا کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ ٹھیک لیئے تاک کر تیر لگائیں۔ کہ دشمنوں کی آنکھیں جاتی رہیں۔ چنانچہ صف بندی کے بعد جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو مسلمان مجاہدین تجربہ کار تیر اندازوں نے ایسے تاک تاک کر نشانے لگائے۔ کہ پہلے ہی وار میں باختلاف روایت ایک ہزار یا کئی ہزار آنکھوں کو ہمیشہ کے لئے کھو بیٹھے۔ اور روئیں تنی اور فولاد پنجگی سب دھری کی دھری رہ گئی۔ بالآخر متواتر تیر اندازی سے ایرانی کچھ ایسے سہم گئے کہ ایک حملہ بھی نہ کر سکے۔ اور ہزاروں ایرانی بہادر ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گئے۔ اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔ اور پچھلے پاؤں بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ اور چونکہ ان کے خیال میں جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ خندق ناقابل گذر اور قلعہ ناقابل تسخیر تھا۔ اس لئے وہ بہت کچھ دلیر ہو گئے۔ جس کا

مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا چونکہ ایرانی درخواست صلح کیساتھ ساتھ قلعہ کی مضبوطی اور ناقابل تسخیر ہونے کے خیال سے یہ دھمکی بھی دیتے تھے۔ کہ اگر صلح کر لو۔ تو بہتر۔ ورنہ تم اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اسلئے خالد رضی اللہ عنہ نے انکی درخواست صلح کو رد کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر دم میں دم باقی ہے تو قلعہ کے ناقابل تسخیر ہونے کا خیال خام بزور شمشیر فتح کر کے توڑ دیا جائیگا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ سچے اسلامی جوش کے مقابلے میں مضبوط سے مضبوط ناقابل تسخیر سینکڑوں۔ ہزاروں قلعے اور لاکھوں کروڑوں کی افواج قاہرہ محض بے حقیقت ہیں۔ اور دنیا کی کوئی مادی طاقت خواہ وہ انفرادی حالت میں ہو یا اجتماعی صورت میں سچے اسلامی جوش کی موجودگی میں جانباز غازیوں پر غالب نہیں آسکتی۔ نیز چونکہ ایرانی عالم اسباب کے مقید تھے۔ اور اسلام اللہ تعالے پر توکل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے خالد رضی اللہ عنہ جو تعلیم اسلام کا ایک مکمل اور مجسم نمونہ تھے۔ ایرانیوں کے اس بھروسے کو جو ان کو عالم اسباب پر تھا۔ توڑنا چاہتے تھے تاکہ اسلام کی صداقت ظاہر ہو۔ اسلئے باوجودیکہ اسلام صلح کو رد نہیں کرتا۔ انبار والوں کی درخواست صلح کو نہایت بے اعتنائی کے ساتھ ٹھکرا دیا گیا۔ ایرانیوں کے محصور ہو جانے کے بعد حضرت خالد رض نے قلعہ کے گرداگرد کی طویل و عریض اور عمیق خندق کا ایک چکر لگایا۔ تاکہ کوئی موزوں و مناسب مقام گذر بل جائے۔ جہاں سے آسانی کے ساتھ گزر کر قلعہ کو فتح کیا جاسکے بالآخر آپ نے ایک موزوں مقام کو جائے گزر قرار دے کر مجاہدین کو حکم دیدیا کہ جس قدر بوڑھے لاغر اور بیمار اونٹ ہیں۔ ان کو ذبح کر کے خندق میں پھینک دو۔ تاکہ گزرنے کیلئے چند گز چوڑا راستہ تیار ہو سکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور اوپر سے کچھ مٹی ڈال کر خندق کو قابل عبور بنا لیا جس وقت ایرانیوں نے دیکھا۔ کہ مسلمانوں نے خندق کو قابل گزر بنا لیا ہے۔ اور ان کو قلعہ پر حملہ ہونے کا یقین ہو گیا۔ تو لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ ادھر سے خالد رضی اللہ عنہ نے بھی قلعہ پر دھاوے کا حکم دیدیا۔ قلعے کی فصیل کے نیچے بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اگرچہ ایرانی فصیل کے اوپر اور مسلمان پائیں فصیل میں تھے۔ اور وہ سخت مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن مسلمانوں کا جو قدم اٹھتا تھا۔ وہ آگے ہی پڑتا تھا۔ باوجود ایرانیوں کے نہایت جان توڑ مقابلہ کے مجاہدین مرتے مراتے مقابلہ کرتے کمند اور سیڑھیاں لگا لگا کر آخر کار فصیل قلعہ پر چڑھ گئے۔ اور اندر داخل ہوتے ہی نہایت جانبازی کے ساتھ دروازہ قلعہ پر پہنچکر دروازے کو کھول دیا جس کے کھلتے ہی اسلامی لشکر سیلاب کی طرح داخل قلعہ ہو کر اپنی تلوار کے جوہر دکھانے لگا اور اپنی ثابت قدمی بہادری اور

Marfat.com

ارادہ کی پختگی سے ایرانیوں کے دلوں میں جاگزیں کر دیا۔ کہ مجاہدین کے سامنے ناممکن اور ناقابل تسخیر کے الفاظ بالکل بے معنی ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لیاقت قلعہ شکنی دکھلانے کے بعد ایرانیوں کی بدحواسی دیکھ کر جو وہ موت مجسم کو اپنے روبرو دیکھتے ہوئے الامان الامان کا شور مچا رہے تھے۔ احکام اسلام اور اپنی رحیم طبیعت سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو تلوار نیام میں کرنیکا حکم دے دیا۔ ایرانیوں کا غرور توڑ دینے اور ناقابلِ تسخیر کے خیالِ خام کو انکے دلوں سے دور کر دینے کے بعد سابقہ درخواست صلح کو منظور کر کے مروت اسلامی کا اظہار کیا۔ اور سارے فوجی اشخاص رؤسا اور حاکم انبار وغیرہ وغیرہ سے ہتھیار رکھوا کر رہا کر دیا۔ اور قلعہ پر علم محمدی نصب کر کے تکبیر و آذان کی آواز سے ساکنانِ دشت و جبل کو اپنی آمد اور دعوت اسلام کا اشتہار دے دیا۔

جنگ عین التمر

انبار کی فتح کے بعد خالد رضی اللہ عنہ انتظام وغیرہ میں مصروف ہوئے چند دن ہی گزرنے پائے تھے۔ کہ آپ کو انبار کے شکست یافتہ رؤسا و امرا اور فوجی اشخاص کے عین التمر میں اجتماع کی اطلاعات پہنچنی شروع ہوئیں جن کو کمال فیاضی اور رحمدلی کے ساتھ انبار کی فتح کے بعد رہا کر دیا گیا۔ یہ شہر بھی انبار کی طرح ایک مضبوط اور مستحکم مقام تھا جس کو مزید مصنوعی استحکامات سے مضبوط بنا دیا گیا۔ اس جگہ کا حاکم مہران تھا جو شاہی خاندان سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے ارد گرد کے جملہ قبائل اور حکام سب مہران کے مطیع فرمان تھے۔ اور مہران اپنی ذاتی شجاعت و شہامت اور لیاقت جنگی کے باعث بھی بہت کچھ رسوخ اور عزت حاصل کئے ہوئے تھا۔ علاوہ ازیں کئی ایسے متمرد متعصب وغیرہ عربی قبائل بھی بہ تعداد کثیر مہران کے زیر حکومت آباد تھے۔ جنہوں نے مجوسیت اور عیسائیت کو قبول کیا ہوا تھا۔ اور اسلام کے سخت دشمن تھے جب ہر طرف سے شکست یافتہ امراء و رؤسا ایران اور حکام و دیگر فوجی اشخاص شمشیر خالدی سے مرعوب ہو کر عین التمر میں پناہ گزین ہوئے۔ تو مہران حاکم عین التمر انکی امداد پر تیار ہو گیا۔ اجتماع افواج و ذخائر حرب کرنے لگا۔ منہزم شدگان کو بہت کچھ تسلی و تشفی دی۔ بعضوں کو جو از حد مرعوب ہو چکے تھے۔ اور مسلمانوں کے سامنے آنے سے بھی انکے زہرے آب آب ہو جاتے تھے لعنت ملامت کر کے پچھلی رام کہانیاں سنا سنا کر پھر لڑائی پر برانگیختہ کر لیا۔ مہران نے عربوں کو بھی جو اس کے ماتحت اور مسلمانوں کے ایرانیوں کی طرح ہی مخالف تھے

Marfat.com

طلب کیا۔ اور انداز جنگ دریافت کیا۔ ان میں سے ایک عربی سردار نے جس کا نام عقبہ تھا۔ آگے بڑھ کر کہا کہ ہم عربی النسل ہیں۔ اور عربوں کے طریق حرب سے ایرانیوں کی نسبت زیادہ ماہر ہیں۔ لہٰذا افواج کی سپہ سالاری میرے سپرد کر دیجئے۔ اور دیکھئے کہ اہل اسلام کا کیا حشر ہوتا ہے۔ فتوحات کی ساری اٹی سٹی بھول جائینگے اور بھاگنے کیلئے عرب کا راستہ بھی نظر نہ آئیگا۔ جہران سالار افواج ایران نے جب عقبہ سردار اعراب منتصرہ کی گفتگو کو سنا تو اس کو عقبہ کی بات بہت کچھ پسند آئی۔ چنانچہ عربی افواج کے علاوہ ایرانی فوجوں کے بھی چیدہ چیدہ تربیت یافتہ آہنی دستے عقبہ کی ماتحتی میں دیدیئے۔ اور آگے بڑھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ نے جونہی کہ اطلاعات کا ملنا شروع ہوا۔ زبرقان بن بدر کو انبار میں امیر کر کے خود عین التمر کی راہ لی۔ اور عین التمر سے ایک منزل کے فاصلہ پر عقبہ سے جو ایران اور عربی افواج کیساتھ بڑھتا آرہا تھا مقابلہ ہوگیا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حسب دستور ابتدائے جنگ سے گریز کیا۔ اور اول دعوت اسلام یا قبول اطاعت اور ادائے جزیہ کا پیغام دیا۔ جس کو عقبہ نہایت سرد مہری کے ساتھ رد کر کے لڑائی پر آمادہ ہوگیا۔ اُدھر سے کون سی دیر تھی۔ ہر وقت کیل کانٹے سے درست تیار بر تیار رہتے تھے۔ عقبہ کی صف بندی سے پیشتر ہی فوراً مجاہدین کی صف بندی مکمل ہوگئی۔ عقبہ نے حملے پر حملے کئے۔ لیکن خالدؓ جیسے شیر دل اور مدبر سپہ سالار اور اس کے ثابت قدم پرجوش مجاہدین پر جنہوں نے اپنی شجاعت و شہامت سے ایران کے بند بند ڈھیلے کر دیئے تھے۔ اور پیشتر ازیں کئی بار افواج قاہرہ کے دھوئیں بکھیر چکے تھے۔ کیا اثر ڈال سکتے تھے۔ اور اگرچہ عقبہ اور اس کی فوج نے بڑی بہادری دکھائی۔ مگر مدمقابل سیف الٰہی تھا جس کی ایک ضرب سے ہزاروں کی روح تن سے پرواز کر جاتی تھی جونہی اثنائے جنگ میں عقبہ خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا۔ شوکت خالدی سے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور ساری اٹی سٹی جو مسلمانوں کو بھلانے کی لاف و گزاف مار کر آیا تھا۔ خود بھول گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار یا نیزے کی بجائے کام لینے سے خود بڑھ کر عقبہ کو سر سے پکڑ کر اس طرح دبوچ لیا۔ جس طرح ایک شہباز کسی عاجز و ناتوان چڑیا کو دبوچ لیا کرتا ہے۔ اور عقبہ کو اس کے مرکب سے اتار کر اپنی زین کے آگے رکھ لیا۔ اور پھر اپنے لشکریوں کے حوالے کر کے قید کر دینے کا حکم دیا۔

جب ایرانیوں اور اعراب منتصرہ نے اپنے سردار عقبہ کو خلاف قیاس و گمان پنجۂ

خالد ہی ہیں گرفتار دیکھا۔ تو بدحواس ہوکر بھاگنا شروع کیا جن کا تعاقب دور تک کیا گیا ہزاروں میدان جنگ میں مقتول ہوئے۔ اور ہزاروں قید ہوئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا جب شکست خوردہ آدمی مہران کے پاس پہنچے اور حالات جنگ سے اس کو مطلع کیا۔ تو اس پر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی۔ اور معہ اہل وعیال مدائن دارالخلافہ ایران کی طرف بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے بڑھ کر قلعے پر بلا مزاحمت قبضہ کرکے علم محمدیؐ کو نصب کردیا بیشمار ذخائر حرب۔ مال غنیمت۔ غلہ۔ مال مویشی، پارچات وغیرہ وغیرہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ آیا خمس نکال کر معہ مژدہ فتح دربار خلافت میں مدینہ منورہ ارسال کیا گیا۔ اور باقی مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔ اس فتح کے بعد عراق پر مسلمانوں کا کامل تسلط ہوگیا چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے معہ مجاہدین اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ اور جملہ حالات کی دربار خلافت میں اطلاع دے کر انتظام میں مصروف ہوئے۔ جابجا مبلغین اسلام متعین کئے گئے۔ جو اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ ملکی امورات کے انصرام کے لئے علیحدہ عامل مقرر کئے۔ چند ہی دنوں میں سارے عراق میں امن و امان کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور متواتر جنگوں کے باعث ملک میں جو کچھ بربادی ہو چکی تھی۔ برکت اسلام سے ساری کمی پوری ہوگئی۔ جابجا مقدس مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر سے عراق کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ واعظین کے مواعظ حسنہ سے بیشمار لوگ مسلمان ہوتے گئے۔

جنگ ثانی دومتہ الجندل

دومتہ الجندل ایک عیسائی ریاست حدود شام عرب اور عراق میں واقعہ تھی جس کے متعدد قلعے اور حاکم تھے۔ غزوہ تبوک کے وقت بعض امراء مسلمان ہوگئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد دوسرے قبائل عرب کی مانند ان کو بھی دبا تے ارتداد نے آگھیرا۔ اور مرتد ہوگئے۔ اور حسب دستور سابق جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں قبول اسلام سے پیشتر شرارتیں کرتے رہتے تھے کرنے لگے مسلمانوں کو اپنے گھر کے انتظام یعنے مرتدین کی سرکوبی میں مصروف دیکھ کر زیادہ شرارتوں پر اتر آئے۔ اور جب ان کو ایرانیوں کے مقابلے میں برسر پیکار دیکھا۔ تو دومتہ الجندل کے روسا کی شرارتوں میں معتدبہ اضافہ ہونے لگا۔ اول ہی اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نے حضرت عیاض بن غنم کو دومۃ الجندل کے رؤساکی سرکوبی ارتداد اور شرارتوں کا بند و بست کرنے کے لئے بھیجا۔ لیکن سارے رؤسا نے اپنی متفقہ قوت سے کام لے کر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا جس کے باعث حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کوئی معتدبہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ بلکہ دن بدن عیسائیوں کا حوصلہ بڑھتا گیا۔ اور آخر کار حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ چاروں طرف سے دشمن میں گھر گئے۔

دشمنوں کے بڑھتے ہوئے حوصلے اور زور کو دیکھ کر حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے امیر خالد رضی اللہ عنہ سالار عساکر اسلامیہ کو حالات سے آگاہی دے کر مدد طلب کی چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مطلع ہوتے ہی فوراً چیدہ چیدہ سواروں کا دستہ ہمراہ لے کر نہایت تیز گامی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے دومۃ الجندل آپہنچے۔ گو عیسائیوں کے پاس تازہ دم جرار فوج موجود تھی۔ جو اچھی طرح مسلمانوں کا جم کر مقابلہ کرنے کے قابل تھی۔ اور تعداد میں لشکر اسلامیہ سے کئی گنا زیادہ تھی۔ لیکن جونہی انہوں نے سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سنی تو چہروں پر مردنی سی چھا گئی۔ اور ہمت ہار بیٹھے خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سنتے ہی اکیدر بن عبد الملک جو غزوۂ تبوک کے وقت خالدی ہاتھوں کے کرتب دیکھ چکا تھا مع اپنی فوج کے بھاگ نکلا۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا۔ اور قبول اسلام نہ کرنے پر اس کے ارتداد کے باعث معہ ہمراہیوں کے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد دومۃ الجندل کے سب سے بڑے رئیس جودی بن ربیعہ سے مقابلہ کیا۔ اور ایک طرف سے خالد رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف سے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے دشمن کو اس کی کیفر کردار تک پہنچا کر بزور شمشیر قلعہ فتح کر لیا۔ اور پھر دوسرے رؤسا کو بھی باری باری سے چند دنوں میں ہی جا دبوچا۔ اور ساری ریاست کو فتح کر کے اسلامی جھنڈے کو نصب کر دیا۔ جن لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان کو امان دی گئی۔ اور باقی سب کو تلوار کے گھاٹ اتار گیا اور ساری ریاست کفر و شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہو کر لا الہ الا اللہ کی موحدانہ آواز سے گونج اٹھی۔ اور گوشہ گوشہ نور آلہی سے منور ہو گیا۔ اور آئندہ کے لئے اس ریاست کو اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے سارا اندیشہ جاتا رہا۔

Marfat.com

ایرانیوں کی شورش ثانی

اگرچہ جنگ عین التمر کے بعد ایرانیوں کو کافی ضرب پہنچ چکی تھی۔ اور عراق کلہم پورے طور پر مفتوح ہو کر سلطنت اسلامیہ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ لیکن ایرانیوں کی طاقت و قوت ابھی کامل طور پر نہیں ٹوٹی تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ عراق میں اسلامی فوج بہت کم رہ گئی ہے۔ اور خود سالار لشکر اسلامیہ بھی اس وقت سے عراق سے باہر عیسائیان شام کے مخصوص میں گرفتار ہے اور اس سے بیشتر کچھ سال پہلے عیسائی ایرانیوں کو ناک چنے چبوا چکے تھے۔ اس لئے ایرانیوں نے خیال کیا۔ کہ سلطنت روم سیلاب اسلامیہ کو روکنے میں ضرور ہی کامیاب ہو گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو کم از کم کچھ عرصہ کیلئے عیسائی مسلمانوں کی توجہ عراق کی طرف سے ہٹا دینگے اور مسلمانوں کو اپنی تمام تر توجہ عیسائیوں کی روک تھام کیطرف مبذول کرنی پڑیگی چنانچہ ان کمزور اور بودے خیالات کو بیہودہ طور پر اپنے دماغ میں جمع کر کے پھر قسمت آزمائی کرنے لگے اور افواج کو پھر جمع کر کے علاقہ سواد پر قابض ہو گئے۔ اور بڑھ کر حیرہ کا محاصرہ کر لیا جو عراق کا صدر مقام تھا حضرت قعقاع بن عمر التیمی نے جنکو خالدؓ نے اپنا نائب مقرر کر کے حیرہ میں چھوڑ کر خود دومۃ الجندل کی طرف عیاض بن غنم کی امداد پر چلے گئے تھے۔ اور دومۃ الجندل کے انتظام۔ اشاعت توحید اور تالیف قلوب باشندگان کیلئے کچھ عرصہ کیواسطے وہیں ٹھیرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ فوراً جملہ حالات سے خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع دیدی۔ اور زود ترین عراق میں پہنچنے کی درخواست کی۔

خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع دینے کے بعد قعقاع رضی اللہ عنہ ہی اپنی مختصر سی جمعیت لیکر جو اسوقت انکے پاس موجود تھی۔ قلعہ سے باہر نکلے۔ اور زرد چہر۔ روزبہر۔ دونوں نامور سپہ سالاران ایران کو جو میدان کو خالی دیکھ کر فوج کثیر کے ہمراہ حیرہ کا محاصرہ کئے پڑے تھے بہت کچھ پند و نصائح کی۔ لیکن وہ میدان کو خالی دیکھتے تھے۔ انکے حوصلے شیر دل خالدؓ کو موجود نہ پاکر بہت کچھ بڑھ گئے تھے۔ جوش انتقام ان کے سینوں میں موجیں مار رہا تھا غصے اور کینے کی آگ ان کے دلوں میں موجیں مار رہی تھی۔ وہ ایسے موقعہ کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ قعقاعؓ کو دھمکیاں دینے لگے اور حیرہ کے خالی کر دینے پر مجبور کیا۔ لیکن قعقاعؓ نیابت خالدی کا فخر رکھتے تھے۔ وہ ان شوریدہ پشتوں کی گیدڑ بھبکیوں کو کب خاطر میں لاتے تھے۔ آخر دلیر دل ایرانیوں نے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن ان کو بہت جلد معلوم ہو گیا۔

Marfat.com

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جو کچھ ہم نے سمجھا تھا۔ بالکل غلط سمجھا یہاں تو ہر سپاہی بذات خاص خالد ہی ہے۔ بالآخر قعقاع رضی اللہ عنہ اور انکے جانباز شیدائیان اسلام کی تیغ زنی سے مجبور ہو کر جی چھوڑ بیٹھے اور دو تہائی لشکر کو مفت میں کٹوا کر فرار ہو گئے۔ ہزاروں مقتول اور لاکھوں کا مال غنیمت قعقاع اور اس کے بہادر ساتھیوں کیلئے چھوڑ گئے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے اگرچہ میدان وغا میں اپنے کرتب دکھا دکھا کر ایرانیوں کے دھوئیں بکھیر دیئے تھے۔ اور انکو حواس باختہ کر کے فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ان کے فرار ہوتے ہی ابو لیلےٰ کو تعاقب میں روانہ کیا۔ مفرور شدگان نے قلعہ خنافس کی طرف رخ کیا۔ لیکن اپنے عقب میں ہی ابو لیلےٰ کے ہمراہ لشکر اسلام کو دیکھ کر خنافس سے بھی بے تحاشا بھاگے۔ اور قلعہ مضیخ کی طرف رخ کیا۔ جہاں ہزیل بن عمران ایک مشہور و معروف ایرانی سپہ سالار حیرہ کا محاصرہ کرنے والوں کے لئے امدادی فوج جمع کر رہا تھا۔ چنانچہ ابو لیلےٰ بخیریت معہ اپنے ہمراہیان کے مخالفین کو خنافس سے بھگا کر اور مضیخ کی طرف اجتماع ہونے کی اطلاع لے کر مقام حصید پر جہاں ابھی ابھی مخالفین سے جنگ ہو چکا تھا۔ اپنے لشکر سے آملے۔ ابھی ابو لیلےٰ تعاقب مخالفین سے ہٹے بھی نہ تھے۔ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ عیاض بن غنم رضؓ کو دومۃ الجندل میں امیر مقرر کر کے خود معہ لشکر واپس عراق میں پہنچ گئے۔ جن کے پہنچنے سے قعقاع رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کو بیشمار خوشی حاصل ہوئی۔ اور حالات جنگ سے ان کو مطلع کر دیا۔

جنگ مضیخ

جب ابو لیلےٰ کی اطلاعات سے مضیخ میں ایرانیوں کے اجتماع کا حال معلوم ہوا۔ تو خالد رضی اللہ عنہ نے جو دومۃ الجندل سے عراق میں پہنچ چکے تھے۔ کل فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کو اپنے ماتحت رکھا۔ دوسرا حصہ اور تیسرا حصہ قعقاع اور ابو لیلےٰ کی ماتحتی میں دے کر غیر معروف راستوں سے مضیخ کی طرف کوچ کا حکم دے دیا۔ اور ہدایت کر دی۔ کہ تینوں گروہ علیحدہ علیحدہ راستوں سے مضیخ کی طرف کوچ کریں اور وقت پر سب مل جائیں۔ چنانچہ یہ حملہ اس احتیاط سے کیا گیا۔ کہ جب تک تینوں طرف سے یکبارگی سخت حملہ کر کے اللہ اکبر کے جگر پاش نعروں سے ایرانیوں کو بیدار نہ کیا گیا۔ انکو

Marfat.com

خبر تک نہ ہونے پائی۔ ایسی بے خبری کی حالت میں اس تندی و تیزی کے ساتھ حملہ کیا گیا تھا کہ مخالفین میں سوائے انکے جنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کوئی زندہ نہ بچ سکا۔ اور نہ بھاگ کر اپنی جان بچا سکا۔ البتہ ہزیل بن عمران کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ یہ ضرب ایسی کاری ضرب تھی۔ کہ ایرانیوں میں اب سر تک ہلانے کی جرات نہ رہی۔ لا تعداد مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کا خمس نکال کر معہ مژدہ فتح و اداۓ شکر آلہی دربار خلافت میں بھیجا گیا۔ اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

اس جنگ میں دو مسلمان عبدالعزیز بن ابی ادہم اور لبید بن جریر جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر قبول اسلام کیا تھا۔ اور ہزیل بن عمران سپہ سالار افواج ایران کے ساتھ قلعہ مضیخ میں تھے۔ قتل ہو گئے۔ جنکے ورثاء نے خالد رضی اللہ عنہ پر دربار خلافت میں دعوےٰ کیا۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مقتولین کا خونبہا بیت المال سے ادا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ خالدؓ ان کے الزام قتل سے بالکل بے قصور ہے۔ کیونکہ اتنے بڑے جنگ میں ان کی شناخت غیر ممکن تھی۔ اور ان کا ایسی حالت میں کفار کے ساتھ شامل رہنا خود انکا اپنا قصور ہے جس کی سزا قتل کوئی بڑی سزا نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ اعراب منتصرہ کی طاقت کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہوئے۔ کیونکہ جب تک عیسائیوں کی طاقت کو توڑ نہ دیا جاتا۔ اعراب میں امن و امان کا ہونا امر محال تھا۔ عیسائی ہمیشہ تعصب اور حاسدانہ خیالات سے مغلوب ہو کر ایرانی معرکوں میں شامل ہو کر مسلمانوں کے لئے باعث تکلیف ہو رہے تھے۔ حالانکہ مسلمانوں نے ان عیسائیوں کو کبھی کوئی تکلیف نہ دی تھی۔

جنگ ثنی و میل

ایرانیوں کو قلعہ مضیخ میں ایک آخری اور کاری ضرب لگانیکے بعد جب امیر خالد رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب سر دست ایرانیوں کو مقابلہ پر آنے کی ہمت نہیں رہی۔ تو پھر ان عیسائیوں کی طرف توجہ مبذول کی جو بلا وجہ از روئے تعصب اسلام ایرانی معرکوں میں شامل ہو کر باعث تکلیف ہوتے تھے۔ اور عراق کا امن و امان انہی عیسائیوں کی کمر ہمت توڑ دینے پر منحصر تھا۔ ان شوریدہ سر عیسائیوں کو بخوبی معلوم تھا۔ کہ مسلمان ایرانیوں سے نپٹ کر ہماری طرف عنان توجہ

Marfat.com

کو پھیرنے سے غافل نہیں رہیں گے چنانچہ انہوں نے اندر ہی اندر سامان جنگ اور افواج کی فراہمی کے انتظام کر رکھے تھے جب ان کے انتظامات مکمل ہو گئے تو اپنے سردار ربیعہ بن بجیر تغلبی کی زیر سرکردگی خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پہلے ہی اعراب منتصرہ کی طاقت کو توڑنے کی ادھیڑبن میں تھے۔ کہ آپ کو ربیعہ بن بجیر تغلبی کی فوج کثیر کے ساتھ آمد کی اطلاعات ملنی شروع ہوئیں۔ بس پھر کیا تھا۔ اور انتظار کی تاب کہاں تھی۔ فوراً لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے جداگانہ راستوں سے ربیعہ کے استقبال کیلئے روانہ ہوئے اور ثنی کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً ابولیلےؓ اور قعقاعؓ کو آگے چل کر اور پلٹ کر پشت کی طرف سے حملہ کرنیکی صلاح دی۔ چنانچہ اول تو خالد رضی اللہ عنہ نے انکو اسلام کیطرف بلایا۔ اور انکے انکار پر ادائے جزیہ کا پیغام دیا لیکن انہوں نے جزیہ دینے اور قبول اطاعت سے بھی انکار کر کے لڑائی کا پیغام دیدیا چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پیغام جنگ کو قبول کر کے حملہ کر دیا تکبیر کے نعروں نے مخالفین کے دلوں کو ہلا دیا۔ اور ابھی کوئی نتیجہ جنگ نکلنے نہیں پایا تھا کہ باقی دونوں طرفوں سے قعقاعؓ اور ابولیلےؓ نے اچانک حملہ کر کے دانوں کی طرح پیس ڈالا۔ اور جدھر کو کسی کے سینگ سماتے بے تحاشا بھاگ نکلے۔ ہزیل بن عمران نے جو قلعہ مضیخ سے بھاگ کر عیسائیوں سے آملا تھا شکست خوردگان کو پھر مجتمع کر کے لڑائی پر ابھارا لیکن سوائے اس کے کہ ہزارہا عیسائیوں کو تلوار کے گھاٹ اتروا دیا۔ اور کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ اور خود بھاگ کر قلعہ دمیل میں پناہ گزین ہو گیا لیکن جانباز غازیوں نے مستعدی کیساتھ تعاقب کر کے بزور شمشیر قلعہ دمیل کو فتح کر کے علم محمدی کو جا گاڑا۔ اور آب شمشیر سے ہزیل کی جوش انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ اور اس کے ہمراہیوں کو بھی عدم آباد کو بھیجدیا ؂

واقعہ رضاب

جنگ ثنی اور دمیل سے فراغت پاتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رضاب کیطرف پیشقدمی کی۔ یہاں ایک عیسائی حاکم ہلال نامی عیسائیوں کو مسلمانوں سے لڑنے کیلئے دعوت جہاد دے رہا تھا۔ اور بہت سی افواج جمع بھی کر چکا تھا۔ ہلال کو ایک تو اسلام سے تعصب تھا دوسرے چونکہ اس کا باپ عین التمر کی لڑائی میں قتل ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ مسلمانوں سے

Marfat.com

زیادہ پرخاش رکھنے لگا۔ چنانچہ ہلال کی دعوت جہاد پر عیسائی لوگ صلیب پر جان قربان کرنے کیلئے ہر طرف سے سمٹ سمٹا کر رضاب میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ خالد رضی اللہ عنہ ان کے حالات معلوم ہوتے ہی بڑی سرعت کیساتھ رضاب کیطرف بڑھا اور جاتے ہی دعوت اسلام یا قبول اطاعت اور ادائے جزیہ کا پیغام دیدیا۔ اور بصورت انکار فیصلہ تلوار پر چھوڑ دیا لیکن ہلال نے جونہی خالد رضی اللہ عنہ کے نام نامی کو سنا۔ ایسا رعب چھایا کہ ساری اٹی سٹی بھول گیا۔ اور اپنی جہالت کا صدقہ چپکے سے راتوں رات قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔ اور قلعہ مسلمانوں کیلئے چھوڑ گیا۔ اگلے دن مسلمانوں نے قلعہ پر علم محمدی نصب کر دیا۔ اور مدتوں کی بھولی بسری ہوئی صدائے توحید پھر ان در و دیوار کو سنا دی۔ جو مدتوں سے تثلیث کی مشرکانہ صداؤں سے گونج رہی تھیں۔

قلعہ رضاب ایک ایسی جگہ واقع تھا۔ جہاں چارے اور پانی وغیرہ کی بہت کچھ قلت تھی اس لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس تکلیف کو دیکھ کر آگے بڑھنا مناسب خیال کیا۔ اور فوراً آگے بڑھ کر سرحد روم و شام اور عراق کے آخری قلعے فراض پر قبضہ کرلیا جو دریائے فرات کے کنارے واقع تھا۔ اور پانی و چارے وغیرہ کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اور اب چونکہ رمضان شریف کا مہینہ آگیا تھا۔ اس لئے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف کا مہینہ اس جگہ فراض میں ہی بسر کرنے کا تہیہ کرلیا۔ اور وہیں یاد الٰہی میں گزار دیا۔ اور کوئی کسی قسم کی حس و حرکت نہیں کی۔

جنگ فراض

ہلال قلعہ رضاب سے فرار ہونے کے بعد شام میں پناہ گزین ہوگیا تھا۔ اور چونکہ آتش انتقام سے جل بھن رہا تھا۔ اس لئے وہ ایسی جگہ رہنا چاہتا تھا۔ جہاں سے وہ اسلامی لشکر کے حالات سے بھی واقفیت رکھ سکے۔ چنانچہ اس نے فراض کے قریب ہی علاقہ شام میں اپنا قیام کیا۔ اور اطراف و جوانب کے عیسائیوں کو امدادی خطوط لکھنے کے علاوہ ہرقل اعظم شہنشاہ روم کو بھی جس کا صدر مقام ان دنوں قسطنطنیہ تھا۔ جملہ حالات سے مفصل طور پر آگاہی دی۔ کہ مسلمانوں کے متواتر و مسلسل حملات کے باعث ایرانی بے دم ہورہے ہیں۔ اور ان میں اب کوئی کسی قسم کی سکت باقی نہیں رہی عراق کا علاقہ مسلمان فتح کر چکے ہیں۔ عیسائیان عراق نے بھی مسلمانوں کے سیلاب کو روکنے

کے لئے اپنے خون کو پانی کی طرح بہایا۔ لیکن شمشیر خالدیؓ کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ جا سکی۔ اور ان کی ساری کوششیں بالکل ناکام ثابت ہوئیں۔ اور بڑھتے بڑھتے قلعہ فراض پر خالد رضی اللہ عنہ نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ جو دریائے فرات کے کنارے عین سرحد شام وعرب وعراق پر واقعہ ہے۔ اور حضور کے ممالک محروسہ شام وغیرہ کو تاخت وتاراج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس کا انسداد اور استیصال ضروری اور لابدی ہے۔ اس لئے جلد سے جلد کوئی تدبیر اختیار فرماویں۔ اور اگر حضور سامان حرب اور افواج سے معقول امداد فرماویں تو نیازمند بھی ایران وعراق وغیرہ وغیرہ کے تمام نصاریٰ کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اور ایرانیوں کو اپنے ساتھ ملا کر بہت کچھ امداد دے سکتا ہے۔ شہنشاہ ہرقل اعظم کو ایسے پیغام خدا دیئے۔ اور وہ پہلے ہی فتوحات خالدی اور ترقی اسلام کو سن اور دیکھ دیکھ کر پیچ وتاب کھا رہا تھا۔ چار پانچ سال گذشتہ کا خوںخوار جنگ موتہ بھی اس کو یاد تھا جس کے انتقام کی آگ اس کے سینے میں آجتک مشتعل تھی اور بے چین کئے ہوئے تھی۔ اس نے اس پیغام کو غنیمت سمجھا۔ اور اکابر دربار کو بلا کر رائے طلب کی۔ اور ہلال کے خط کو ان پر عرضہ کر دیا۔ چونکہ پیشتر ازیں چند سال پہلے رومی اہل ایران پر فتح حاصل کر کے اپنی شجاعت کا سکہ ایرانیوں بٹھا چکے تھے۔ اور رومی اپنے آپ میں اس فتح پر بہت کچھ فخر ومباہات کیا کرتے تھے۔ اس لئے سب نے متفق الزبان ہو کر ایرانیوں کی ہجو کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ بیچارے کیا جانیں جنگ کیا چیز ہے۔ اگر اہل عرب ہم جیسے گرگان باران دیدہ سے مصروف پیکار ہوں تو وہ ساری شیخیاں جو ان کو اپنی تازہ فتوحات کے باعث حاصل ہوئی ہیں یا کر رہے ہیں یک قلم سب فراموش کر بیٹھیں۔ اور چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ اور خالدؓ اور اس کے پرجوش ہمراہیوں کو ایسی کاری ضرب پڑے۔ کہ خاص مدینہ میں ہی جا کر دم لیں اور پھر کبھی باہر نکلنے کا نام نہ لیں

اعیان واکابر کی ان ہیجان ترانیوں پر بھول کر ہرقل اعظم نے فوج کو تیاری کا حکم دیدیا افسوس ہے کہ ہرقل نے فوج روانہ کرتے وقت جنگ موتہ کے نتائج کو پیش نظر نہیں رکھا۔ اگر وہ جنگ موتہ کے واقعات کو یاد رکھتا تو یقیناً ایسی تشیحی کبھی نہ کرتا۔ اور ہلال کو امداد دینے سے صاف جواب دیدیتا۔ مگر جیسے کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ باوجودیکہ اسلام کا حق ہونا اس پر ثابت ہوچکا تھا۔ اور وہ محض جاہ وحشمت دنیاوی کی خاطر اسلام قبول نہ کرتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ترقی اسلام خار کی طرح کھٹکتی اور انتقام جنگ موتہ کی آگ سینے میں مشتعل ہو رہی تھی جس کے باعث وہ اندھا ہو رہا تھا۔ اور خدا کی ناسپاسی کا جو انجام ہوا کرتا ہے۔ وہی ہرقل

کا بھی ہو نیو الا تھا۔ اس لئے جوش تعصب میں اندھے ہو کر ایک لاکھ کا آزمودہ کار جرار لشکر جو ہر طرح سے کیل کانٹے سے تیار تھا معہ مکمل سازو سامان جنگ بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاران کی ماتحتی میں ہلال کی امداد اور اسلام کے استیصال کیلئے روانہ کر دیا جب ہلال کو آمد لشکر کی خبر ملی۔ تو اس نے ہرقل کی کمکی افواج کی بشارت کی چٹھیاں لکھ کر دیگر عراق و عرب جزیرہ اور ایران کے عیسائیوں کو طلب کیا جو فوراً اعربوں سے انتقام لینے کیلئے آملے۔ اور انکو یہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ اب مسلمانوں کی خیر نہیں اور شاہ روم اب مسلمانوں کے نہ صرف بڑھتے ہوئے سیلاب کو ہی روک دے گا۔ بلکہ قطعی استیصال ہو جائیگا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی برکتوں سے اپنے مجاہدین کو محروم رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اسلئے باوجودیکہ یہ تمام حالات آپ دیکھ اور سن رہے تھے۔ لیکن ذرہ بھر حس وحرکت نہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کر کے سارا رمضان المبارک کا مہینہ یادِ اللہ اور ریاضت میں گذار دیا۔ اور مخالفین کے اجتماع کی خس برابر پرواہ نہ کی۔ اس عرصہ میں انکی جمعیت دو لاکھ کے قریب پہنچ گئی۔ اور ہر طرح کیل کانٹے سے لیس ہو کر مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔ اور بڑھتے بڑھتے آخر کار لشکر اسلامیہ کے عین بالمقابل دریائے فرات کی دوسری جانب ڈیرے ڈالدیئے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ چپ چاپ متانت آمیز خاموشی کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اور کوئی کسی قسم کی مجاہدانہ حرکت ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ کہ اتنے میں مخالفین نے بڑے غرور کیساتھ پیغام بھیجا۔ کہ اب چوڑیاں پہن کر بیٹھے رہو گے یا آگے بڑھو گے۔ اگر نہیں بڑھتے تو ہم ہی دریا کو عبور کر آئیں۔ اگرچہ ان کے اس متکبرانہ پیغام سے آپ کو سخت غصہ آیا لیکن نہایت حوصلے اور متانت سے یہ جواب کہلا بھیجا کہ تم خود مجھ پر حملہ کرنیکی نیت سے آئے ہو۔ اسلئے تم ہی دریا کو عبور کرو۔ آپکا یہ جواب پوری دوراندیشی اور مصلحت پر مبنی تھا۔ آپ کے اس جواب سے مخالفین کے مغرور لشکر نے دریا کو عبور کرنا شروع کیا۔ اور دن بھر فوج اترتی رہی۔ دوسرے دن فدائے اسلام عاشق سید خیر الانام حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے تیس ہزار مجاہدین کو جو مخالفین کا ساتواں حصہ تھے۔ آراستہ کیا۔ اور انّ اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص[۱] کی جوشیلی گونج سے انکے دلوں کو سچ مچ آہنی دیوار کی طرح بنا دیا۔ کثرت دشمن کا اگر کوئی وہم کسی کے دل میں داخل ہوا تو کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ[۲]

---

[۱] اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے ضرور پیار کرتا ہے۔ جو حمایت اسلام میں آہنی دیوار کی طرح بلا لغزش جم کر لڑتے ہیں (سورہ صف ۲۸ پ)

باذن اللہ کی حوصلہ آمیز صدا سے اس وہم وگمان کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ اور دشمن کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ دوپہر تک خوب جم کر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تکبیر کے دل ہلا دینے والے نعروں کیساتھ یکبارگی اپنی مشہور و معروف چستی یا د رچالاکی سے اس قدر تیز و تند حملہ کیا کہ فوج مخالف کی صفوں میں ایک تزلزل پڑ گیا۔ ظہر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ خالد رضی اللہ عنہ جن کی بہادری کا سکہ ایک عالم کے دلوں میں بیٹھ چکا تھا۔ اپنی فوق العادت شجاعت و تنہا سے عربی تلوار کی کاٹ کے جوہر دکھلانے شروع کئے۔ ملا در حد ھر حملہ کرتے تھے کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ اور اپنے تیز و تند حملوں سے دشمن کو کوئی سر پیر نہ لینے دیتے تھے۔ دائیں سے بائیں بائیں سے دائیں بجلی کی سی تیزی کیساتھ چکر لگاتے۔ اور اپنی قلیل فوج کو سنبھالتے۔ ترغیب جہاد دلاتے۔ دشمن کو کاٹتے غیر معمولی سرعت کیساتھ نکل جاتے تھے۔ جدھر حملہ کرتے تھے صفوں کی صفوں کو الٹ پلٹ دیتے تھے۔ جانباز متلاشیان شہادت مجاہدین نے بھی اس جوش اور عمدگی سے حملہ کیا۔ کہ باساز و سامان دو لاکھ کی مسلح متکبر تربیت یافتہ شہنشاہی فوج کے ہوش گم ہو گئے۔ اور وہ ساری تعلیاں جو دربار قیصری میں مارتے تھے بھول بھال کر ایسے از خود رفتہ ہوتے اور عربی تلوار کا کچھ ایسا رعب بیٹھا کہ بھاگ کر جان بچانا بھی مشکل ہو گیا۔ کل تک تو مسلمانوں کو مدینہ میں محصور کر دینے کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ اور آج یہ حال ہے کہ خود اپنے وطن کی راہ بھول گئے اور ہزاروں دریا میں غرق ہو گئے ہزاروں تعاقب میں نذر شمشیر ہوئے! اور ایک لاکھ رومی اور ایرانی کشتے میدان جنگ میں پڑے رہ گئے ہزاروں مجروح جو بے آب و دانہ میدان میں دم توڑ رہے تھے۔ انکے علاوہ تھے۔ کروڑوں کا مال غنیمت فتحمندوں کے ہاتھ آیا۔ جسمیں سے پانچواں حصہ دربار خلافت میں معہ مژدہ فتح بھیجا گیا۔ اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا جب اس فتح کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی۔ تو سارے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے ادائے شکر کے بعد امیر خالد رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا۔ جن کی ذاتی شہامت اور قابلیت جنگی۔ تجربہ کاری اور حسن تدبیر کی بدولت اللہ تعالیٰ نے یہ فتح دلائی۔ اور دیگر مجاہدین کے حق میں دعائے فتح و نصرت مانگی گئی ؛

اس فتح سے عراق و عرب کے عیسائیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور شہنشاہ روم یا ایران کی امداد کا جو کچھ بھروسہ بھی تھا سب جاتا رہا۔ اور انکو مجبوراً اسلام کے سایہ امن میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ ان کو یقین واثق ہو گیا تھا۔ کہ دنیا کی کوئی بہادر سے بہادر قوم بھی اب مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی

لے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اکثر اوقات تھوڑے بہتوں پر غالب ہوتے۔ (سورۃ بقر)

Marfat.com

اور انہوں نے یا تو اسلام قبول کر لیا یا ادائے جزیہ کا اقرار کر کے با امن زندگی بسر کرنے لگے جن شورہ پشتوں کو اسلام یا اسلام کی اطاعت نہ بھائی۔ وہ ترک وطن کر کے روم و شام یا ایران میں چلے گئے۔ اور آیندہ لڑائیوں کا سبب بنے۔ اور چونکہ اب عیسائیوں وغیرہ کیطرف سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اور تمام کانٹے جو حکومت ایران کی راہ میں حائل تھے۔ نکال ڈالے گئے تو پھر ملک کے انتظام میں مصروف ہوئے اور چند دنوں کے بعد مفتوحہ اعراب کا مکمل انتظام کر کے سارے لشکر کو حیرہ دارالامارۃ عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود دو تین ملازموں کے ساتھ پیچھے رہ گئے۔ اور لشکر کو بتا دیا۔ کہ میں بعد میں حیرہ پہنچ جاؤنگا ؛

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خفیہ حج

فراض کی عظیم الشان فتح حاصل کرنے کے بعد قریباً ایک دو ماہ تک خالد رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً فراض میں ہی قیام رکھا اور انتظام ملک میں مصروف رہا لیکن جب ایک دو ماہ تک دشمن یعنی شام روم کی طرف سے سر دست کوئی حرکت ظاہر نہ ہوئی اور سارا اندیشہ مٹ گیا تو آپ نے ۲۵ ذیقعد سنہ ۱۲ھ کو جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سارے لشکر کو حیرہ کیطرف روانہ کر دیا۔ اور چونکہ حج کا وقت قریب تھا۔ اسلئے خود بغیر کسی پر ظاہر کرنے کے بارادہ حج فراض میں ہی ٹھہر گئے۔ چونکہ پیشتر ازیں خالد رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی نے عراق میں ایک خطرناک صورت پیدا کر دی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے ارادۂ حج کو خفیہ ہی رکھا۔ تاکہ یہ خبر مشہور ہونے پر ملک میں کسی قسم کی گڑبڑی نہ پیدا ہو جائے۔

عساکر اسلامیہ کو حیرہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد عشق خدا اور رسول کا متوالا من چلا خالد رضی اللہ عنہ بغیر کسی کی اطلاع کے دو ملازموں اور ایک رہنما کیساتھ غیر معروف راستوں سے محض توکل آلہی پر بے ساز و سامان چٹیل ریگستان میں دیوانہ وار گھس پڑا۔ اور اپنے ایمان کی مضبوطی کے باعث اس خطرناک سفر کو بارہ دن میں طے کر کے ساتویں ذوالحجہ ۱۲ھ کو مکہ معظمہ میں جا پہنچا۔ اور بہ تعمیل وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا مناسک حج ادا کر کے ۱۷ ذوالحجہ سنہ ۱۲ھ کو واپس ہوا۔ اور ۲۵ ذوالحجہ سنہ ۱۲ ہجری کو جبکہ عساکر اسلامیہ حیرہ دارالامارۃ عراق میں پہنچا۔ خالدؓ بھی پہنچ گئے۔ حالانکہ اسی سال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بمعیت مہاجرو انصار حج کیا تھا۔ اور خود مکہ معظمہ میں

Marfat.com

جو آپ کا مولد تھا۔ اور کم از کم اپنی عمر کے چوبیس پچیس سال مکہ میں گذرنے کے باعث رشتہ دار سینکڑوں دوست بھی وہاں تھے۔ لیکن آپ کو کوئی بھی نہ پہچان سکا جس سے آپکی بہت سی خصوصیات کا پتہ چل سکتا ہے۔ عرصے کے بعد جب امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ کے خفیہ طور پر حج کرنیکا حال معلوم ہوا۔ تو آپ نے احتیاطاً آئندہ کیلئے تنبیہ کر دی۔ اور یہ واقعی خالد رضی اللہ عنہ کی ایک معقول غلطی تھی۔ خود خالد رضی اللہ عنہ کی نظروں میں باعث اپنی فوق العادت شجاعت کے ان کا یہ فعل کسی غلطی کا درجہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ لیکن اس میں شک نہیں ہے۔ کہ اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ ایک بڑی بھاری غلطی تھی۔ اور اسی واسطے خالد رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آئندہ کے واسطے ایسی غلطی کے ارتکاب سے تنبیہ فرما دی ؛

شام کی سپہ سالاری اور فتوحات ۱۳ ہجری

خفیہ حج کرنے کے بعد جب آپ واپس حیرہ پہنچے تو بے کھٹکے ملک کے انتظام میں مصروف ہوئے عراق مکمل طور پر سلطنت اسلامیہ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ صرف اسقدر فرق تھا کہ عرب میں اخرجوا الیہود والنصاریٰ من الجزیرۃ العرب کے مطابق کوئی غیر مسلم شخص باقی نہیں رہنے دیا گیا تھا۔ اور عراق میں اکثر لوگوں نے اسلام کی بجائے جزیہ دینے کو زیادہ پسند کیا تھا۔ چونکہ دربار ایران کا ایک زرخیز اور قیمتی علاقہ چھن چکا تھا۔ اس لئے روزانہ متواتر اطلاعات پہنچتی تھیں۔ کہ دربار ایران مسلمانوں کے برخلاف منصوبے گانٹھ رہا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ بھی اس سے غافل نہیں تھے۔ اور اگرچہ ان کو یقین ہو چکا تھا۔ کہ ایرانیوں کو اس قدر کافی ضرب پہنچ چکی ہے۔ اور وہ اس قدر اپنا قیمتی سامان اور جنگی آدمی کھو چکے ہیں۔ کہ وہ کم از کم چند سالوں تک سر اٹھانے کی جرأت نہیں رکھتے۔ لیکن پھر بھی، میر خالد رضی اللہ عنہ فتح ایران کی تجاویز سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے میں دربار خلافت سے بدیں مضمون حکم آ پہنچا جس کی تعمیل کرنی پڑی اور فتح ایران کی تجاویز کو کسی اور مناسب موقعہ پر ڈال دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من ابن ابی قحافۃ الی بکر الی خالد بن ولید سلام علیک فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم وانی قد ولیتک علی جیوش المسلمین وامرتک بقتال الروم فسارع الی

مرضاۃ اللہ وقاتل عدو اللہ وکن ممن یجاھدون فی اللہ حق جہادہ یا ایہا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ وقد جعلتک امیرا علی ابو عبیدہ و من معہ و السلام ؛

ترجمہ :۔ یہ خط ابی قحافہ کے بیٹے ابوبکر کی طرف سے خالد بن ولید کیطرف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تم پر۔ اللہ تعالیٰ کی ثنا و تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور درود ہو اس کے فرستادہ نبی پر جس کا اسم مبارک محمدؐ ہے۔ محمدؐ پر اور اس کی آل پر صلوٰۃ ہو۔ میں نے تجھ کو افواج اسلامی پر سپہ سالار مقرر کیا ہے اور رومیوں کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا ہے اور پس اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کفار سے لڑو۔ اور جہاد کا پورا حق ادا کرو۔ اے مسلمانو! میں تم کو ایسی تجارت بتلاتا ہوں جو تم کو دردناک عذاب سے مخلصی دلا سکے۔ اور میں تم کو (خالدؓ) ابو عبیدہ اور اس کے ہمراہیوں پر امیر مقرر کرتا ہوں

یہ خط حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایسے وقت میں ملا جبکہ وہ قادسیہ پر حملے کی تجاویز سوچ رہا تھا۔ اور قریب تھا کہ ایک دو حملوں میں ہی سرزمین ایران کو فتح کر کے دربار خلافت کے ساتھ ملحق کر دیتا۔ اور درودیوار ایران سے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کی موحدانہ صدائیں اٹھنے لگتیں۔ اور درفش قادیانی کی بجائے علم محمدیؐ لہراتا نظر آتا لیکن دربارِ خلافت کے احکام کی تعمیل لازمی تھی۔ اس لئے فوراً مثنےؓ ابن حارث شیبانی کو عامل عراق مقرر کر کے فوراً شام کی طرف کوچ کر دیا ؛

وجوہات فوج کشی شام

چونکہ یہود ونصاریٰ کو یہ کامل یقین تھا۔ کہ پیغمبر آخر الزمان ہماری ہی قوم اور نسل میں سے پیدا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی امیدوں کے برخلاف خاتم النبیین کو عرب میں پیدا کر کے ان کی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے تمام عالم پر اسلام عرضہ کیا۔ تو ازراہ عداوت وکینہ ناکامی امیدہائے سابقہ کے باعث انہوں نے دیدہ دانستہ اسلام سے انکار کر دیا۔ حالانکہ ان پر یہ محقق ہو چکا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم درحقیقت پیغمبر آخرالزمان ہیں۔ اور ان کی تابعداری لازم ہے۔ اگرچہ بار بار ان کو یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا

Marfat.com

بعہدی اوف بعہدکم وایای فارھبون۔ وامنو بما انزلت مصدقا لما معکم ولاتکونو ا اوّل کافر بہ ولاتشتروا بآیاتی ثمناقلیلا وایای فاتقون ؎ کے مطابق اللہ تعالےٰ کے احسان جتلا جتلا کر راہ راست کی طرف بلایا گیا اور عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا لیکن ان کے حسد کینے اور عداوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اوران کی سرکشی بڑھتی چلی گئی حسد کے مارے اسلام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے لگے۔ اور کوئی دقیقہ ایسا فروگذاشت نہ ہونے دیتے تھے جس سے اسلام کی ترقی یا مسلمانوں کو ضعف پہنچنے یا تکلیف کا احتمال ہوسکتا ہو اوران کی ان شرارتوں کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ اور دمبدم جوں جوں اسلام میں ترقی ہوتی گئی۔ ان کی سرکشی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ خونریز جنگ موتہ محض عیسائیوں کی ہی شرارت سے وقوع میں آیا۔ جنگ احزاب اور خیبر وغیرہ یہودیوں کی شرارتوں سے ہی وقوع پذیر ہوئے۔ غزوہ تبوک سخت گرمی کے موسم میں باوجود اس قدر عسرت وافلاس کے محض عیسائیوں کے حملے کی افواہیں سن کر ہی احتیاطاً انسدادی طور پر کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی وفات کے بعد جب قبائل عرب میں وباء ارتداد پھیل گئی۔ تو انہی عیسائیوں نے موقعہ کو غنیمت جان کر مرتدین کو فوجی امداد دینے سے دریغ نہ کیا۔ علاوہ ازیں پانی کی طرح روپیہ بہا کر لالچ دے دے کر جاہل اعراب کو عیسائیت کی دعوت دی گئی عراق کے معرکوں میں کھلے بندوں عیسائیوں نے ایرانیوں کو امداد دی۔ اور علیحدہ طور پر بھی مسلمانوں کے سخت مقابلے کئے۔ جنگ فراض میں خود ہرقل اعظم قیصر روم نے ایک لاکھ کا جرار لشکر استیصال اسلام کے لئے روانہ کیا تھا تمام وہ عیسائی جو عراق عرب میں آباد تھے۔ وہ یا تو براہ راست ہرقل اعظم قیصر روم کی رعایا میں سے تھے۔ یا ان کے باجگذار رؤسا کی رعایا تھے۔ جن کے امن وامان اور انتظام وغیرہ کے متعلق خود ہرقل قیصر روم ذمہ دار تھا۔ ہرقل اپنے ایک سپہ سالار وردان کو جو خود بھی خود

؎ اے اولاد اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا۔ اور جو اقرار تم نے مجھ سے کیا ہے وہ پورا کرو میں بھی اپنا اقرار پورا کروں گا۔ اور صرف میرا ہی ڈر رکھو۔ اور اب جو میں نے (قرآن شریف) کو اتارا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ ▪▪ اس کتاب (توریت وانجیل) کو جو تمہارے پاس ہے۔ سچی مخاطب اللہ بتاتا ہے۔ اور تم ہی پہلے کافر ہو اس کے۔ اور میری آیتوں پر تھوڑا مول مت لو (یعنے دنیا کے فائدے کی خاطر اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کرو) اور میرا ہی ڈر رکھو۔

اسلام لے آئے تھے۔ اول قید اور پھر بے رحمی سے قتل کر چکا تھا۔ ان مندرجہ بالا واقعات سے پورے طور پر ثابت ہو گیا تھا۔ کہ خود ہرقل اعظم اپنی ابن عیسائی رعایا کو مخالفت اسلام پر برانگیختہ کر رہا ہے۔ اور اس کا حقیقی منشا یہی ہے کہ خارجی تدابیر سے اول اول اسلام کی طاقت کو کمزور کر کے موقعہ پر یک لخت حملہ کر دیا جائے۔ اور اسلام کا قطعی استیصال کرنے کا سہرہ خود ہرقل کے سر بندھے اور اس کا یہ طرز عمل بعینہ ایسا تھا۔ جو آج کل کے سلاطین یورپ اسلام کے برخلاف کر رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین یورپ کو یہ طرز عمل وراثت سے ملا ہے جس پر ان کو بہت کچھ فخر و ناز ہے۔ اور اپنی ان غدارانہ چالوں کو حکمت عملی سے منسوب کر کے اپنی بدنیتی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے آج کل کے مسلمان ڈھلمل یقین ہیں۔ اور وہ عموماً یورپ کی آبلہ آفریبیوں اور غدارانہ چالوں میں نادانستہ یا لالچ سے پھنس کر خود ہی توہین و ذلت اسلام کا موجب بنتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی اس ایمانی کمزوری سے مسیحی طاقتیں فائدہ اٹھا کر خود الزام سے بری ہو جاتی ہیں۔ لیکن وہ زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کا مرنا جینا۔ اوڑھنا بچھونا۔ سونا جاگنا۔ جنگ صلح۔ غرض سب کچھ اسلام کی خاطر تھا۔ اور کوئی دنیاوی لالچ ان کو خدمت اسلام سے منحرف نہیں کر سکتا تھا۔ ان کا منشا محض توحید کا پھیلانا اور کفر و ضلالت۔ فسق و فجور۔ اور شرک کا مٹانا تھا۔ وہ کسی حکمت عملی یا چالبازی کے پابند نہ ہوتے تھے۔ اور اپنے عقیدے کی اشاعت کرنے میں کسی زبردست سے زبردست طاقت سے نہ ہچکچاتے تھے۔ قلت و کثرت ان کی نظروں میں یکساں تھی۔ اور سب کچھ منجانب اللہ جانتے تھے۔ اسی واسطے ہر مقابلہ میں سب سے پہلے وہ اپنے مختصر تین لفظ مخالف کے پیش کرتے تھے۔ کہ اسلام جزیہ یا تلوار ان تینوں میں سے کوئی ایک قبول کر لو۔ اور ان تینوں مختصر الفاظ کے علاوہ اور کسی بات پر کان نہ دھرتے تھے۔ اور آج کل کے طامع اور فنا فی الدنیا مسلمانوں کی طرح نہ تھے۔ کہ اپنے فوائد کی خاطر اگر قوم کی گردن پر چھری چلتی ہے تو چل جائے کچھ پرواہ نہیں۔ اگر اپنا حریص و لالچی پیٹ بھرنے کی خاطر اسلام کا کچھ مر نکلتا ہے۔ تو نکل جائے ان کی بلا سے۔ بلکہ وہ حمایت و اشاعت اسلام میں اپنی جان تک لڑا دیتے تھے اور تبلیغ اسلام کی راہ کی رکاوٹوں کو دور کرنا ان کا فرض اولین تھا جس کی ادائیگی میں جان و مال اور اہل و عیال تک کی قربانی سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اور وہ اپنے صادقانہ عقیدے کی اشاعت

بادشاہوں کے دربار تلواروں کی دھار اور تیروں کی بوچھار میں نہایت صداقت و صفائی سے کرتے تھے۔ اور کسی قسم کے رعب و اقتدار سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ اور جو کہتے تھے کر دکھاتے تھے۔ ان کی طاقت ایمانیہ زبردست سے زبردست مخالف کی ساری شان و شوکت دولت و عظمت اور بہتر سے بہتر سامان جنگ کو ملیامیٹ کرنے کے لئے کافی تھی۔ اور اللہ اکبر کا ایک ہی پر زور نعرہ دشمن کے دل پر وہ ہیبت ڈال دیتا تھا جو لاکھوں کروڑوں کی افواج قاہرہ سے نہ پڑ سکتا ہو۔ اور شمشیر حقانی کی ایک دو ضربوں سے ہی پشتینی دولت مند اور طاقتور سلطنتوں کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی تھیں۔ اسی لئے شہنشاہ قسطنطنیہ ہرقل اعظم کی ساری خارجی تدبیر اکارت گئیں۔ اور فراض کی لڑائی میں جو بدنامی اس کو نصیب ہوئی۔ اس نے جنگ موتہ کی آتش انتقام کو مزید تیز کر دیا۔ اور قسطنطنیہ سے چل کر دمشق و حمص کو دیکھتا ہوا انطاکیہ میں آبیٹھا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح یہ داغ بدنامی دھل جائے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز پیشتر تین ہزار کا ایک لشکر مرتب کر کے اسامہ بن زید کی ماتحتی میں شام کی طرف بھیجنے کے لئے تیار کیا تھا۔ تاکہ عیسائیان شام کی روزمرہ کی شرارتوں کا قرار واقعی بندوبست کیا جاسکے۔ لیکن ابھی وہ لشکر جانے نہ پایا تھا۔ کہ آپ کی وفات واقعہ ہوگئی۔ اور مرتدین نے اودھم مچا دیا۔ اور امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سردست اپنی ساری توجہ مرتدین کی سرکوبی کی طرف مبذول کرنی پڑی۔ لیکن چونکہ آپ اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم میں اپنے آپ کو فنا کر چکے تھے۔ اس واسطے آپ نے باوجود اختلاف صحابہ کرام فرمایا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے حکم میں کوئی ترمیم نہیں کرونگا۔ اور جس لشکر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود تیار کیا ہے۔ وہ واپس نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ یہ فرما کر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف روانہ کر دیا۔ اور فرما دیا۔ کہ راہ میں مرتدین کا انتظام بھی کرتے جائیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حکم پاتے ہی مناسب ہدایات لے کر روانہ ہو گئے۔

چونکہ سردست خود عرب کا اندرونی انتظام لازمی ہو گیا تھا۔ اس لئے شام کی طرف کافی توجہ نہ دی جا سکی۔ اور لشکر اسلام کو جو شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔ راہ کے مرتدین عرب کا انتظام کرنے میں بھی کافی عرصہ لگ گیا۔ اور جب عرب کا انتظام سلہ کے آخر تک

Marfat.com

مکمل ہو گیا۔ اور کسی قسم کا اندرونی خدشہ نہ رہ گیا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شہنشاہ قسطنطنیہ کی حرکات پر غور کرنا شروع کیا۔ اگرچہ انکا ارادہ تھا۔ کہ خود ملک روم میں طرح جنگ ڈال کر ہرقل کو شمشیر اسلام کے جوہر دکھلائے جائیں۔ مگر ایک صدیوں کی پشتینی طاقتور اور دولتمند سلطنت سے واسطہ تھا۔ اور مسلمانوں کی توجہ ایران کی طرف مبذول تھی۔ اسلئے یہ مہم کچھ کڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور بظاہر زیادتی نقصان کا زیادہ احتمال تھا۔ اس واسطے کسی سے کوئی ذکر نہ کرتے۔ اور دل ہی دل میں حیران رہتے تھے۔ اس ادھیڑبن میں اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی مدد نہ مل سکی۔ اور وہ صرف حدود عرب و شام پر ہی امن و انتظام اور نگہداشت میں مصروف رہے۔ ۱۲ھ میں جب آپ حج سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی نے جو ایک جلیل القدر۔ قائم اللیل اور صائم الدہر ولی اللہ صحابی تھے۔ ایک دن امیر المومنین سے اپنا خواب بیان کیا۔ کہ میں نے اپنے آپ کو شام میں کفار سے لڑتے دیکھا ہے۔ اس خواب کا سننا تھا۔ کہ آپکا ارادہ جو خود ملک روم میں اعلائے کلمۃ الحق کا ہو چکا تھا۔ مضبوط ہو گیا۔ اسی اثنا میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جو سرحد شام پر پڑے تھے۔ دربار خلافت میں اطلاع دی۔ کہ ہرقل اعظم قسطنطنیہ سے چل کر لاکھوں کے ٹڈی دل کے ساتھ اسلام کا استیصال کرنے کے لئے انطاکیہ میں آبیٹھا ہے۔ اور اپنی گذشتہ ناکامیوں کے داغ بدنامی کو دھونے کی خاطر عنقریب حملے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس خط کے پہنچتے ہی آپ نے عیسائیوں کو ان کی شرارتوں کا قرار واقعی مزا چکھانے اور تثلیث کی جگہ توحید کی منادی کرنے کی پختہ نیت ٹھان کر اس معاملے کو مجلس شوریٰ میں پیش کر دیا۔ اور عیسائیوں کی ساری شرارتوں۔ مفسدانہ سازشوں اور منصوبوں کا مفصل و مشرح تذکرہ کرتے ہوئے ضرورت جہاد کو ضروری بتا کر رائے طلب کی۔ اور فرمایا۔ کہ غالباً فتوح البلاد کا جو وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا ہے۔ شاید اس کی صداقت کے ظہور کا وقت آگیا ہے۔ آپ کی یہ رائے کہ پیشتر اس کے کہ عیسائی خود فوج کشی کریں۔ خود ہی شام پر لشکر کشی کر کے اعلائے کلمۃ الحق ضروری ہے۔ کچھ بحث مباحثہ کے بعد بڑے جوش کے ساتھ منظور ہو گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر حال میں آپ کو فتح و نصرت عطا کرے گا۔ بیدھڑک شام پر فوج کشی کریں۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لایزال ھذا الدین ظاھراً علی کل من ناواہ حتی تقوم

Marfat.com

الساعۃ واھل الظاھرون یعنے دین اسلام تا قیامت ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہیگا بشرطیکہ اسلام کے پیرو سچے دل سے اسلام کے پابند ہوں۔ یعنی حقیقی مسلمان ہوں اور آپ کی یہ پیشین گوئی ہر زمانے کے مسلمانوں پر قیامت تک عاید رہے گی۔ پس آپ توقف نہ فرمائیں۔ چونکہ آپکا ارادہ اشاعت توحید اور کفر و شرک کا مٹانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالے اپنے وعدے کے مطابق فتح و نصرت دے گا۔

روم میں اشاعت توحید کی تجویز منظور ہو جانے کے بعد آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منادی کا حکم دیدیا۔ تاکہ جمہور اسلام کی رائے کو بھی سن لیا جائے چنانچہ منادی ہوتے ہی جملہ اہالیان مدینہ مسجد نبوی میں حاضر ہو گئے۔ اور امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اللہ تعالے کی حمد و ثنا اور رسول مقبول پر درود بھیجنے کے بعد مفصل طور پر عیسائیوں کی مخالفانہ کوششوں اور ایرانیوں کو کھلم کھلا امداد دینے اور جاہل لوگوں کو بہکا کر کفر و شرک میں مبتلا کرنے کے منصوبوں کا ذکر کرتے ہوئے جملہ صحابہ کرام کی رائے کا ذکر کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول سے کفار کی ذلت و تحقیر اور مسلمانوں کو عزت و حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے جو کبھی نہیں ٹل سکتا۔ اور پورا ہو کر رہے گا۔ چونکہ اشاعت اسلام ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ اور جب تک عیسائیوں کی مفسدانہ سازشوں کا جو وہ اسلام کے برخلاف کرتے رہتے ہیں۔ اور اشاعت اسلام میں رکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں۔ قرار واقعی انتظام نہ کیا جائیگا۔ خاطر خواہ اشاعت اسلام نہیں ہو سکتی۔ اور ان سازشوں اور رکاوٹوں کا انتظام کرنے کے لئے جنگ کا ہونا ضروری ہے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی اپنی زندگی میں شام پر لشکر کشی کا ارادہ کر کے ایک لشکر مرتب کیا تھا جو بہ تعمیل احکام رسالت ابھی تک سرحد پر پڑا ہے۔ اور اسکو امداد کا دینا ضروری امر ہے۔ تاکہ جس منشا کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس لشکر کو مرتب کیا تھا۔ خاطر خواہ حاصل ہو۔ اگرچہ دشمن ہم سے زیادہ طاقتور ہے۔ اور بظاہر زیادتی نقصان کا اندیشہ ہے لیکن خداؐ اور رسولؐ کے نزدیک یہ عذر کوئی معقول عذر نہیں ہے۔ اور اگرچہ ابتدا میں ہمارا نقصان زیادہ واقعہ ہونے کا گمان ہے۔ لیکن اس نقصان کے عوضانہ میں جو فائیدہ حاصل ہو گا۔ وہ اس سے بڑھ کر ہو گا۔ مجاہدین کے اوضاع و اطوار کو دیکھ دیکھ کر نیز اشاعت اسلام سے لاکھوں رومی جو کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔ ہدایت پا ئیں گے۔

Marfat.com

اور ایک مسلمان کو جو خوشی کسی کافر کے مسلمان ہونے سے ہو سکتی ہے۔ وہ ایک بادشاہ کو ہفت اقلیم کے فتح کرنے سے نہیں ہو سکتی۔ اور امید ہے۔ کہ اس طرح سے لاکھوں آدمیوں کو اسلام کے جانچنے اور پرکھنے کا کافی موقعہ ملیگا اور خود بخود حقیقت اسلام معلوم کرنے کی طرف راغب ہونگے پس رومیوں سے جہاد ضروری ہے۔ اور جہاد میں ہر طرح سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ مر گئے تو شہید جن کی شان میں ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربہم یرزقون وارد ہے اور اگر زندہ رہے اور فتح پائی تو غازی کا معزز خطاب حاصل ہوگا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کے عوض میں جنت کی خوشخبری اسکے علاوہ فتح کی صورت میں جو دینی و دنیاوی فایدے حاصل ہونگے۔ انکا تو ذکر ہی کیا ہے۔ لاکھوں انسانوں کے اخلاق تمہاری کوششوں سے سدھر جائیں گے۔ اور گمراہی و ضلالت سے نکلکر ہدایت کے صراط مستقیم پر آجائینگے۔ اور اسیواسطے جہاد کو ایمان کے بعد سارے اعمال سے افضل تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کو ایک ایسی تجارت سے منسوب کیا ہے جو دنیا و آخرت کے عذاب الیم سے باعث نجات ہے چنانچہ فرمایا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِیكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِیمٍ یعنی اے مسلمانو میں تم کو ایک ایسی تجارت بتاتا ہوں جو تم کو دردناک عذاب سے مخلصی دلا سکے اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ما ترک قوم الجہاد الا عمہم العذاب یعنے جب مسلمان جہاد ترک کر دیں گے۔ تو ان پر تکلیفیں اور مصیبتیں نازل ہونگی۔ کیونکہ ان کی جنگی طاقت جو دوسرے لوگوں کو مرعوب کر سکتی ہے۔ زائل ہو چکی ہوگی۔

مختصراً میری اس تقریر کا ماحصل یہ ہے۔ کہ آپ کے مقتدر اور معزز اصحاب نے اشاعت اسلام کی راہ کی رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے غزائے روم کی تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ اور اب یہ سارا معاملہ آپ پر ہے۔ جس کو درجہ تکمیل تک پہنچانا آپ کے اسلامی جوش اور ہمت پر منحصر ہے۔ اور مجھے

ط آجکل یہی حال مسلمانوں کا ہو رہا ہے۔ ہماری جنگی طاقت ہماری غفلت کا صدقہ مردہ ہو چکی ہے۔ اور انواع واقسام کی مصیبتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں۔ اگر مسلمان آج اپنے آپ میں وہی حقیقی جذبہ جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا۔ پیدا کرلیں تو یہ نکبت وادبار کی ساری گھنگھور گھٹائیں یک قلم کافور ہو جائیں لیکن وہ جذبہ اس وقت تک پیدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ جب تک مسلمان سچے معنوں میں مسلمان نہیں بنیں گے۔ جیسے کہ ایک حدیث شریف سے بھی جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔ کہ جب تک مسلمان حقیقی مسلمان رہیں گے۔ اسوقت تک تا قیام قیامت دیگر تمام پر غالب رہیں گے۔ ثابت ہوتا ہے۔

آپ کے دست حق پرست۔ ایثار۔ ایمان۔ اتفاق۔ اخلاص اور سچے جوش پر کافی بھروسہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مشکل مہم بہت جلد حل ہو جائیگی۔ اور خداوند کریم سے اپنے فرمان یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ کے مطابق ہمیں ضرور فتح عطا فرمائے گا۔ کیونکہ عیسائی لوگ نورِ اسلام کو اپنی مفسدانہ سازشوں اور منصوبوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے نورِ اسلام کو منکرین کی مخالفت کے باوجود اس کو زیادہ روشن کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ خواہ منکرین کو اسلام کی ترقی کیسی ہی ناگوار کیوں نہ معلوم ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ترقی عطا کرے گا۔ اب اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ؕ

جونہی کہ آپ نے اپنی تقریر کو ختم کیا یکقلم بڑے جوش و خروش کیساتھ سر چہار اطراف سے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کی پر زور صدائیں بلند ہوئیں۔ اور عامۃ الناس نے بھی غزائے روم کی تجویز کی تائید کرنے کے بعد بڑی خوشی سے اس کو منظور کر دیا۔ اور لوگوں میں جہاد کا ایک تازہ ولولہ نئے سر سے پیدا ہو گیا جس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اطراف و جوانب عرب میں جملہ سرداران مکہ۔ طائف۔ یمن۔ یمامہ وغیرہ وغیرہ کے نام اس مضمون کے خط لکھے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سلام علیکم۔ فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد عزمت ان اوجھکم الی ناحیۃ بلاد الشام لتاخذوھا من ایدی الکفار الطغاۃ فمن عول منکم علی الجھاد والصدام فلیبادر الی طاعۃ الملک العلام ثم کتب انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ ترجمہ شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑی بخشش والا ہے مہربان۔ تم پر سلام ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اس کے نبی محمد پر خدا کا درود اور سلام ہو اس پر۔ اور اسکی آل پر درود بھیجتا ہوں۔ میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تم کو ملک شام میں بھیجوں۔ تاکہ تم ظالم کفار کے ہاتھ سے ملک کو لے لو پس جو شخص جہاد کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے جلدی چلا آئے۔ پس میں یہ کہتا ہوں کہ مسلح ہو یا غیر مسلح اپنی جان اور مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے نکل کھڑے ہو۔ اگر تم جہاد کی مصلحتوں کو جانتے ہو تو یہ (جہاد) تمہارے لئے بہت بہتر ہے ؕ

اجتماع افواج اور ہدایات امیر المومنین رضؓ

غزائے روم کی تجویز نہایت جوش وخروش کے ساتھ منظور ہوجانے کے بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جملہ سرداران عرب کے نام خطوط لکھے تو جونہی کہ وہ خطوط سرداران عرب کو ملے ۔ فوراً شوق شہادت میں بیتاب ہوکر لبیک لبیک کہتے ہوئے جوق درجوق دیوانہ وار عازم مدینہ منورہ ہوئے ۔ اور سب سے اول بنی حمیر معہ اپنے سردار ذوالکلاع کے خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے بعد ازاں پے در پے بنی مذحج ۔ بنی طے ۔ بنی ازور ۔ بنی عبس ۔ بنی کنانہ وغیرہ وغیرہ نے دربار خلافت میں حاضر ہوکر قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم اویسلمون فان تطیعوا یوتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما (لینے اے پیغمبر پیچھے رہ جانے والوں کو کہہ دے ۔ کہ تم بہت جلدی بڑے لڑنے والوں (رومیوں ایرانیوں کیلئے طلب کئے جاؤ گے ۔ کہ تم لڑتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا حکم مانو گے تو اللہ تعالیٰ بہت اچھا اجر دیگا ۔ اور اگر نہ مانو گے سرتابی کرو گے ۔ جیسے پہلے کی تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب سے سزا دے گا) کی پیشینگوئی کو حق ثابت کردیا ۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا ۔ کہ آپکے حکم سے سرتابی کرنیوالوں اور آپ کی خلافت سے انکار کرنے والوں کو بالضرور عذاب الیم سے دوچار ہونا پڑیگا ۔

جوں جوں قبائل عرب مدینہ منورہ میں پہنچتے گئے ۔ مختلف سرداروں مثلاً ابوعبیدہ بن الجراح معاذ بن جبل ۔ شرجیل بن حسنہ کاتب وحی ۔ یزید بن ابوسفیان اموی ۔ خالد بن سعید ۔ ربیع بن عامر عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ماتحتی میں ایک دوسرے کے بعد شام کی طرف بھیجے گئے اور تمام افواج متعینہ شام کا سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ۔ جو زہد و ورع میں کمال اور بوجہ سابقیت اسلام صحابہ کرام میں ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے ۔ نیز دربار رسالت سے امین الامت کا معزز و محترم خطاب حاصل کرچکے تھے ۔ اور جب کسی سردار کو شام کی طرف بھیجتے تو مندرجہ ذیل ہدایات پر کاربند رہنے کی بزور تاکید فرما دیتے تھے کہ سب سے اول دشمن کو کلمۃ الحق کیطرف بلاؤ ۔ نہ ماننے پر ادائے جزیہ کا پیغام دو ۔ اور قبول اسلام یا ادائے جزیہ دونوں کے انکار پر تلوار اٹھاؤ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر بے تامل

لڑو۔ اور جب دشمن پر فتح حاصل کرو تو مفتوح قوم کے بچوں۔ بوڑھوں، عورتوں اور جانوروں کو ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ البتہ جنگی آدمیوں کو جو ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول نہ کریں قتل کرو اور نہ میوہ دار درختوں زراعت اور مال مویشی کا نقصان کرو۔ اور مفتوح لوگوں کے ساتھ مروت اور احسان سے پیش آؤ کسی قسم کا غرور اور تکبر نہ کرو۔ وقت پر اللہ تعالیٰ کے احکام اسطرح بجا لاؤ جس طرح تم اپنے گھروں پر ادا کرتے ہو۔ نماز کو جماعت کیساتھ ادا کرو۔ اور تلاوت قرآن مجید کو لازم کرو۔ اپنی افواج پر چوکی پہرہ مکمل رکھو۔ اور خود افسران فوج کو دیکھ بھال اور ہر طرح کی احتیاط لازمی ہے۔ اگر دشمن صلح پر مائل ہو تو درخواست صلح کو رد نہ کرو بلکہ اسکو تسلیم کر لو۔ مخالفین کے سفرا اور قاصدوں کی عزت کرو۔ لیکن سوائے افسران فوج کے کوئی دوسرا لشکری ان سے گفتگو نہ کرے۔ اور جہاں تک جلدی ممکن ہو اپنے لشکر سے انکو رخصت کر دو۔ جو وعدہ قول و قرار دشمن سے کرو۔ اس کو بہر حال پورا کرو۔ فتح کے بعد ان کے عبادت خانوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ اور نہ ہی غیر جنگی اشخاص سے تعرض کرو ظلم سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ظالم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعید فرماتا ہے۔ اور ظالم لوگ کبھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اسی واسطے لا یحب الظلمین اکثر بار قرآن مجید میں آچکا ہے اپنے ماتحت لشکریوں سے بامروت و محبت پیش آؤ۔ جو لوگ تم سے پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں یعنے سابقین میں سے ہیں۔ ان کی عزت اور دل سے قدر کرو۔ اپنے افسروں کے ہر حکم کی بدل و جان تعمیل کو فرض سمجھو۔ آپس میں بھی سلوک اور محبت سے رہو۔ اور کسی کی غیبت و حسد نہ کرو۔ ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرو۔ جنگ کے وقت صبر و استقلال سے کام لو۔ تکبیر زور سے کہو۔ اور کسی قسم کا فخر نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ اور اپنے نفوس کی اصلاح میں کوشاں رہو۔ اسی قسم کی اور بے شمار نصائح کے بعد جب روانگی کا وقت آیا۔ تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے۔ اللھم احفظھم من بین ایدیھم و من خلفھم و عن ایمانھم و عن شمائلھم واحفظ اوزاھم واعظم اجورھم۔ یعنے اے اللہ تو اپنے فضل و کرم سے ان مجاہدین کے دائیں بائیں آگے پیچھے غرض ہر طرف سے حفاظت کر۔ اور جملہ مشکلات سے محفوظ رکھ اور ان کو ثواب عظیم بخش۔

شاہین خالد کی آمد

ہرقل اعظم گذشتہ داغہائے بدنامیوں اور ناکامیوں کو مٹانے کیلئے تو تیار بیٹھا تھا۔

Marfat.com

آتش انتقام اس کے سینے میں شعلے مار رہی تھی چنانچہ آہنی اور تربیت یافتہ افواج کے علاوہ مذہبی جوش کے پردے میں لاکھوں کروڑوں عیسائیوں کو بھی آمادہ پیکار کرلیا۔ اور خود عرب پر حملہ کرنیوالا ہی تھا۔ کہ عربی افواج کی آمد کی متواتر اطلاعات اس کو ملنے لگیں جس سے مجبوراً اسکو خود حملہ کرنیکے ارادے کو تبدیل کر کے اپنے ہی ملک میں ٹھہرنا پڑا۔ اور فوراً احتیاطی طور پر حملہ مشہور مشہور راستوں قلعوں پر جرار فوج کو بھیج کر اچھی طرح مستحکم کرلیا۔ اور تمام ناکوں کو جس جس طرف سے اہل اسلام کے حملہ آور ہو سکنے کی امید کیجا سکتی تھی۔ مضبوط سے مضبوط ترین بنا دیا جب بہادر مجاہدین شام میں پہنچے۔ تو اول اول وہ متفرق طور پر لڑتے رہے۔ لیکن آخر کار بصلاح و مشورہ ایک جگہ جمع ہو کر مقابلہ کرنے کو زیادہ پسند کیا۔ اور یرموک کی طرف رخ کر دیا۔ اس وقت تک شام میں کل اکیس ہزار مجاہدین بھیجے جا چکے تھے۔ شروع شروع میں عمرو بن العاص اور یزید بن ابوسفیان اموی نے کچھ فتوحات کیں لیکن وہ چنداں فائدہ بخش ثابت نہ ہوئیں اور دوسری طرف رومیوں نے حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو جابیہ سے ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا۔ اور تین ماہ متواتر صفر سے ربیع الثانی ۱۳ھ تک لشکر اسلام کو بالکل بیکار بیٹھنا پڑا۔ اور اس عرصے میں عیسائیوں کو اجتماع افواج۔ استحکام قلعہ جات و فراہمی ساز و سامان حرب کا ایک اور اچھا موقع مل گیا جس کی باضابطہ اطلاع دربارِ خلافت میں دی گئی۔ جہاں سے مزید مجاہدین کو کمک کے طور پر بھیجا گیا۔

جب چار پانچ ماہ متواتر گزر جانے پر افواج شام نے کوئی کارنمایاں نہ کیا۔ تو اس معاملے کو پھر مجلس شوریٰ میں پیش کیا گیا۔ جہاں بہت سی بحث کے بعد باتفاق رائے یہ قرار پایا۔ کہ یہ مہم درحقیقت کڑی ہے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے اسکا باحسن وجوہ انجام پر پہنچنا محال نظر آتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ فاتح عرب و عراق کو جو دو ایک لڑائیاں عیسائیوں سے پہلے بھی لڑ چکا ہے۔ اور تمام مجاہدین میں اس کو ایک عزت و وقعت حاصل ہو گئی ہے۔ شام میں بھیجا جائے۔ ان کے جانے سے عساکر اسلامیہ میں ایک تازہ ولولہ اور جوش پیدا ہو جائیگا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو وہ خط لکھا جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے اور دوسرا خط حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود پیغمبر کے بعد بدیں مفہوم ارسال کیا۔ کہ چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جن کو دربار رسالت

Marfat.com

سے سیف اللہ کا معزز خطاب مل چکا ہے۔ آپ کی نسبت فن حرب میں زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اور وہ زیادہ تجربہ کار اور ماہر ہیں۔ اس لئے میں افواج متعینہ شام کا سپہ سالار اعظم حضرت خالد رضی اللہ عنہ فاتح عرب و عراق کو مقرر کرتا ہوں۔ آپ ہمیشہ انکی منشاء کے مطابق خالد کے ماتحت کام کریں۔ بلحاظ سبقت اسلام خطاب امین الامت اور کمال زہد وورع کے آپ کی عزت میری نظروں میں ویسی ہی ہے جیسی کہ آپ کو سپہ سالار کرنے سے پیشتر تھی۔ اور میں آپ کو خالد سے عزت و توقیر میں کچھ کم نہیں سمجھتا۔

جونہی کہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکمنامہ خالد رضی اللہ عنہ کو ملا۔ آپ نے اپنے سارے ارادوں کو فسخ کر کے عراق میں مثنےٰ بن حارث شیبانی رضی اللہ عنہ کو عامل عراق بنا کر چھ ہزار مجاہدین کی جمعیت کیساتھ عازم شام ہوئے۔ اور روانہ ہونیسے پیشتر ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آمد کی اطلاع دیدی۔ اور خود سفر کی تیاری شروع کردی۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ اگر عام اور مشہور راستوں سے گزرے۔ تو راہ میں رومیوں کے بیشمار قلاع جنگی چھاؤنیاں پڑتی ہیں۔ جن پر سے گزرتے وقت رومیوں سے لڑائی کا اندیشہ ہی نہیں۔ بلکہ یقین ہے۔ اور اس طرح سے اس کو لشکر اسلامیہ تک پہنچنے میں غیر معمولی دیر لگتی ہے۔ اور یہ توقف نہ معلوم ادھر کیا غضب برپا کر دے۔ اور اگر ان چھاؤنیوں اور قلعوں پر سے دبے پاؤں گزرے۔ تو یہ اس کی غیور اور حوصلہ ور طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ کہ بزدلوں کی طرح چپکے سے گزر جائے۔ بالآخر ان آباد اور مشہور و معروف راستوں کو ترک کر کے غیر مشہور غیر آباد چٹیل بے آب و گیاہ صحرائی راستہ کو حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر کہ کر اختیار کیا۔ تاکہ جہانتک جلدی ممکن ہو سکے لشکر اسلامیہ میں پہنچکر ان کی امداد کرے۔ اور یہی خیال زیادہ تکلیف دہ تھا جس سے مجبوراً خالد جیسے بہادر شخص کو دیوانہ وار معہ اپنے ہمراہیوں کے بے آب و گیاہ لق ودق ریگستانی صحرا میں سے گزرنے پر مجبور کر دیا۔ تاکہ بلا مزاحمت جلد سے جلد تر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کو مدد پہنچ سکے۔ تاہم تدبیر سے فوراً ہی ہر مشکل کی عقدہ کشائی کر لینے والی طبیعت حضرت خالد رضی اللہ نے اس خطرناک بے آب و گیاہ ریگستان کو عبور کرنے یہ تجویز نکالی۔ کہ اونٹوں کو بہت سا پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے۔ اور علاوہ ازیں اور پانی بھی ان پر بار کر لیا۔ اور توکلت علی اللہ صحرا میں گھس پڑا۔ اور آٹھ پہر کے بعد حسب ضرورت اونٹوں کو ذبح کر کے انکا

Marfat.com

پیٹ چاک کرتے اور جو پانی نکلتا وہ مال مویشی کو پلا دیتے۔ اور جو پانی اونٹوں پہ بار تھا۔ اس کو اپنے پینے اور کھانے کے مصرف میں لاتے۔ اور گوشت خود استعمال کر لیتے۔ اس طرح سے یہ دشوار گذار راستہ باوجود سخت تکلیف کے چار دن میں طے کر کے حدود شام پر پہنچ گئے۔ اور حدود شام میں داخل ہوتے ہی علم اسلامی کو کھول دیا۔ جو ہوا میں لہریں لینے لگا۔ راستے میں جو چھوٹے چھوٹے شہر آتے۔ وہاں کے لوگوں نے اگرچہ مزاحمت کی۔ مگر شمشیر خالدی کے سامنے انکی کیا ہستی تھی۔ نہایت آسانی کے ساتھ یکے بعد دیگرے فتح کرتے اسلام کا ڈنکا بجاتے مخالفین کی گردنوں میں طوق اطاعت ڈالتے شہر بصری پر آ پہنچے۔ چونکہ احکام اسلام نہایت سادہ فطرت کے عین مطابق تھے۔ اور مفتوح عیسائیوں نے اپنے فاتح مسلمانوں کو بمقابلہ اپنی ہم مذہب عیسائی حکومت کے بڑھ کر رحیم اور منصف پایا۔ تو خود بخود اطاعت اسلام پر راغب ہو گئے اور جن جن شرارتوں کی مفتوح عیسائیوں سے امید کیجا سکتی تھی۔ وہ سب غلط ثابت ہوئیں اور حکومت اسلام کو بمقابلہ اپنے سابقہ حکومت کے ترجیح دینے لگے۔

شہر بصری ایک بہترین جنگی مقام اور تجارت کی منڈی تھی حضرت حارث بن عمیر قاصد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اسی شہر کے حاکم کیطرف دعوت اسلام کا خط لئے آرہے تھے۔ کہ حاکم موتہ نے نہایت بیدردی اور سفاکی کیساتھ محض عداوت کے باعث شہید کر دیا تھا۔ جس کے انتظام کی خاطر پیشتر ازیں خونریز اور مہیب جنگ موتہ وقوع پذیر ہو چکی تھی خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پیشتر ہی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شرجیل رضی اللہ عنہ کاتب وحی کو چار ہزار مجاہدین کی سرکردگی میں فتح بصری پر مامور فرما دیا تھا لیکن رومیوں کی کثرت افواج اور قواعد دانی نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا۔ اگرچہ بہادران اسلام خوب جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے لیکن دشمن کی کثرت اور قواعد دانی کوئی پیش نہ جانے دیتی تھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اثنائے راہ میں ہی حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کا نرغہ میں آجانا معلوم ہو چکا تھا جس کے باعث وہ سخت بیچین تھے۔ اور اسی بیچینی کی حالت میں غیر معمولی سرعت کیساتھ آرہا تھا۔ اور مجاہدین کی تکان و ماندگی کی ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کو خطرے میں دیکھ کر کوئی پروا نہ کر کے آرام و قیام کو حرام کر دیا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ غیر معمولی تیزی کیساتھ یلغار کرتے ہوئے بصری کے قریب پہنچے۔ اور مسلمانوں نے دور سے گرد و غبار کو آتے ہوئے دیکھا تو اور گھبرائے کیونکہ انکا خیال تھا۔ کہ کسی نہ کسی طرف سے عیسائیوں کی کمکی فوج چلی آرہی ہوگی۔

Marfat.com

لیکن عین اسی گھبراہٹ اور تذبذب کی حالت میں آنیوالی فوج میں سے ایک شہسوار اپنے مرکب کو ایڑ دیکر آگے بڑھا۔ اور بلند آواز سے کہا کہ میں خالدبن ولیدؓ خادم اسلام و عاشق سید خیر الانام ہوں اور دوسرے نے تکبیر کا نعرہ لگا کر کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر ہوں۔ تو مسلمانوں کی باچھیں کھل گئیں اور ساری یاس مبدل بہ آس ہو گئی۔ عیسائی افواج نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا دل ہلا دینے والا پر رعب نام سُنا۔ تو گھبراہٹ کے ساتھ ساتھ نام سنتے ہی پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں کا محاصرہ چھوڑ بیٹھے۔ چونکہ خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہی غیر معمولی طور پر تھکے ماندے تھے۔ اس لئے عیسائیوں کا تعاقب نہ کیا۔ اور معاملے کو اگلے دن پر ٹال دیا گیا۔ اور مسلمانوں نے نرغہ سے نکل جانے پر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔

خالد رضی اللہ عنہ نے بصری پہنچتے ہی اپنی آمد کی اطلاع حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ کہ میں امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل میں عساکر اسلامیہ متعینہ شام کی سپہ سالاری کیلئے پہنچ گیا ہوں لیکن اللہ تعالےٰ کی قسم آپ اپنے آپ کو بدستور سابق سپہ سالار تصور فرمائیں اور مجھے اپنا ادنیٰ خادم اور ایک معمولی مجاہد سمجھیں۔ چونکہ آپ بسبقت اسلام۔ زہد و ورع اور خیر خواہی امت باعث واجب الاحترام اور دربار نبوت سے امین الامت کا خطاب پا چکے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی دل سے قدر و عزت کرتا ہوں۔ اور عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ میں آپکے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرونگا۔ کیونکہ آپ امیر المسلمین ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور آپکی آل پر درود بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے اور آپ کی ذات ستودہ صفات کیلئے دعا مانگتا ہوں۔ کہ دنیا و آخرت میں سرخرو رکھے اور ہم سب کیلئے اپنے احسان۔ رحمت اور رافت و برکت کو پورا کرکے آتش جہنم سے بچائے۔

یہ خط لکھ کر عمر بن طفیل الازدی کی معرفت خدمت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ میں بھجدیا۔ تاکہ کلیہ عساکر اسلامیہ کو میرے شام میں پہنچ جانیکی خبر ہو جائے۔ اور زاید امداد کے پہنچ جانے کے خیال سے انکے حوصلوں میں معتدبہ اضافہ ہو جائے۔ اس خط کو دیکھ کر باوجود اس قدر شجاعت و شہامت اور جلیل القدر فاتح ہونے کے خالد رضی اللہ عنہ کی منکسر المزاجی کا دلکش نقشہ نگاہوں میں کھنچ جاتا ہے جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم اپنے مشاہیر جنگی و قومی کی سوانحات میں نہیں دکھلا سکتی۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ کہ باوجود پوری مقدرت

ہونے کے انکساری کا سلوک کرنے والے بیشمار مشاہیر کو پیش کر سکتا ہے۔ دوسری طرف جب یہ خط حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچتا ہے تو آپ باوجود اس قدر تقدس اور عزت کے جو آپ کو مسلمانوں میں حاصل ہے۔ کمال بے نفسی کے ساتھ خالد رضی اللہ عنہ کے حق میں خلوص قلب کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تدبیر و مصلحت کو سراہتے ہیں اور اپنی معزولی کی پرواہ نہیں کرتے۔ کیا دنیا کی کوئی قوم ایسے بے نظیر بے نفس اور مخلص مشاہیر پیش کر سکتی ہے؟ جہانتک اوراق تاریخ کی ورق گردانی کرتے چلے جاؤ۔ آپ کو کسی قوم۔ کسی ملک کسی مذہب کے مشاہیر کے حالات زندگی ایسے مخلصانہ نہیں ملیں گے۔ جیسے کہ اسلام کی تاریخ میں مل سکتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس بابرکت تعلیم کا نتیجہ ہے۔ جو بالکل فطرت کے مطابق ہے۔ اور کہ جس کو دنیا کے سب سے افضل و بہترین انسان خیر البشر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور جس کو ماننا اور اسپر عمل پیرا ہونا ہر ذی فہم انسان کا فرض ہے۔

فتح بصری

جیسے کہ پچھلی سطور میں لکھا جا چکا ہے۔ اسلام کا شیدائی۔ توحید کا فدائی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا سچا پابند حضرت خالد رضی اللہ عنہ فتح ایران کی تجاویز کو بیچ میں ہی چھوڑ کر بے آب وگیاہ لق ودق چٹیل ریگستان کو توکلت علی اللہ اپنی ہمت مردانہ سے عبور کرتا اور راہ میں مزاحمت کرنیوالے عیسائیوں کو مطیع و منقاد کرتا ہوا بصری کے نزدیک پہنچا۔ اور چند ہزار مجاہدین کو دشمنوں کے نرغے میں آجانے کی خبر پاتے ہی کل مومن اخوۃ کی سچی اور موثر تعلیم سے بے تاب ہو کر دیوانہ وار غیر معمولی سرعت کے ساتھ بصری میں پہنچ کر باعث انتشار نصاریٰ نے اور تسکین خاطر مجاہدین ہوا۔ چونکہ بوجہ غیر معمولی تکان اور ماندگی کے عیسائیوں کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے دشمنوں نے یہ سمجھ کر کہ مسلمان قابل جنگ نہیں ہیں اگلے دن علی الصبح طبل جنگ بجا دیا۔ اور بڑے فخر اور غرور کے ساتھ میدان میں آکھڑے ہوئے۔ تو خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فوج جو بہ منشا تے و اعلائے

Marfat.com

لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم واخرین من دونہم لا تعلمونہم اللہ یعلمہم ہر وقت کیل کانٹے سے درست رہتی تھی۔ فوراً شوق شہادت میں صف بندی کر کے مقابلے پر ڈٹ گئی۔ میمنہ پر رافع بن عمیرہ طائی میسرہ پر پرجوش شیدائی اسلام ضرار بن الازور کو مقرر کر کے بہادر خالدؓ خود قلب لشکر میں کھڑا ہو گیا۔ اور جملہ اصحاب بدر کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ اپنے ہمراہ قلب لشکر میں رکھا۔ اور حسب دستور جارحانہ پہلو سے گریز کر کے صرف جنگ مدافعانہ کر رہا۔ اور اس اثنا میں دشمن کے حملے کا جس طرف زور دیکھتا۔ اپنی غیر معمولی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ حملہ کر کے مخالفین کو بے نیل و مرام ندامت کیساتھ پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیتا۔ اور حسب وقت ترغیب و تحریص جہاد دلا کر مجاہدین اسلام کے شوق شہادت کو دوبالا کر دیتا۔

آخرکار جب عیسائی اپنی ساری طاقت صرف کر چکے اور انکا جوش و خروش ہانڈی کے دودھ کی طرح ابال کھا کر خالد ہی آب شمشیر سے فرو ہوتا گیا۔ تو فوراً طلبگاران شہادت کو مجموعی طور پر حملہ کرنیکا حکم دے کر سب سے پہلے خود اپنی غیر معمولی شجاعت وشہامت سے ایسا تیز و تند حملہ کیا۔ کہ آناً فاناً دشمنوں کی صفوں کو الٹ پلٹ کر دیا۔ اور مجاہدین نے بھی اپنے بہادر سردار کی پیروی میں تکبیر کے نعروں سے دشمنوں کے دلوں کو دہلا دہلا کر حواس باختہ کر کے ہزارہا عیسائیوں کو ذائقۃ الموت چکھا دیا۔ اگرچہ بے ترتیبی اور بدانتظامی کی حالت میں دشمن نے کچھ عرصہ مقابلہ کیا۔ لیکن چونکہ صورت خالدہی کے سامنے ان کے پائے ثبات کا برقرار رہنا ناممکن تھا۔ اس لئے تاب مقاومت نہ لا کر حواس باختہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ اپنا قیمتی سامان جنگ جس کا ہمراہ لیجانا ان کو دوبھر ہو گیا تھا میدان میں ہی چھوڑ کر پیٹھ دکھانے پر مجبور ہو گئے۔ اور جس طرح بھی بن پڑا۔ "جان بچی لاکھوں پائے" کے مصداق بھاگ نکلے۔ اگرچہ میدان میں ہی ہزاروں کا صفایا ہو چکا تھا۔ اور ان کی لاشیں خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر کفر و طغیانی کی عبرت انگیز سزا کا نظارہ پیش کر

لہ اے مسلمانو تم کافروں کے مقابلے کیلئے جہاں تک تم سے ہو سکے۔ اپنا زور تیار رکھو۔ اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس سامان سے اللہ تعالیٰ کے دشمن پر تمہاری دھاک رہے گی۔ اور انکے سوا دوسروں پر دھاک رہیگی جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔ (یعنی وہ لوگ بھی مرعوب ہونگے جن سے ابھی تمہارا واسطہ نہیں پڑا۔ شاید آگے چل کر پڑ جائے)۔

Marfat.com

رہی تھیں لیکن تعاقب میں بھی بہت سے اپنی کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ اور گزشتہ دن تعاقب نہ کرنے کی حالت میں جو غلط خیال مسلمانوں کی ناقابلیت جنگ کا ان کے دلوں میں جم گیا تھا اور آج بڑے فخر و غرور کے ساتھ بہادر خالد رض کے مقابلے کو نکلے تھے۔ سارا غرور خاک میں مل گیا۔ اور بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کی ناقابلیت جنگ کا جو خیال ہم نے کیا تھا وہ غلط تھا۔

چونکہ باقیماندہ بچے کھچے آدمی جو اپنی جان کو لے کر بھاگ گئے تھے۔ وہ قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ اسلئے خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ابوبکر کو ایک سو مجاہدین کی معیت میں قلعہ کیطرف بھیجا جنہوں نے ایک خفیہ راستہ سے گزر کر قلعے کے پھاٹک کھول کر اسلامی لشکر کو قلعہ میں داخل کر لیا۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ باوجودیکہ یہ قلعہ بزور شمشیر فتح کیا گیا تھا۔ لیکن امان مانگنے پر امان دی گئی۔ اور مسلمانوں کے احسان و لطف کو دیکھ کر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اس سارے علاقہ میں بنی غسان آباد تھے۔ جو درحقیقت عربی النسل تھے۔ لیکن عیسائیوں نے لالچ دے دے کر ان کو عیسائی بنا لیا ہوا تھا۔

یہاں پر ایک اور واقعہ قابل ذکر معلوم ہوتا ہے۔ جو بہت سے مورخوں نے بیان کیا ہے اور وہ حسن ظنی کو بالائے طاق رکھ کر (جو ایک مورخ کو ہرگز واجب نہیں) قرائن سے بہت کچھ درست معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ بصریٰ کے حاکم کا نام روماس تھا۔ خالد رض کے پہنچنے سے چند دن پیشتر روماس پر خواب میں لطف آلہی سے حقیقت اسلام ظاہر ہو گئی۔ اور اس نے اپنی قوم کو سمجھا بجھا کر عارضی طور پر لڑائی کو روک دیا۔ اور اسی وجہ سے شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو دشمنوں کے نرغے میں آئے ہوئے تھے۔ نقصان سے محفوظ رہے۔ روماس نے جب جنگ سے کچھ گریز کیا۔ (کیونکہ وہ باطن میں مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن جان و مال کے خوف سے ظاہر نہیں کرتا تھا) تو عیسائیوں نے ایک اور شخص وبرجان نامی کو اپنا سپہ سالار منتخب کر کے لڑائی کی تیاری کر دی حسن اتفاق سے اسی دن خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

اگلے دن جب میدان قتال گرم ہونے والا تھا۔ تو روماس نے سب سے پہلے بڑھ کر امیر لشکر مجاہدین کو طلب کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ فوراً آگے بڑھے۔ اور حسب دستور اسلام اور جزیہ پیش کر کے بصورت انکار تلوار پر فیصلہ ڈال دیا۔ تو روماس نے اصل حقیقت ظاہر کر دی۔ اور اپنے اپنے متعلقین کے خطرہ جان و مال کو ظاہر کر دیا۔ اور کہا کہ مسلمان ہونے میں کوئی دیر نہیں ہے

Marfat.com

صرف مجھے یہی رکاوٹ ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تم پہلے مجھ پر ایک مصنوعی وار کرو۔ بعد ازاں میں تم پر وار کرونگا۔ تم میرے وار سے ڈر کر فرار ہو جانا۔ اس طرح سے عیسائیوں کو تمہارے مسلمان ہونے کا شک نہ پڑے گا۔ اور وقت پر ہم سے آملنا۔ چنانچہ روماس نے ایسا ہی کیا اور بھاگ گیا۔ روماس کے بھاگنے پر دیرجان نے بڑے جوش کیساتھ متواتر حملے کئے۔ لیکن آخر کار جب متواتر حملات کے بعد عیسائی افواج تھک کر چور ہوگئیں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یکبارگی حملے کا حکم دیکر عیسائیوں کو میدان جنگ سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اور بقیہ فوج کے قلعہ بند ہو جانے پر روماس ایک خفیہ راستہ سے رات کو لشکر اسلام میں معہ اپنے اہل و عیال کے شامل ہو گیا۔ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں سو سواروں کو لے کر اسی خفیہ راستہ سے لیجا کر ان کو قلعہ میں داخل کر دیا جنہوں نے داخل ہوتے ہی دربانوں کو واصل جہنم کر کے پھاٹک کھول دیئے۔ اور لشکر اسلامیہ کے داخل ہونے پر جیسے کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ اور انکے امان طلب کرنے پر سب کو امان دی گئی۔ یہی روماس بعد میں دیگر لڑائیوں میں جو اہل روم کیساتھ مسلمانوں کو لڑنا پڑیں مجاہدین کے دوش بدوش عیسائیوں سے لڑتا رہا۔ اور اسلام کی خدمت کرتا رہا۔ اس جنگ میں اکیسو تین مجاہدین جام شہادت نوش کر کے سیار جہاں ہوئے اور عیسائیوں کے تیرہ ہزار سے اوپر واصل جہنم ہو گئے۔ چونکہ اہل شہر کو امان دی گئی تھی۔ اس لئے سوائے ان جنگی آدمیوں کے جنہوں نے ہتھیار نہ ڈالے۔ کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ سوائے خزائن شاہی اور سامان حرب کے رعایا کے جان و مال پر کسی قسم کا کوئی تصرف نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اسلام کی اس مروت اور احسان کو دیکھ کر نفرت عیسائیت کے سب آگے پیچھے حلقہ بگوشان اسلام میں منسلک ہو گئے۔ اور مدتوں کے جدا شدہ عرب جو عیسائیت قبول کر بیٹھے تھے۔ پھر راہ راست پر آگئے۔ اور بصریٰ کی در و دیوار سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے دلکش موحدانہ ترانے بلند ہونے لگے۔ اس فتح کی خبر معہ خمس فوراً دربار مدینہ میں بھیجی گئی۔ جہاں سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے دعائے فتح و نصرت مانگی۔

جنگ دیر غوطہ

پیشتر ازیں لکھا جا چکا ہے۔ کہ ہرقل اعظم نے عربی افواج کی آمد کی خبروں کو سن کر خود حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اور تمام راستوں۔ ناکوں اور دروں پر جس جس طرف سے

Marfat.com

عربوں کے داخل شام ہونے کی امید کیجا سکتی تھی۔ یا ذرہ بھر شک پڑ سکتا ہے۔ ان تمام راستوں دروں اور ناکوں وغیرہ کو مزید استحکامات اور زیادتی افواج سے مستحکم کر کے اپنی طرف سے پوری روک تھام کے سامان مہیا کر دیئے تھے لیکن اس لق و دق بے آب و گیاہ چٹیل صحرائے سماوہ کی طرف سے کامل اطمینان تھا۔ کہ اس دشوار گزار بیابان کی راہ سے کسی لشکر کا گزر سکنا ناممکن ہے اسلئے ہرقل نے اس صحرا کو ایک قدرتی روک تصور کر کے اس طرف کسی قسم کی استحکامات کرنے سے غافل رہا۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خیالات ہرقل کے برخلاف اپنی ہمت مردانہ سے ہی لق و دق صحرا کو عبور کر کے ہرقل پر یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ جن امورات کو وہ ناممکن خیال کئے ہوئے ہے۔ مجاہدین اسلام کی ہمتوں اور نظروں میں وہ بالکل سہل اور ممکن العمل ہیں۔ ہرقل اعظم کو جب اس قدرتی روک کی طرف سے مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہوا۔ تو صدیوں کی پشتینی بالداز اور طا فتور سلطنت میں کس بات کی کمی تھی۔ فوراً کلوص نامی ایک نامور اور زبردست سپہ سالار کی سرکردگی میں ایک جرار لشکر کو خالد رضی اللہ عنہ کو روکنے کیلئے بھیجدیا۔ جو عزرائیل حاکم دمشق کو معہ اس کی ساری افواج کے بڑے فخر و غرور کیساتھ ہمراہ بلغار کرتا ہوا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی روک کیلئے چلا۔ تاکہ مسلمانوں کی یہ امدادی فوج اور نامور سپہ سالار بقیہ افواج سے نہ ملنے پائے لیکن پیشتر اس کے کہ کلوص لشکر جرار کیساتھ خالد رضی اللہ عنہ سے نبرد آزما ہو۔ خالد اپنی فوق العادت چستی چالاکی اور دلیری کیساتھ کئی ایک مضبوط قلعے اور شہر فتح کر کے عظمت اسلام کا ڈنکا بجاتا اور ہزاروں عیسائیوں کو گرویدۂ اسلام کر کے بڑھتا ہوا دیر عوطہ تک جا پہنچا۔ اور عیسائیوں کو اپنی دور کی سنی سنائی شہرہ آفاق بیباکی اور بے جگری آنکھوں دکھا کر ثابت کر دیا۔ کہ اب عساکر اسلامیہ کی سپہ سالاری ایک ایسے جانباز اور شیدائی اسلام کے ہاتھوں میں ہے۔ جو دشمن کو زیادہ انتظار کا موقعہ نہ دے سکتا ہوا مجاہدین پر یہ الزام گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ جنہوں دشمنوں کے مقابلے پر پڑے رہنے کے باوجود ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے۔ اس کی بیباک شجاعت و شہامت کے سامنے روم ایران یکساں ہیں۔ اور اس کی عدم النظیر جرأت۔ اور خداداد لاثانی عقل و ہمت جو ہمیشہ ہمیشہ انسانی عقلوں کے وہم و قیاس سے بالاتر ہی دکھائی دیتی رہی ہے۔ جنہوں کے کام کو دلوں دلوں کے گھنٹوں اور گھنٹوں کے کام چٹکیوں میں کر دکھاتے گی۔

رومی سپہ سالار کلوص کی جو راہ کی فوجوں کو ہمراہ لیتا ہوا معہ عزرائیل آ رہا تھا۔ دیر عوطہ میں جس کو آجکل دیر خالد کہتے ہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں لشکر ایک

دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہو گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے حسب دستور اسلام۔ جزیہ یا تلوار کے قبول مختصر الفاظ کی صادقانہ تبلیغ کی۔ لیکن کلوص اور عزرائیل نے جو بڑے ماہران جنگ اور دلیر سپہ سالار تھے۔ بڑی حقارت کیساتھ قبول اسلام یا جزیہ سے انکار کر کے پیغام جنگ دیدیا جو بسر و چشم قبول کر لیا گیا۔ وہ خیال کئے بیٹھے تھے کہ وحشی عرب جو تمام اقوام عالم میں جمیر تہذیب اور پایہ انسانیت سے خارج کئے جاتے ہیں محض اجڈ گنوار فنون جنگ سے محض نا آشنا ہونگے اور تہذیب و تمدن کی بو تک ان کو نہ پہنچی ہو گی۔ کل تک تو شتربانی اور گلہ بانی کرتے رہے ہیں۔ اور آج ہم سے خراج مانگتے ہیں۔ ان خیالات پر مغرور ہو کر انہوں نے یہ تجویز کی۔ کہ ان اجڈ اور گنواروں کے سردار خالد رضی اللہ عنہ کو جنگ مبارزانہ کے بہانے سے طلب کر کے قتل کر دیا جائے۔ بعد میں دوسروں کو منتشر کر کے بھگا دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ چنانچہ کلوص نے میدان میں نکل کر صرف خالد رضی اللہ عنہ کو ہی دعوت جنگ دی جو قبول کی گئی۔ اور عرب کا مشہور شہسوار۔ اسلام کا بے ریا سچا خدمتگذار۔ عساکر اسلامیہ متعینہ شام کا سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ عربی مرکب کو جولان دیتا ہوا اپنے مد مقابل کے بالمقابل جا کر ٹھہرا ہی تھا۔ کہ کلوص نے دفعتہً نیزے کا وار کر دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ کوئی نا دان یا ناتجربہ کار نہیں تھا۔ کہ وہ ایسا غافل ہوتا۔ چنانچہ انہی محیر العقول چالاکی سے کام لے کر تلوار کی ایک ہی ضرب سے نیزے کو کاٹ کر رکھدیا۔ اور کلوص کو متحیر کر دیا۔ ابھی وہ اپنے حواس بجا کرنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ ایسی پھرتی کیساتھ ٹھیک تاک کر گلے میں برچھی لگائی۔ کہ ترازو ہو کر رہ گئی۔ اور جب تک حریف کو مرکب پر سے اٹھا کر زمین پر نہ پٹخ دیا۔ گلے کا ہار بنی رہی۔ کلوص کے گرتے ہی خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً اتر کر اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے لشکر میں بھیجدیا۔

عزرائیل حاکم دمشق جو اپنی کل فوج کے ساتھ سپہ سالار کلوس کے ساتھ تھا۔ جملہ فوج کو تسلی اور حوصلہ دیتا ہوا بڑے غصے کی حالت میں خالد رضی اللہ عنہ پر جھپٹا۔ لیکن کلوص کی طرح اس کو بھی بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ جن کو ہم وحشی۔ اجڈ۔ گنوار۔ فنون حرب سے نااہل سمجھتے تھے۔ وہ بہت اور ماہر جنگ ہیں جن کے مقابلے میں ہماری ہستی طفل مکتب کی سی بھی نہیں۔ اور اگرچہ عزرائیل نے بہتیری کوشش کی کہ کسی طرح جان بچا کر چلا جائے۔ مگر زبردست حریف حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس لالچی سے کہ معقولے لوکہ میں تو کسی کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن کسی کو مجھے نہیں چھوڑتا ہو ہو ثابت کر دیا۔ اور جب تک بھاگتے ہوئے عزرائیل کا تعاقب کر کے اسکے

گھوڑے سے کی کونچیں کاٹ کر عزرائیل کو حوالہ عزرائیل علیہ السلام نہ کر لیا۔ نہ چھوڑا جو نہی کہ رومی افواج نے اپنے دونوں سپہ سالاروں کا یہ زبون انجام دیکھا۔ تو سراپا حیران و ششدر ہو گئیں اور ہاتھ پاؤں بھول گئے۔ اگرچہ دیگر سرداران نے فوج کو جوش دلا دلا کر لڑائی پر آمادہ کر لیا لیکن حملات خالدی کی برداشت کر سکنے کی مقدرت نہ دیکھ کر بالآخر فرار ہو گئیں۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور بیشمار مالِ غنیمت مفید سامان حرب مجاہدین کے ہاتھ پڑا۔ جس میں سے خمس نکالنے کے بعد باقی حسب دستور مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔ اور فتحنامہ معہ خمس دربار مدینہ میں بھیجا گیا۔

یہ فتح حاصل کرنے کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کا ارادہ دمشق کی طرف بڑھنے کا تھا لیکن بعد میں کسی مصلحت سے رک گیا۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح سے مل کر دیگر لشکر کا جائزہ لینا ضروری سمجھ کر یرموک کی طرف روانہ ہوا جب حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو خالدؓ کے قریب پہنچ جانے کی خبر ملی۔ تو بڑی خوشی سے جملہ سرداران فوج کے ہمراہ نہایت گرمجوشی کیساتھ آپ کا استقبال کیا۔ اور جونہی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکر اسلامیہ میں پہنچے جملہ مجاہدین کے حوصلوں اور غازیانہ جوش و خروش میں اس شیر ژیاں اور مشہور سپہ سالار کی دید کے باعث کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اب اسلامیہ فوج کی تعداد چالیس ہزار کے قریب قریب ہو گئی۔ اور اس تعداد میں ایک ہزار کی وہ فوج بھی شامل ہے۔ جو حضرت عکرمہ بن ابو جہل کی ماتحتی میں ابھی ابھی شام میں پہنچی تھی۔

فتح یرموک

دیر خوطہ کی فتح کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دمشق پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابھی آگے بڑھنے کی تجاویز ہی کر رہا تھا۔ کہ پے در پے یہ اطلاعات موصول ہونے لگیں۔ کہ یرموک میں جہاں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مقیم تھے۔ رومی افواج کا ایک عظیم الشان اجتماع ہو رہا ہے۔ اور کہ قیصر روم نے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اور اس نے اپنی ساری طاقت کو یرموک پر جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ان اطلاعات کے موصول ہونے پر اس کی غیور اور ہمدرد طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مدد نہ دی جائے۔ فوراً یلغار کرتا ہوا یرموک میں جا پہنچا۔ جہاں جنگ کا دور لگ جا چکا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کمال خوشی کے ساتھ آپکا استقبال

کیا۔ اور سپہ سالاری کے سارے فرائض خالد رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیئے۔ اور ساری فوج میں ایک تازہ ولولہ پیدا ہو گیا۔

شہنشاہ ہرقل جیسے جنگ موتہ کے واقعات کو ابھی نہ بھولا تھا۔ اور آتش انتقام اس کے سینے میں سلگ سلگ کر اس کو بے چین کر رہی تھی۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ نے عراق سے آتے ہی اپنی شہرہ آفاق شجاعت سے شام کے میدانوں کا نقشہ بدل کر اس کے مجمر سینہ کی سُلگتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ عراق اور عرب کی خالدی فتوحات اور کشور کشائی کو بھی وہ سن چکا تھا۔ اور اب شام میں نقشہ جنگ کو بدلتے دیکھ کر وہ اور بھڑک اٹھا۔ اور اپنی ساری طاقت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے کیلئے یرموک میں جمع کر دی۔ سارے یورپ کی مسیحی افواج امدادی طور پر اس کے پاس جمع ہو گئیں۔ روس۔ سسلی۔ شمالی افریقہ وغیرہ وغیرہ سے بیشمار باساز و سامان افواج جن کے ساتھ ہزاروں پادری صلیب ہاتھوں میں لئے ہوئے آگے آگے جوش دلانے اور جنگ پر اکسانے کیلئے ساتھ تھے۔ علاوہ ازیں دیگر بلاد مسیحیہ میں بھی پادریوں نے اپنی جوش بھری تقاریر سے ملک میں ایک عام ولولہ جہاد پیدا کر دیا۔ اور ہر ایک مسیحی کو مسیح علیہ السلام کے نام پر جان قربان کرنے کو تیار کر کے مسلمانوں کے خون کا پیاسا بنا دیا۔ نہیں معلوم اہل اسلام کے برخلاف کس قدر زہر اگلا گیا۔ اور کیا کیا باتیں بنائی گئیں۔ اور کہاں تک غلط بیانی سے کام لیا گیا۔ کہ بلا لحاظ پیر و جوان۔ خورد و کلاں۔ کیا مرد کیا عورت حشرات الارض کی طرح مسلمانوں کے مقابلے پر یرموک کی طرف اُمڈ نے چلے آرہے تھے۔ پادریوں کے علاوہ حکومت نے بھی کچھ کم کام نہیں کیا۔ خزائن شاہی کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور ہر ایک کو روپیہ۔ مال سامان وغیرہ وغیرہ سے کامل مدد دی گئی۔ اور نہ صرف قیصر روم نے ہی اپنے خزائن شاہی کو آتش انتقام سے متاثر ہو کر لٹا دیا۔ بلکہ دیگر مسیحی دول نے بھی اپنے خزائن کے صرف کرنے میں بخل سے کام نہ لیا۔ کروڑوں صلیبیں بنا بنا کر عیسائی مجاہدین کے گلوں میں ڈالی گئیں۔ اور چار لاکھ سے زیادہ کا ٹڈی دل مرنے مارنے پر تیار یرموک میں جمع ہو گیا جس میں دو لاکھ چالیس ہزار۔ خاص تربیت یافتہ قواعد دان شہنشاہی فوج تھی جس میں اسی ہزار پیادے اور باقی سوار تھے۔ اور باقی سارے ہی وہ متفرق عیسائی تھے۔ جو شوق جہاد میں مسیح علیہ السلام کے نام پر جان قربان کرنے کیلئے مختلف اطراف سے آ آ کر جمع ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ قیصر روم کی اور بیشمار لاکھوں فوج مختلف ناکوں۔ راستوں۔ سرحدی قلاع وغیرہ پر تعینات تھی۔ اور بیشمار

سرداران اسلام سے دیگر جگہوں پر برسر پیکار تھی۔ اور ابھی تھیلے راستوں یعنی اندرون ملک کیطرف سے مزید افواج یرموک میں بڑی سرعت کیساتھ آ آ کر اضافہ کر رہی تھیں اگر ایران اور دیگر اطراف سے جہاں فوج اسلامیہ برسر پیکار تھی مسلمان مزید امداد کو نہ روک دیتے تو معلوم اس ٹڈی دل کی تعداد کہاں تک جا پہنچتی۔ اس کے علاوہ شاہی خاندان کے اکثر شاہزادے بھی افواج کی تسلی اور حوصلے کیلئے طرح شریک تھے۔ نیز خود ہرقل اعظم قسطنطنیہ چھوڑ کر پاس ہی انطاکیہ میں آ بیٹھا تھا۔

یہ سارے کا سارا ٹڈی دل ایک بے نظیر نامی گرامی اور مشہور ارمنی سپہ سالار باہان کی ماتحتی میں تھا اسکے علاوہ کئی مشہور آفاق فاتح اور بہادر سردار باہان کی امداد اور اصلاح مشورہ کیلئے ساتھ تھے۔ باہان خود بھی ایک یکتائے روزگار سپہ سالار تھا۔ اور ایک ایسی شوریدہ پشت اور جنگجو ارمنی قوم سے تھا جس نے قیامت تک حکومت وقت کو چین سے نہ بیٹھنے دینے کی قسم کھائی ہوئی تھی)۔ اور کہ جو ہر نئے دن اپنی حکومت کو شوریدہ سری سے تنگ کرتے ہیں شہرہ آفاق تھے۔ یہ قوم تمام مسیحی اقوام میں بہادر، شجاع اور ملک وقوم کی محافظ سمجھی جاتی تھی اور ایسے ہی باہان کی جنگی لیاقت شجاعت اور حب قومی پر نہ صرف قیصر کو ہی۔ بلکہ جملہ مسیحوں کو پورا اعتماد تھا۔ اور جہاں وہ ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا وہاں ایک جانباز بہادر سپاہی بھی تھا۔

اور دیگر معرکوں کے علاوہ ایرانی جنگوں میں اپنی بینظیر لیاقت جنگی۔ شجاعت اور جانبازی کو دکھلا دکھلا کر نام پا چکا تھا۔ الغرض بڑے سازوسامان۔ جوش وخروش اور فخر وتکبر کیساتھ یہ سارے کا سارا ٹڈی دل حشرات الارض کی طرح میدان یرموک میں امڈ آیا اور قطعی طور پر اسلام کا استیصال کرنے کا تہیہ کر لیا۔ دوسری طرف مجاہدین کی تعداد کل چالیس ہزار تھی۔ جو باختلاف روایت چار لاکھ کفار کے مقابلہ میں بظاہر محض بے حقیقت تھے۔ لیکن چونکہ وہ کسی ذاتی غرض کے لئے شمشیر بکف نہیں ہوئے تھے۔ انکا واحد منشا اشاعت توحید تھی۔ اور اللہ کی اشاعت کی راہ سے جملہ رکاوٹوں کو دور کرنا مقصود تھا۔ اور جب یہ رکاوٹ دور ہو جاتی تھی تو فوراً تلوار کو نیام میں کر کے تیغ زبان سے کام لینا شروع کر دیتے تھے۔ اسلئے انکی یہ خالصاً للہ مجاہدانہ کوششیں ہمیشہ بارآور ثابت ہوتیں اور باوجود بیشمار کثرت دشمن کے خوف وہراس کو پاس تک نہ پھٹکنے دیتے تھے کیونکہ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز پران کا واثق یقین تھا۔ اور بارہا کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کی

صداقت کا عینی مشاہدہ کر چکے تھے اور اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ پر سچے دل سے ایمان رکھ کر اقوام عالم کو بتلا چکے تھے۔ کہ خالصاً للہ مجاہدین سے دنیا کی مجموعی طاقت کا بھی بازی لیجانا ناممکن الحصول ہے۔ کیونکہ انکا ایمان ان کا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقابلہ کفار سے بھاگنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور دشمن کی کثرت و شدت شان و شوکت۔ جاہ و دولت عزت و عظمت۔ رعب و صولت۔ مجاہدین کی قلیل سے قلیل جمعیت کو بھی مرعوب نہیں کر سکتی۔ اور یہ سب کچھ ان کی نگاہوں میں ہیچ بلکہ کمتر از ہیچ ہے۔ اور یہ مذہبی حرارت ہر وقت اور ہر زمانہ میں مسلمانوں کے قلوب میں قیامت تک موجود رہیگی۔ اور جب کبھی کوئی مقدس و متبرک شخص بہ تقلید صحابہ کرامؓ اس حرارت سے کام لیگا۔ تو قرون اولی کی طرح اپنے حیرت انگیز کارہائے نمایاں سے عالم و عالمیان کو ششدر و مبہوت بنا دیگا۔ پس ان حالات کی موجودگی میں دشمن کی ان گنت افواج ان کے مضبوط ترین قلوب پر کیا اثر ڈال سکتی تھیں خصوصاً جبکہ انکا بینظیر شجاع اور مخلص سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو دشمن کو شکست دینے اور کشور کشائی میں مہارت تامہ رکھنے کے باعث سیف اللہ کا معزز خطاب دربار نبوی سے حاصل کر چکا تھا بذات خود ان کی سپہ سالاری کر رہا تھا۔

اگرچہ دشمن اپنی پوری طاقت کیساتھ آمادہ جنگ تھا۔ اور مقابلہ پر مسلمانوں کی حریفانہ فوج بالکل حقیر دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن اس حقیر فوج کا بے نظیر سپہ سالار جو اپنی محیر العقول کارگذاریوں سے ایک عالم کو محو حیرت بنا چکا تھا۔ ایسا نہ تھا کہ اس کو حقیر سمجھا جا سکے۔ اور عراق سے آتے ہی دشت سماوہ میں سے گزر کر جس کو ہرقل ایک قدرتی روک تصور کئے بیٹھا تھا۔ عیسائیوں پر اس امر کو ثابت کر دیا تھا۔ کہ جو کام کفار کی نظروں میں ناممکن ہے۔ وہ پر جوش مخلص مجاہدین کے سامنے نہایت ہی سہل طور پر ممکن اور ان کے بائیں ہاتھ کا ایک ادنی کرشمہ ہے۔ نیز مٹھی بھر فوج کیساتھ ہزاروں کی تعداد میں عیسائی افواج کو شہرہ آفاق سپہ سالاروں کی ماتحتی میں باوجود تھکاوٹ و ماندگی کے شکست فاش دے کر اس قدر وسیع و عریض علاقے پر چند دنوں میں بزور شمشیر متصرف ہو کر اسکا ایسا اعلیٰ انتظام کر دیا۔ کہ ہماری مدتوں کی ماتحت رعایا اپنے نئے حاکموں کو ترجیح دینے پر مجبور ہو گئی۔ ایسے واقعات نہیں کہ چالیس ہزار کو چار یا چھ لاکھ کے مقابلے میں حقیر سمجھا جاتے۔ یہی وہ بہادر خالدؓ ہے جس نے گذشتہ چھ سات سال پہلے میدان موتہ میں چند سینکڑوں کی جمعیت سے لاکھوں شاہی افواج کے دھوئیں بکھیر دیئے

Marfat.com

تھے۔ لڑائی شروع ہونے سے پیشتر باوجود باہان سپہ سالارِ اعظم کو اپنی ذاتی بہادری۔ سامانِ حرب کی افراط۔ شہزادوں کی موجودگی شہنشاہ کی نزدیکی۔ مسیحوں کے تازہ دینی جوش وغیرہ وغیرہ پر اپنی فتح کا پورا یقین تھا۔ لیکن مندرجہ بالا خیالات و واقعات بھی کچھ ایسے نہیں تھے۔ کہ باہان بے چین نہ ہوتا چنانچہ اس نے سب سے پہلے یہی مناسب سمجھا کہ سفیر بھیج کر امیر خالد رضی اللہ عنہ کو بلایا جائے اگر کسی چال سے۔ فریب سے یا لالچ وغیرہ وغیرہ غرض جس کسی طرح سے بھی وہ بھرے میں آجائے لایا جائے۔ اول تو اس کو ہلاک کیا جائے۔ ورنہ صلح کی سلسلہ جنبانی کی جائے اور لالچ وغیرہ دے کر ممکن ہے۔ کہ یہ بلا سر سے ٹل جائے۔ دیگر سرداران فوج سے بھی اس نے مشورہ کیا۔ بالآخر اول اول یہی تجویز قرار پائی۔ کہ سپہ سالار اسلام کو بلایا جائے۔ اور اگر داؤں چل گیا تو بہتر ورنہ صلح کر لیجئے۔ اور اگر صلح بھی نہ ہوئی تو گفتگو کرنے میں جو وقفہ بھی لگے گا۔ اس عرصہ میں مزید کمکی افواج کے آجانے اور فراہمی سامان حرب کرنے سے ہماری طاقت میں مزید مقدبہ اضافہ ہو جائیگا۔ اس لئے جس قدر بھی دیر ہو سکتی ہو کر دینی چاہیئے۔ تاکہ ہماری طاقت میں دن بدن زیادتی ہوتی جائے چنانچہ اس تجویز کے منظور ہوتے ہی گفتگوئے مصالحت کی غرض سے امیر خالد رضی اللہ عنہ کے پاس سفیر بھیجا گیا جب سفیر لشکر اسلامیہ میں پہنچا۔ اور اس نے مسلمانوں کے اخلاق۔ عادات و اطوار اور طرز عبادت کو دیکھا۔ اور ساتھ ہی عیسائیوں کے اخلاق و عادات سے مقابلہ کیا۔ تو اس کو زمین و آسمان کا فرق نظر آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے کو کھول دیا۔ جس سے حقانیت اسلام اس پر ظاہر ہو گئی۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ یہ اخلاق و عادات۔ اوضاع و اطوار یہ ہمدردی سب کچھ تعلیم اسلام کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ فوراً دل ہی دل میں بصدق دل اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ کہہ کر مسلمان ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا۔ اپنے ادائے فرض منصبی کے بعد جب وہ باہان سپہ سالارِ اعظم افواج روم کے پاس پہنچا۔ اور قبولِ دعوتِ صلح کی خوشخبری سنا کر مسلمانوں کے عالم جوش۔ آپس کی ہمدردی۔ محبت۔ اخلاق و عادات۔ اوضاع و اطوار وغیرہ وغیرہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا۔ باہان کے گوش گذار کر کے کہنے لگا۔ کہ مجھے امید نہیں۔ کہ آپ ایسے شخصوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ کیونکہ حقیقی جوش کے مقابلہ میں عیسائیوں کا پیدا کردہ مصنوعی جوش بالکل بے سود ثابت ہوگا۔ اگرچہ سفیر کی اس گفتگو نے باہان کو اور بے چین

Marfat.com

کر دیا لیکن جب اسلام کے خلق و احسان اور مروت کا ذکر کیا۔ تو باہان کو بہت تسلی ہو گئی اور امید بندھ گئی کہ اگر وہ کسی چال میں کامیاب نہیں ہو گا تو صلح کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیگا یہ خیال کر کے باہان نے امیر خالد رضی اللہ عنہ کے استقبال۔ جائے ملاقات اور مرعوب کرنیکے لئے جملہ کوششوں کی تیاری شروع کر دی۔ اور اپنی طرف سے کوئی ایسا دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جس سے حضرت خالد رضی اللہ پر رعب نہ پڑ سکنے کا شبہ بھی گزر سکتا ہو۔

تقریر حضرت خالد رضی اللہ عنہ

باہان نے ایک نہایت عمدہ اور قیمتی خیمہ نصب کر دیا۔ اور ہو بہو ایک قسم کا شاہانہ دربار بنا دیا جگہ بہ جگہ نامدار افسران فوج وردی پہنے صامت و ساکت بڑے ادب کے ساتھ کھڑے تھے جملہ مشیر و صلاح کار اور شاہزادگان عالی تبار اپنے اپنے درجہ اور قدر کے مطابق لبیں موجود تھے۔ جائے ملاقات سے لے کر بہت دور تک دو رویہ فوج کو جو ہر طرح کے عمدہ عمدہ سلاح حرب سے مسلح تھی کھڑا کیا اور سامان حرب انبار در انبار نہایت قرینے اور ترتیب کے ساتھ ایک ایسی جگہ پر رکھوا دیا۔ کہ بلا تکلف خالد رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑ سکے۔ غرض اپنی طرف سے قیصر کی شان و شوکت رعب و حشمت۔ مال و دولت اور قدر و طاقت کے دکھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ معہ اپنے ہمراہی حضرت میسرہؓ کے عیسائیوں کی قیام گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ تو باہان لے معہ اپنے سرداران فوج بہت دور آگے جا کر نہایت کشادہ دلی اور عزت کے ساتھ استقبال کیا۔ لیکن ان سب کی حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی جب انہوں نے دونوں بہادران اسلام کو اس سادگی سے آتے دیکھا جس پر لاکھوں کروڑوں شان و شوکتیں خود بخود قربان ہوتی جا رہی تھیں اور اس قدر رعب اور شان ٹپک رہا تھا۔ کہ خود باہان حیران و ششدر رہ گیا۔ غرض استقبال کرنے کے بعد سرتاپا لوہے میں غرق دو رویہ افواج کی قطاروں میں سے گزرتے ہوئے خیمے تک پہنچے جس کی چمک دمک اور شان و شوکت بڑے بڑے دل گردہ رکھنے والے شہنشاہوں کو حیرت میں ڈال دیتی تھی۔ اور دیکھنے والے پر ایسا رعب چھا جاتا تھا۔ کہ ہو بہو سکتے کی حالت کا گمان ہو جاتا تھا لیکن دونوں بہادران اسلام پر جن کی نگاہوں میں فیض محمدیؐ نے دنیا کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ان کی اس شان و شوکت نے ذرہ بھر اثر نہ ڈالا۔ سرتاپا غرق آہن افواج پر نگاہ غلط انداز ڈالتے ہوئے بے پروائی کے ساتھ گزر گئے۔ اور جب خیمہ میں جا کر پہنچے۔ تو ابھی

شان استغنا موجود تھی۔ شان و شوکت دکھلا کر بہادر خالدؓ کو مرعوب کرنے کے لئے سارے حیلے دھرے دھرائے رہ گئے۔ بلکہ برخلاف اس کے آپ کی سیدھی سادی وضع اور سادے لباس کو دیکھ کر ان کے نور ایمان اور سیف الٰہی کے خوف سے جو ایک طرف لٹک رہی تھی۔ خود رومی مرعوب ہو گئے۔

الحاصل باہان نے دونوں شہسواران اسلام کو اپنے برابر بٹھا کر خیر و عافیت پوچھنے کے بعد سلسلہ کلام کو اس طرح شروع کیا۔ کہ آپ نے بلا وجہ شام پر چڑھائی کر کے جو ہمیں بے چین کر رکھا ہے۔ اس کی اصل غرض و غایت کیا ہے۔ آپ کو ہمارے شہنشاہ قیصر روم کی طاقت و عظمت کا کوئی علم نہیں ہے۔ کہ آپ نے مقابلہ کی ٹھان لی ہے۔ آپ سے پیشتر کئی اقوام عالم نے ہزاروں مرتبہ بیہودہ کوششیں کی ہیں۔ لیکن شہنشاہ کے اقبال کی بدولت رومی فوجوں کی بہادری اور جانبازی نے ان کی کوئی پیش نہ جانے دی۔ اور نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ ان کو اپنا سا منہ لے کر واپس جانا پڑا۔ یہ بے شمار انبار در انبار سامان حرب لاکھوں کی تعداد میں یہ جانباز افواج جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے قیصر کی طاقت و عظمت کا ایک ادنےٰ سا حصہ ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ رومی بہادروں نے ایرانیوں کو وہ ناک چنے چبوائے تھے۔ کہ قیامت تک یاد رہیں گے۔ پس آپ اگر اپنی خیریت چاہتے ہیں۔ تو چپکے سے جس راہ سے آئے ہیں۔ اس راہ سے واپس ہٹ جائیں۔ جس کے جواب میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا اور اللہ کے رسول اور اس کی آل پر درود بھیجنے کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت سے فرمایا۔ کہ اے سپہ سالاران افواج روم۔ اور شاہزادگان قیصر روم پیشتر اس کے کہ میں شام پر حملے کی اصل علت غائی بیان کروں۔ میں آپ کو یہ جتلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارا حملہ بلا وجہ نہیں ہے۔ بلکہ مجبوراً احفاظت خود اختیاری کے طور پر ہم نے صرف جنگ مدافعانہ اختیار کی ہے۔ اور کہ صرف آپ نے ہی محض عداوت اسلام کے باعث استیصال اسلام کے لئے ابتدائے ظہور اسلام سے لیکر آج تک اپنا ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا۔ اور جنگ کی ابتدا کی۔ اور میدان جدال و قتال میں دلیرانہ سامنے آنے کے محرک خود ہرقل اعظم اور اس کی رعایا ہے۔ اور ان کی تمام لڑائیوں کی تمام تر ذمہ واری آپ پر ہی عاید ہوتی ہے جس کو میں ابھی ابھی ثابت کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے نبی آخر الزمان کو مبعوث کیا۔ جس کی پیشینگوئی آپ کی انجیل مقدس میں موجود تھی چونکہ حملہ نصاریٰ نے اور یہودیوں کو یہ گمان تھا۔ کہ پیغمبر آخر الزمان بنی اسرائیل میں سے ہو گا۔

Marfat.com

لیکن امیدوں کے برخلاف اللہ تعالےٰ نے ان کو عرب میں مبعوث کیا۔ اور تم نے اس تمام عزت و توقیر کے چھن جانے کے باعث جو نبی اسرائیل میں نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے سے ہونے والی تھی۔ عربوں سے بالعموم اور مسلمانوں سے بالخصوص محض حسد کے باعث خاموشی اختیار کر لی اور تمام یہود و نصاریٰ نے ہی نے باوجود سخت وعید اور عذاب سنانے کے اللہ تعالےٰ کے فرمان وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ۔ کے برخلاف پیغمبر کی تکذیب کر کے عداوت اور استیصال اسلام کا رویہ اختیار کیا۔ اور جب تمہاری اور جملہ مشرکین کی سرکشی حد سے بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے بمجبوراً حفاظت خود اختیاری کے طور پر مخالفین سے جنگ کی اجازت دے دی۔ احزاب خیبر۔ ذات سلاسل۔ وادی القرے۔ تبوک۔ موتہ وغیرہ وغیرہ وہ کون سی لڑائی ہے جس میں نصاریٰ کی مفسدانہ سازشوں کا ہاتھ نظر نہیں آتا۔ جو وہ آئے دن اسلام کی ترقی میں حارج ہونے اور اس کے مٹانے کیلئے کرتے رہتے تھے۔ اور وہ تمام تر آپ کی یا آپ کے رؤسا کی ماتحت رعایا تھے جن کے امن و انتظام کے آپ خود ذمہ وار تھے۔ ایرانی معرکوں میں آپ نے کھلم کھلا ایرانیوں کے ساتھ مل کر اسلام کو زک پہنچانے کی سر توڑ کوشش کی جنگ فراض میں خاص شہنشاہی افواج ایک لاکھ کی تعداد میں مشغول پیکار تھیں۔ کیا ان سب امورات سے آپ کی عداوت اسلام ثابت نہیں ہو رہی۔ علاوہ ازیں جب دعوت اسلام کا پہلا خط خود شہنشاہ ہرقل اعظم کے پاس بھیجا گیا۔ تو ایک پادری کو جس پر حقانیت اسلام کھل گئی تھی۔ اسلام لانے پر خواہ مخواہ آپ نے بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ علاوہ ازیں ایک سپہ سالار کو جو صداقت اسلام کا قائل ہو کر خود بخود اسلام لا کر حلقہ بگوشان اسلام میں شامل ہو گیا۔ تو خود تمہارے شہنشاہ نے اپنے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں بلا کر اول قید اور بعد ازاں مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کو جن کا قتل کسی مذہب اور قانون میں جائز نہیں ہے۔ حاکم موتہ نے نہایت بے دردی کے ساتھ عداوت اسلام کے باعث قتل کیا۔ چونکہ اسلام کل مومن اخوۃ کی مضبوط سلک میں منسلک ہے۔ اگر ایک مشرق میں رہنے والے مسلمان کو تکلیف ہوگی۔ تو مغربی مسلمان بے چین ہو جائے گا۔ اس لئے ان بے دردانہ قتلوں مفسدانہ سازشوں۔ منصوبوں اور ایران کی لڑائیوں میں خواہ مخواہ آپ کی دخل دہی نے اس بات کو ہم پر واضح کر دیا۔ کہ عیسائی لوگ ہمیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ اور نہ ہی ہمیں اپنے فرض اولین اشاعت توحید کو اطمینان۔ سے بجا لانے دیں گے۔ اور وہ آئے دن کی سازشوں

سے اسلام کی چلتی گاڑی میں ہر جائز و ناجائز روڑا اٹکانے سے باز نہیں آتے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنی تمام رکاوٹوں کو بزور شمشیر اپنی راہ سے دور کریں۔ تاکہ اطمینان کے ساتھ اشاعت توحید کے کام میں مشغول ہو سکیں۔ تاکہ جو اقوام عالم برے عقائد۔ گندے اخلاق اور کفر و شرک وغیرہ کے باعث قعر ذلالت میں پڑی ہوئی ہیں۔ اسلام کی ماہیت ٹٹولنے کی طرف راغب ہوں۔ اور نور اسلام کی بدولت قعر ذلالت سے نکل کر شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو سکیں۔ اور انکی زندگیاں جو کفر و شرک کی گندگی کے باعث تباہ ہو رہی ہیں۔ عذاب الیم سے نجات پائیں۔ یہ مختصر وجوہات ہیں۔ جنہوں نے ملک شام میں شمشیر اسلامی کے جوہر دکھلانے پر مجبور کیا۔ جس کے محرک سرتاپا محض آپ ہی ہیں۔ علاوہ ازیں جنگ فراض کے بعد ہرقل کا قسطنطنیہ سے چل کر انطاکیہ میں آ بیٹھنا اور اجتماع افواج کا حکم دے دینا اور خود حملہ آور ہونے کے ارادے کو مضبوط کر کے بعد میں اسلامی افواج کی آمد کو دیکھ کر رک جانا میرے دلائل کو مزید مضبوط کرنے کے بین ثبوت ہیں۔

اب میں اصل علت غائی بیان کر دینے کے بعد یہ بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کثرت افواج سامان حرب۔ ذرائع امدادی اور عیسائیوں کی بہادری اور جانبازی کی جو تعلّی آپ نے ماری ہے۔ وہ ہم مجاہدین کی نگاہوں میں بالکل بے حقیقت ہے۔ چونکہ ہماری لڑائیاں محض اشاعت اسلام اور درمیانی راہ کی روکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ اور محض خالصًا للہ رضائے الٰہی کے لئے سرگرم قتال ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارا ایمان۔ ہمارا خدا اور ہمارا رسول ہمیں بھاگنے سے منع کرتا ہے۔ اور و لینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز پر ہمارا واثق یقین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن کی کثرت اور اپنی قلت اور بے سامانی ہماری نگاہوں میں کچھ وقعت نہیں رکھتی مسلمان بہادرانہ طور پر جان دینے کو فخر سمجھتے ہیں۔ اور وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ؀ کے مطابق ہم موت کو زیست ابدی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر محض اسی کی رضا جوئی کے لئے ہماری ثابت قدمی اٹل ہوگی۔ جیسے کہ آج سے پہلے کے واقعات پکار پکار کر منکرین کو سنا رہے ہیں کہ اسلام قبول کر لو یا جزیہ دو۔ ورنہ اسلامی تلوار تم کو ضرور اپنی کیفر کردار تک پہنچا دے گی۔ آپ سنیں اور غور سے سنیں۔ یاد رکھیں اور بخوبی یاد رکھیں۔ کہ ساری دنیا کا انبار در انبار سامان حرب لاتعداد جانباز افواج قاہرہ مضبوط سے مضبوط ترین قلاع۔ بڑے بڑے مدبرین کی بہترین ساری

دنیا کی جاہ وحشمت اور مجموعی طاقت بھی جس پر غرور کیا جاتا ہے۔ اس تلوار (تلوار پر ہاتھ رکھ کر) کے سامنے محض لاشے ہیں۔ چہ جائیکہ ایک بیچارے ہرقل کا سامان حرب۔ افواج اور مدبر سپہ سالار۔ ہمیں معلوم ہے۔ کہ آپ نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ لیکن یاد رکھو کہ رومیوں کے چھکے بکھیر دیئے جائیں گے جس وقت وہ ہمارے لازوال استقلال اور خالص اللہ جوش کا مقابلہ کریں گے۔ پس میں آپ کو بجائے اس کے کہ چپ چاپ کان دبا کر عرب کو واپس چلا جاؤں۔ ملک کو بزور متنبہ کرتا ہوں۔ کہ آپ یا تو اسلام قبول کریں ورنہ اطاعت اختیار کر کے جزیہ دیں۔ اگر نہیں تو تلوار خود فیصلہ کر دے گی۔ ہمارے یہی تین مختصر الفاظ اسلام۔ جزیہ اور تلوار ہیں۔ ان میں سے جو دل چاہے۔ اختیار کر لو۔ اس کے سوا کسی اور بات کا کہنا سننا فضول اور لاحاصل ہے۔ واعلموا انکم غیر معجزی اللہ و ان اللہ مخزی الکٰفرین۔ فرمان ایزدی کو تہ دل سے یاد رکھ کر اسلام۔ جزیہ یا تلوار میں سے جس کو چاہو کوئی ایک اختیار کر لو ۔

جواب باہان

باہان معہ اپنے سرداران اور شہزادگان کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس جوش بھری تقریر کو بغور سن رہا تھا۔ اور آپ کے اس بے نظیر استقلال کو دیکھ کر سب دل ہی دل میں کانپ رہے تھے۔ انکو یقین ہو گیا تھا۔ کہ ایسے شیر دل مستقل مزاج سپہ سالار پر کسی قسم کا داؤ چلنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ اپنی تقریر ختم کر چکے۔ تو باہان نے سلسلہ تقریر شروع کیا لیکن چونکہ شیر دل خالدؓ کی تقریر کا جواب باہان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس لئے ادھر ادھر کی آئیں بائیں شائیں کر کے ٹالنا ہی چاہتا تھا۔ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کھری اور کوری کراری سنا کر باہان کو ذرا تیز تر کر دیا چنانچہ جب باہان نے خدا کی تعریف کے بعد اپنے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے ہرقل اعظم کی بے جا تعریف ان الزامات کے جواب میں جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہرقل پر عاید کئے تھے۔ شروع کی۔ اور عیسائیوں کو باقی اقوام پر برتری دی۔ تو بہادر خالد رضی اللہ عنہ باہان کی طرح مرعوب ہو کر کس طرح خاموش بیٹھ سکتا تھا۔ فوراً باہان کو روک کر کہا۔ کہ اس خداوند قدوس کو ہی ہر قسم کی حمد و ثنا واجب ہے۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس امر کی توفیق دی کہ ہم نبی آخر الزمان اور مسیح علیہ السلام دونوں پر ایمان لاتے۔ اور قرآن شریف اور انجیل مقدس دونوں کو الہامی کتاب منجانب اللہ ہونے کا اقرار کرنے کی توفیق بخشی۔

Marfat.com

اور ساتھ ہی اس کے ہمیں یہ سعادت بھی عطا کی کہ جملہ بنی آدم کو ہم نیکی کی ہدایت کرتے ہیں۔ گناہوں سے بچتے اور دوسروں کو بچاتے ہیں۔ اور اس کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور نصاریٰ کی طرح تثلیث کے قایل نہیں۔ بلکہ اس کو واحد لاشریک پاک بے عیب اور منزہ جان کر اس کی عبادت کرتے اور کفر و شرک سے بچتے ہیں۔ اور قیصر کی نسبت جو تم نے کہا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے۔ تمہارا بادشاہ ایسا ہو تو ہو۔ لیکن جس شخص کو ہم نے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ اگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی بادشاہی کا خیال کرے تو ہم اس کو فوراً معزول کر دیں۔

کچھ تو پہلی سچی جوشیلی تقریر کے باعث اور کچھ اب بادشاہ کے حق میں کلمات ناواجب سننے اور دوران تقریر میں رکاوٹ ڈالدینے وغیرہ وغیرہ کیوجہ باہان کو غصہ آگیا چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور جب کچھ جواب بن نہ آیا۔ تو نہایت خفگی کے لہجے میں یوں بولا۔ کہ اے خالد (رضی اللہ عنہ) تم ہمارے ہمسائے ہو۔ پیشتر ازیں ہمارے تمہارے تعلقات دوستانہ تھے۔ ہمارے ملک میں تم ہمیشہ بغرض تجارت آیا جایا کرتے تھے۔ کوئی کسی قسم کی رکاوٹ تم سے نہیں کی جاتی تھی۔ تم محض اجڈ گنوار اور جاہل مطلق تھے۔ تہذیب انسانی سے تم کو کوئی سروکار نہ تھا۔ شتربانی اور گلہ بانی۔ تمہارا پیشہ تھا۔ علم اور انسانیت کی تم میں بو تک نہیں تھی۔ دنیا کی تمام اقوام تم کو بوجہ تمہاری جہالت اور بے حمیت کے درجہ انسانیت سے خارج کر چکی تھیں اور تم خود ابھی تک وہی وحشی جاہل اور صفات انسانی سے کوسوں دور ہو۔ حیرانی ہے کہ باوجود تم ایسی اوصاف شنیعہ رکھنے کے ہدایت عالم کا بیڑہ اٹھاتے ہو۔ اور مدتوں کی تہذیب وارث علم اور اقوام عالم میں سے بہترین قوم نصاریٰ اور شہنشاہ یونان کو کفر و شرک میں مبتلا اور دیگر انسانوں کے اخلاق کو بگاڑنے والے بتاتے ہو۔ اور صرف اسی پر بس نہیں۔ بلکہ بصورت انکار اسلام تلوار کی دھمکی دیتے ہو اطاعت اسلام اور جزیہ پر مجبور کرتے ہو۔ لیکن یاد رکھو۔ عیسائیوں سے مقابلہ ہے۔ ہمیں ایرانی اور عرب ہی نہ سمجھ لینا۔ گنوار عرب فنون حرب کو کیا جانیں اور ایرانی جو شب و روز عیاشی میں مبتلا رہتے ہیں۔ میدان جنگ میں قایم نہیں رہ سکتے۔ عربوں اور ایرانیوں کو ہی تم مرعوب کر چکے ہو۔ یہ عیسائی دنیا ہے جو مسیح کے نام پر کٹ مریں گے۔ لیکن پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ لاکھوں کا اجتماع ہے۔ ان گنت متواتر چلی آرہی ہیں۔ میں پہلے نصیحت کر چکا ہوں۔ اور اب پھر کرتا ہوں۔ کہ خواہ مخواہ کی لن ترانیوں میں کوئی فایدہ نہیں نکلے گا۔ اس لئے خاموشی کے ساتھ اپنی عزت لے کر واپس چلے جاؤ۔ اور اگر کسی قسم کی مالی امداد کی ضرورت ہے۔ تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ چونکہ پیشتر ازیں عربوں کی کوئی

باقاعدہ سلطنت نہیں تھی۔ اب باقاعدہ سلطنت منفرد ہو جانے پر ہمیں بکمال خوشی ہوئی ہے۔ اور میں اپنی اس جدید ہمسایہ عربی سلطنت کو شہنشاہ کی طرف سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ خدا تعالےٰ ترقی اور اقبال دے۔ میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ کہ اگر امداد کی ضرورت ہے۔ تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ چونکہ جدید سلطنت کے انتظام شروع شروع میں روپے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس لئے خلیفے کو بیس ہزار سپہ سالاران کو پانچ پانچ ہزار اور ایک سو سرداران لشکر میں سے ہر ایک کو ہزار ہزار اور ہر سپاہی کو سو سو دینار ہمسایہ ہونے کی وجہ سے بطور امداد دیتے ہیں۔ جس کی مجموعی مقدار ایک کروڑ پینسٹھ لاکھ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جسقدر شام کا علاقہ تم فتح کر چکے ہو۔ اس کا بڑی خوشی سے آپ اپنی سلطنت میں الحاق کر سکتے ہیں۔ لیکن آئندہ کے لئے آپ کو یہ شرط تحریر کر دینی پڑے گی۔ کہ رومی علاقہ میں کوئی دخل نہیں دیا جاوے گا۔ امید ہے کہ آپ صلح کر لیں گے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ آپ پچھتائیں گے۔ ایک ایک عربی کے لئے بیس بیس شیر دل عیسائی موجود ہیں۔ جو آناً فاناً تمہیں عدم آباد کی راہ دکھائیں گے۔ اور مدینے کا رستہ تم کو بھول جائے گا۔

جواب حضرت خالد رضی اللہ عنہ

باہان کو خالد رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر سننے سے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ مسلمان ہماری گیدڑ بھبکیوں میں آنے والے معلوم نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی ان پر کوئی داؤ کارگر ہو سکتا ہے۔ اس لئے آخری صورت لالچ دینے کی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی سمجھ کے مطابق عیسائیوں کی طاقت سے مرعوب کرتے ہوئے لالچ بھی دیا۔ اور منافقانہ انداز میں لالچ دیتے ہوئے عربوں کی سلطنت کو خوش آمدید بھی کہا۔ چنانچہ جب وہ اپنی مفت کی تعلیوں اور بے جا لن ترانیوں کے بعد روپے اور ملک کا لالچ بھی دے چکا۔ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا۔ کہ ہماری تجارت میں رکاوٹ نہ کرنا۔ اور ہمارا تمہارے ملک میں آزادانہ آنا جانا سراسر آپ کے حق میں ہی فائدہ مند تھا۔ اور اسی واسطے آپ نے کبھی کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالی تھی۔ اور تمہاری اس پوشیدہ غرض نے جس کے باعث ہماری آمد و رفت میں رکاوٹ سے پرہیز کی۔ ہزار ہا عربوں کو دامن عیسائیت میں لے لیا۔ اور یہی وہ لالچ ہے۔ جس نے جاہل عربوں کو عیسائیت کے قبول کرنے کی ترغیب کی اور جس کی بدولت آخر کار سارا شمالی عرب آپ کے زیر نگین آگیا۔ اور

Marfat.com

اسی لالچ کا صدقہ آج میں دیکھ رہا ہوں کہ ساٹھ ہزار عرب بھائی بند ہمارے خون کے پیاسے آپ کے دوش بدوش ہمارے ساتھ لڑنے پر مستعد ہیں۔ دوسرے یہ بات کہ ہم مدتوں کی شتربانی اور گلہ بانی کے بعد آج جہانبانی کا دعوے کر رہے ہیں۔ اور تہذیب سے کوسوں دور علم و اخلاق سے نفور ہونے کے باعث آج ہدایت عالم کا بیڑہ اٹھا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہمیں اقوام عالم نے درجہ انسانیت سے خارج کر کے ہمارا نام وحشی درندوں کی فہرست میں اول نمبر پر لکھ دیا ہوا تھا جملہ افعال شنیعہ جو ایک عقلمند انسان کی نظروں میں قابل اعتراض ہو سکتے ہیں۔ وہ ہماری نظروں میں اچھے اور ہمیں محبوب تھے۔ شراب نوشی جوا۔ راہزنی۔ سفاکی۔ بے رحمی۔ دختر کشی اور زنا وغیرہ وغیرہ جملہ افعال ذمیمہ سے ہم کو محبت تھی۔ اور جو کچھ ہماری بری اور ابتر حالت کی نسبت آپ نے فرمایا ہے۔ ہماری حالت اس سے بھی بدترین تھی۔ جملہ صفات انسانی سے ہم کوسوں دور تھے۔ علم و اخلاق کی بو تک سے بھی ہم آشنا نہیں تھے۔ اتفاق و ہمدردی مفقود تھی۔ افلاس کی گھنگھور گھٹائیں ہم پر چھائی ہوئی تھیں۔ ہماری بات بات سے جہالت اور وحشت ٹپکتی تھی الغرض وحشت و جہالت میں درندوں سے بدتر اوصاف ذمیمہ کے عادی اور اوصاف حسنہ سے بے خبر تھے۔ شتربانی اور گلہ بانی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہی ہماری کائنات تھی۔ گھر گھر کی خدائی جدا جدا تھی۔ ایک دو نہیں بلکہ تین سو ساٹھ بت پوجے جارہے تھے۔ جن کو ہم اپنے ہاتھوں سے تراشتے تھے۔ خود اٹھا کر رکھتے تھے۔ حالانکہ ہمیں معلوم تھا۔ کہ وہ خود بخود ایک جگہ سے ہل کر دوسری جگہ نہیں جا سکتے۔ اچھی۔ بری۔ صاف گندی جیسی جگہ جس طرح بھی ڈال دو۔ اسی طرح پڑے رہتے تھے۔ اور حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ پھر ان کو اپنا حاجت روا اور خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر ہماری جہالت و نادانی کی اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہم میں کوئی صفت ایسی نہیں تھی۔ جس کو اچھا کہہ سکیں۔ لیکن اللہ تعالٰے کی دین نرالی ہے۔ بھگوان جب دینے پر آتے ہیں۔ تو چھپر پھاڑ کر دیتے ہیں۔ جب ہمارا فسق و فجور ہماری عادات۔ ہمارے اخلاق۔ ہماری خصلتیں۔ ہمارے اوضاع و اطوار۔ ہماری سرکشی ہماری گنہگاری حد سے بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالٰے نے اپنا فضل و کرم کیا۔ اور آپ کی تمناؤں کے برخلاف وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ کے مطابق اس نے نہایت مہربانی سے اپنی قدرت کو آشکارا کرنے کے لئے ہماری عربی قوم

Marfat.com

کو انتخاب کر لیا۔ اور اپنے اس محبوب ترین بندے کو جس کی خاطر یہ ساری کائنات پیدا کی ہماری ہی جاہل۔ اجڈ اور گنوار قوم میں پیدا کیا۔ تاکہ اقوام عالم پر اللہ تعالٰے کی قادریت ظاہر ہو جائے۔ کہ وہ کس طرح انا فانا ایسی جاہل اور سرکش قوم کو جس کو دائرہ انسانیت سے ہی خارج کر دیا گیا ہو۔ معراج ترقی پر پہنچا کر ہادی عالم بنا سکتا ہے۔ اور ان کے اوصاف حیوانیہ کو اوصاف ملکیہ سے تبدیل کر سکتا ہے۔ اور وہ ناسخ ادیان و ملل سابقہ جس نے بڑے ہو کر ایک کامل و اکمل تعلیم عالم کے سامنے پیش کرنی ہے۔ ایسی ہی وحشی قوم میں پیدا ہو۔ ان ہی میں پرورش پائے۔ اور بڑا ہو کر وہ کایا پلٹ اعلٰے ترین تعلیم پیش کرے جو منتہائے تہذیب انسانی ہے۔ تاکہ منکرین کو اس تعلیم اور اس کے پیش کرنے والے پر کوئی کسی قسم کا اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اللہ تعالٰی کے اس مقدس و بزرگ تر بندے نے جن کا نام نامی و اسم گرامی حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ اور جو کہ خاتم النبیین کے ساتھ ہی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ کے مطابق کائنات کے لئے رحمت ہو کر آئے ہمیں اس مقدس تعلیم کی دعوت دی۔ اور فرمایا۔ کہ کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ چنانچہ ہم نے تائید یزدانی سے اس تعلیم کو قبول کیا جس نے لمحوں میں ہماری کایا کو پلٹ دیا۔ اسی مقدس تعلیم نے آناً فاناً ہماری حالت اور عادت میں ایک حیرت انگیز انقلاب کر کے شتربانی اور گلہ بانی سے جہانبانی کا طریقہ سکھا دیا۔ اور اسی مقدس تعلیم نے ہمیں رہبر عالم بننے کی توفیق دی۔ اور ہماری قوم جو بنی نوع انسان کی فہرست سے خارج ہو کر وحشیوں اور درندوں کی فہرست میں اول نمبر پر درج ہو چکی تھی۔ اسی پاک تعلیم کی بدولت فہرست تہذیب و تمدن انسانی میں سب سے اول نمبر پر آ گئی۔ اس مقدس تعلیم کا مختصر نام اسلام ہے۔ جس کے قوانین کے مجموعے کو قرآن مجید کہا جاتا ہے۔ اور جس کو اللہ تعالٰے نے اپنے مقدس و بزرگ ترین بندے ہمارے آقائے نامدار فداہ امی و ابی حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اور کہ جس کی نسبت پیشین گوئیاں انجیل اور تورات و زبور میں درج ہیں۔ جن کو آپ بخوبی جانتے ہیں۔ قرآن مجید زبور۔ تورات اور انجیل مقدس کو بھی منجانب اللہ کتابیں بیان کرتا ہے۔ لیکن بمنشائے فرمان الٰہی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ چونکہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے ساری دنیا کے انسانوں کو آپ کی تصدیق لازم اور قرآن مجید کے احکام پر جو آپ پر نازل ہوا عمل کرنا فرض ہے۔ ورنہ مستوجب عذاب

Marfat.com

آتی ہوگا۔ اس مقدس نبیؐ کی پاک تعلیم نے اپنے تراشے ہوئے بے حس و حرکت تین سو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ کر ہماری پیشانیوں کو صرف ایک خدائے لایزال۔ قادرِ مطلق کے آستانِ عالی پر جھکا دیا۔ جو رحمان و رحیم۔ غافر الذنوب۔ ستار العیوب۔ علام الغیوب اور خالق کائنات ہے۔ اس صانع یکتا۔ خالق و مالک ارض و سما کی توحید کو جو ہمیں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کے الفاظ میں سکھائی گئی ہے۔ اقوام عالم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ ذات بے نیاز ہر عیب سے پاک و منزہ لاشریک و بے ہمتا ہے۔ اس نے ہمیں نہ صرف ہماری ہدایت کیلئے بلکہ سارے عالم کی ہدایت کیلئے اپنے محبوب ترین بندے مقدس رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقدس ترین کتاب قرآن مجید دے کر بھیجا جس کے آنے سے پیشتر ہم گمراہی و ضلالت کے عمیق اور تاریک ترین غاروں میں گرے ہوئے تھے اس مقدس رسول کی مشعل ہدایت سے جس کی پیشین گوئی مقدس انجیل میں بھی درج ہے۔ اور آپ لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ ہم قعر ضلالت سے نکل کر شاہراہ ہدایت پر آگئے۔ اور اسی خالق ارض و سما نے اپنے رسول کی معرفت ہمیں ہدایت عالم پر مامور کر دیا ہے۔ جس کی تعمیل میں ہم اسلام آپ پر پیش کرتے ہیں۔ اور چونکہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے مطابق اختیار اسلام میں جبر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہم اگر آپ اسلام قبول نہ کریں۔ تو آپ کو اپنی اطاعت پر مجبور کریں گے۔ تاکہ تبلیغ اسلام میں آپ لوگ کسی طرح کی رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ اور مبلغان اسلام بلا روک ٹوک خلق خدا کو راہ راست پر آنے کی ہدایت کر سکیں جن کے خیالات اور تعلیم کو سن کر لوگ اپنے عقائد فاسدہ سے مقابلہ کر کے حق و باطل کی تمیز کر سکیں۔ لیکن اگر آپ یہ بھی تسلیم نہ کریں گے۔ اور ہماری تبلیغ اسلام میں روڑے اٹکائیں گے۔ تو پھر ہم بزور شمشیران تمام رکاوٹوں کو دور کر دیں گے جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ہمیں فتح و نصرت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر آپ اسلام قبول کر لیں گے تو كُلُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَةٌ کے مطابق ہمارے تمہارے درمیان مساوات کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اور جملہ حقوق برابر برابر ہوں گے۔ اطاعت کی صورت میں آپ سے صرف جزیہ لیا جائے گا جس کے عوض میں ہم آپ کا جان و مال۔ مذہبی آزادی۔ صنعت و حرفت وغیرہ کی تہ دل سے حفاظت کریں گے۔ اور جنگی خدمات سے مستثنےٰ کر دیا جائے گا۔ ورنہ تلوار خود فیصلہ کر دے گی۔

باقی رہا آپ کا یہ فرمان کہ ایک کروڑ پینسٹھ لاکھ کی رقم اور مفتوحہ علاقے لے کر آئندہ کے لئے حدود روم میں دخل نہ دینے کا اقرار نامہ لکھ دیں۔ اس کی نسبت میں یہی کہوں گا۔ کہ آپ یہ لالچ کسی دنیا پرست قوم کو دے سکتے ہیں۔ اور دنیا پرست قوم ہی آپ کے اس بھرے میں آسکتی ہے۔ یہ آپ کا اسی قسم کا ایک لالچ ہے جس کی قلعی میں اپنی ابتدائی تقریر میں کھول چکا ہوں آپ یاد رکھیں اور بخوبی یاد رکھیں۔ اور میرے ان الفاظ کو لوح دل پر نقش کر لیں۔ کہ مسلمان کسی دنیاوی غرض کے لئے شمشیر بکف نہیں ہوتے ہیں۔ ان کا واحد مقصد اشاعت توحید الٰہی ہے من رجل یرید الجہاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی من عرض الدنیا لا اجر لہ کے مطابق جو شخص اغراض دنیاوی کے لئے شمشیر بکف ہو۔ اسلام اس کو نعمائے الٰہی اور ثواب جہاد سے محروم رکھ کر اس کے حق میں مفسد کا فتوےٰ صادر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان اللہ لا یحب المفسدین فرماتا ہوا ایسے شخصوں سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ پس اگر آپ خزائن روم ہی نہیں۔ بلکہ خزائن عالم اور ربع مسکون کی بادشاہت بھی دے دیں گے۔ سچا مسلمان ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ اور اپنی اشاعت توحید کے فرض سے باز نہیں آئے گا۔ دنیا و مافیہا کی ساری دولتوں نعمتوں اور عزتوں پر لات مار کر اسلام ہی پیش کرے گا۔ ہمارے دلوں میں ماسوائے محبت اسلام کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں اور یہ استغنا محض اسی مقدس نبیؐ کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ جو اللہ کا دین لے کر دنیا میں آیا۔ اور ہمیں مشعل ہدایت دکھا کر نہ صرف راہ راست پر ہی لگا گیا۔ بلکہ جہانبانی کا طریقہ سکھلانے کے علاوہ ہدایت عالم پر بھی مامور کر گیا۔ خدا کے حکم کے مقابلے میں ہم کسی کی طاقت سے مرعوب نہیں ہو سکتے اور نور ایمان کا صدقہ کسی لالچ میں پھنس کر اشاعت توحید سے باز نہیں رہ سکتے۔ پس آپ اپنی اس دولت اور ملک کو اپنے پاس رکھیئے۔ ہمیں ان میں سے کسی ایک کی بھی خواہش نہیں ہے۔ ملک اللہ تعالےٰ کا ہے جس کو وہ چاہے عطا کر دے۔ اور جس سے چاہے چھین لے۔ ہمیں اس سے نہ کوئی غرض ہے اور نہ واسطہ۔ ہمارا مدعا صرف اسلام جزیہ اور تلوار میں مرکوز ہے۔ سب سے بہتر یہی ہے کہ اسلام قبول کر کے نجات اخروی حاصل کریں۔ یا اطاعت اختیار کر کے جزیہ ادا کریں۔ ورنہ تلوار موجود ہی ہے۔ حتیٰ یحکم اللہ بیننا وھو خیر الحاکمین۔ ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالےٰ فیصلہ کر دے گا کیونکہ وہ عالم الغیوب کاشف الصدور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

Marfat.com

جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے اقرار اطاعت اور ادائے جزیہ کے الفاظ نکلے۔ تو باہان نے اپنے مشیروں اور سرداروں کی طرف نظر کرتے کہا کہ یہ مرجائیں گے۔ مگر جزیہ نہ دیں گے۔ اور نہ اطاعت کرینگے۔ ہم دوسروں کو مطیع کرتے اور ان سے جزیہ لیتے ہیں۔ مشیروں اور سرداروں نے بھی ان الفاظ کو بزور دہرایا۔ لیکن امیر خالد رضی اللہ عنہ پر انکا یہ جوش و خروش کیا اثر ڈال سکتا تھا۔ آپ برابر استقلال کے ساتھ حق تبلیغ ادا کرتے رہے اور بعد ازاں باہان کے یہ کہنے پر کہ آپ کا مدعا شہنشاہ تک پہنچا دیا جائیگا۔ اور ان کا حکم آتے ہی آپ کو نتیجے سے مطلع کر دیا جائیگا۔ اسی شان استغنا کے ساتھ اٹھ کر چلے آئے۔ آپ کی تقریروں کو سننے کے بعد باہان اور اس کے امرا کو ہر طرح سے قطعی مایوسی ہوگئی۔ اور انکو یقین ہو گیا۔ کہ جس قوم کو ہم دائرہ انسانیت سے خارج سمجھتے تھے۔ وہ تہذیب و تمدن انسانی میں معراج کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور فی الحقیقت ہم ان کے سامنے طفل مکتب کی سی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ ایسی مستقل مزاج قوم سے جو اپنے ارادے پر پہاڑ کی سی مضبوطی سے بڑھ کر قایم ہے۔ عہدہ برآ ہونا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ کثرت افواج ان کی نظروں میں محض ہیچ اور ہر قسم کے لالچ سے قطعی مستغنی ہیں۔ ان کی پیش کردہ مختصر شرائط نا قابل قبول ہیں۔ اور مجبوراً تلوار کو اختیار کرنا پڑے گا۔ بہت سا بھی سوچ بچار اور صلاح مشورے کے بعد باہان نے شہنشاہ ہرقل کی خدمت میں نتیجہ ملاقات سے اطلاع دی:۔

خط باہان بنام شہنشاہ ہرقل

باہان شہنشاہ کی طرف سے سیاہ و سفید کا مختار تھا۔ لیکن اس نے خواہ مخواہ ملاقات کا کوئی یکسو اور بہتر فیصلہ نہ ہو سکنے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تینوں مختصر شرائط اسلام یا جزیہ یا تلوار میں سے کسی ایک کے تسلیم کرنے کو شہنشاہ کی مرضی پر منحصر رکھا جس سے اس کی دلی منشا جنگ کو تعویق میں ڈالنے کی تھی۔ تاکہ شہنشاہ کو خط لکھ کر مزید کمک طلب کر سکے۔ نیز اس کو مسلمانوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکنے کا یقین کامل ہو گیا تھا۔ اور باوجود بیں قدر ساز و سامان اور کثرت فوج کے اس کے دل میں شکست کا سخت خدشہ لگ رہا تھا اور یہ خدشہ اسی وقت سے لاحق ہو گیا تھا۔ جبکہ اس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دل پر انتہائی رعب و داب دکھانے کے بعد بھی مطلق اثر نہ دیکھ کر ان کو خوف و ہراس حیرانی سے بالکل

Marfat.com

مستغنی دیکھا۔ اور آپ کی دلیرانہ تقاریر کو سن کر انکا یہ خدشہ اور بھی قوی ہو گیا۔ اور وہ دل ہی دل میں مرعوب ہو چکا تھا۔ لیکن بوجہ اپنی تجربہ کاری کے اپنے اس خوف وہراس اور خدشے کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ ممکن تھا۔ کہ وہ مقابلے سے جی چرا تا۔ یا بھاگ جاتا۔ لیکن اس حالت میں اپنی عزت و وقار کو جو ملک و قوم میں اس کو حاصل تھی۔ سخت دھچکا لگنے کا احتمال بھی تھا اس لئے "قہر درویش بر جان درویش" کے مصداق مجبوراً میدان جنگ میں قائم رہنا پڑا۔ اور اسی طرح اسلام قبول کرنا یا اطاعت اختیار کر کے ادائے جزیہ کا اقرار کرنا بھی اس کو دشوار نظر آرہا تھا۔ البتہ اگر مآل اندیشی کا مالک ہوتا۔ تو خود اسلام اختیار کر کے لشکر اسلام میں رل سکتا تھا۔ لیکن دنیاوی جاہ وحشمت اور دولت وعزت کے غرور نے اس کو خود بھی مشرف باسلام نہ ہونے دیا۔ اور بالآخر اس کا وہی حال ہوا۔ جو ناسپاس بندوں کا عموماً ہوا کرتا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے واپس تشریف لے آنے کے بعد اس نے شہنشاہ کو نتیجہ ملاقات سے اطلاع دی۔ اور لکھا کہ کسی قسم کے فریب یا داؤ کا چلنا مسلمانوں پر ناممکن امر ہے۔ ان کو ملک و دولت کا لالچ بھی دیا گیا۔ لیکن وہ کچھ اس قدر مستغنی ہیں۔ کہ گویا دنیا ومافیہا کے وہی مالک ہیں۔ اور ہر چیز ان ہی کے قبضہ تصرف میں ہے۔ وہ کہتے ہیں اور دلیرانہ کہتے ہیں۔ کہ ؎

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

ان کو اپنے مذہبی احکام پر یقین کامل ہے۔ اور نہایت سختی سے ان کے پابند ہیں۔ اپنی انتہائی طاقت صرف کر کے ان کو مرعوب کرنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ لیکن انہوں نے ساری شان وشوکت اور طاقت وعظمت کو محض لاشے اور ہیچ سمجھ کر نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ طاقت کی دھمکی دی گئی۔ تو جواباً قبضہ تلوار پر ہاتھ رکھ کر دلیرانہ جواب یہ دیا۔ کہ روئے زمین کی طاقت۔ افواج کی کثرت۔ غنیم کی شدت وصولت۔ سامان حرب کے انبار در انبار جس پر دنیا پرستوں کو ناز وافتخار ہو سکتا ہے۔ اس تلوار کے مقابلے میں محض بے حقیقت ہے۔ وہ اپنی منشا ملک گیری۔ اور کشور کشائی بیان نہیں کرتے۔ بلکہ اشاعت اسلام اور اس کے رہ کی رکاوٹوں کو دور کرنا اپنا اصل منشا ظاہر کرتے ہیں۔ اختیار اسلام میں وہ جبر نہیں کرتے۔ لیکن اشاعت کی راہ میں حارج ہونے والی رکاوٹوں کو دور کرتے

Marfat.com

سکے لئے شمشیر بکف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے حصول مدعا کے لئے اسلام۔ جزیہ اور تلوار یہ تین مختصر لفظ پیش کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے جو چاہو اختیار کر لو۔ اس کے سوا ان کی نہ کوئی اور خواہش ہے۔ اور نہ وہ کچھ طلب کرتے ہیں۔ چونکہ اسلام اور جزیہ دونوں شرطیں باعث ننگ و عار ہیں۔ اس لئے ان دونوں سے انکار کر کے تلوار کو منظور کیا گیا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔ لیکن واسطہ ایک ایسی جانباز قوم سے پڑا ہے۔ جو موت کو حیات پر ترجیح دیتی ہے۔ آپ کے اقبال سے امید ہے کہ غنیم کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ روانگی کمک میں عجلت سے کام لیں۔ اور جس قدر بھی امداد میسر آ سکتی ہو۔ جلد سے جلد تر بھیجدیں۔ اگرچہ غنیم کی تعداد ہمارے مقابلے میں محض لاشے ہیں لیکن ان کے استقلال سے عہدہ برآ ہونا کارے دارد ہے۔ اس لئے آپ احتیاطاً جملہ خاندان شاہی کی مستورات کو قسطنطنیہ میں بھیجدیں۔

یہ خط لکھنے کے بعد باہان کچھ روز جنگی طیاریوں میں منہمک رہا۔ اور جب ساری فوج کیل کانٹے سے درست ہو گئی۔ پادریوں نے اپنی آتشی تقریروں سے جس طرح سارے ملک میں جہاد کی آگ لگا کر اس قدر ٹڈی دل لشکر جمع کیا تھا اس طرح مسیح علیہ السلام کے نام پر قربان ہونے والوں کے دلوں میں بھی اپنی پرجوش تقاریر سے ایک آگ سی لگا دی۔ اور جوش جہاد میں ان کو از خود رفتہ بنا دیا۔ جب باہان نے ایک خاص جوش کا عالم دیکھا۔ اور اس کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ کٹ مرینگے۔ لیکن پشت نہیں دکھائیں گے۔ تو اس نے سپہ سالار اسلام کو اعلان جنگ دیدیا۔ کہ کل جنگ ہو گی۔ لیکن باہان کو بہت جلد اپنی غلطی معلوم ہو گئی۔ اور اس کو ثابت ہو گیا کہ عیسائیوں کے دلوں میں جو آگ بھڑک رہی ہے۔ وہ عارضی اور مصنوعی ہے۔ دل ہی دل میں کہنے لگا۔ کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ یہ سارا جوش ایک عارضی جوش ہے۔ جو مسلمانوں کے مستقل جوش کے سامنے کچھ ہستی نہیں رکھتا۔ اور اب شمشیر کے نظر آتے ہی فوراً فرو ہو جاتا ہے۔ تو کبھی بھی اعلان جنگ نہ دیتا۔ لیکن ع

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اعلان جنگ ملتے ہی مسلمان جو تلواروں کے سائے میں ہی پل کر جوان ہوئے تھے اور بفحوائے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ

عدو اللہ وعدوکم و اخرین من دونہم۔ لا تعلمونہم ؕ اللہ یعلمہم۔ ہروقت کیل کانٹے سے درست اور چست رہتے تھے۔ فوراً تیار ہو گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کو دیکھ رہے تھے وہ کوئی ایسا طریقہ جنگ سوچ رہے تھے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے اتنے بڑے ٹڈی دل سے باسانی عہدہ برآ ہو سکے۔ غنیم کی اس قدر کثرت کے مقابلے میں موجودہ طریق جنگ ان کی نظروں میں نقصان دہ معلوم ہو رہا تھا۔ چونکہ رومی ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت جکڑے ہوتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی یہ حالت نہیں ہے۔ ان کے سارے سردار اپنی اپنی فوجوں کو علیحدہ علیحدہ لڑاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شیر دل مجاہدین اسلام تاحال رومیوں کے مقابلے میں کوئی نمایاں ترقی حاصل نہ کر سکے اور امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جیسے مقدس صحابی پر جو سابقون میں سے ہیں۔ ایک ناکام سپہ سالار کا الزام عائد ہوا جس کو ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ شیر دل حضرت خالد رضی اللہ عنہ جس طرح تلوار کے دھنی تھے۔ اور شجاعت و شہامت میں اپنی نظیر صرف آپ ہی تھے۔ اسی طرح آپ کی عقل خداداد بھی نہایت دقیقہ رس تھی۔ اور اپنے ناخن تدبیر سے مشکل سے مشکل گتھیوں کی عقدہ کشائی کرنا بھی ایک معمولی کام تھا جس کا ثبوت پیشتر ازیں میدان موتہ میں ایک جدید طریقہ جنگ اختراع کر کے جس پر آج کل کے ماہران فنون حرب بجا فخر و ناز کرتے ہیں۔ دے چکے تھے۔ ایرانی جنگوں میں بھی ایک نہایت قلیل مدت میں اپنی خداداد لیاقت کی بدولت مدتوں کی طاقتور سلطنت کو اس قدر کھوکھلا کر دیا۔ کہ اس کو سر اٹھانے کی ہمت نہ رہی۔ چنانچہ شام میں بھی آتے ہی موجودہ طریقہ جنگ کو مضر سمجھ کر کسی اور مفید طریقہ جنگ پر عامل ہونے کی تجاویز سوچنے لگے۔ اور باوجود کسی جنگی تعلیم حاصل نہ کرنے اور غیر مہذب قوم میں نشوونما پانے کے ایک اور جدید طریقہ جنگ اختراع کر کے اپنی بہادری اور لیاقت جنگی کا سکہ غنیم کے دلوں پر بٹھا دیا۔ جس کا ثبوت میدان یرموک میں خاطر خواہ دے کر دشمنوں سے اپنا لوہا منوا لیا۔

تقریر حضرت خالد رضی اللہ عنہ

جو طریقہ جنگ آپ نے اختراع کیا تھا۔ فرمان الٰہی کے مطابق اس کے متعلق دیگر سرداروں سے بھی مشورہ ضروری امر تھا۔ اس لئے آپ نے جملہ افواج اسلامیہ کے سامنے حسب

ذیل تقریر کی :-

"اے حامیان دین مبین شیدائیان خاتم النبیین اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا اور نعت رسول کبریا کے بعد میں آپ کو جتلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہم نے حق تبلیغ اسلام باحسن وجوہ ادا کر دیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے وہ ہٹ دھرم اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔ اور اسلام کے استیصال پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اپنی ساری طاقت کو تمہارے مقابلے پر یکجا جمع کر دیا ہے۔ اور بڑی ڈھٹائی بے شرمی اور ہٹ دھرمی سے صریح ثبوتوں کی موجودگی میں ہمیں غیر حق بجانب قرار دے رہا ہے۔ اگرچہ مجھے آپ کے جہاد فی سبیل اللہ ثابت قدمی اور استقلال پر پورا بھروسہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے وعدہ کے مطابق ضرور فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ آپ اظہار حق و صداقت کے لئے شمشیر بکف ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا موجودہ طرز جنگ منتظم اور باقاعدہ ٹڈی دل لشکر کے مقابلے میں بہت کچھ نکما ہے۔ اور ایسی حالت میں ہمیں نقصان کثیر پہنچنے کا کمال اندیشہ ہے کیونکہ دشمن اپنے ملک میں مفید اور مستحکم ترین مواقعات جنگ پر قابض ہے۔ اور آپ کی حالت اس کے برخلاف مخدوش ہے۔ خدانخواستہ غلبہ دشمن کی حالت میں عالم غربت کے باعث بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مدینہ ابھی یہاں سے بہت دور ہے۔ اس لئے میں ایک نیا طریقہ جنگ اختیار کرنا چاہتا ہوں جس پر عمل پیرا ہونے سے افضال آلہی سے یقین واثق ہے۔ کہ ہم غیر معمولی نقصان اور اچانک خطرے سے محفوظ رہینگے۔ اور دشمن اپنی کثرت کے باوجود کوئی معتد بہ فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ اور اس طرح دشمن پر بھی ایک ایسی کاری ضرب لگے گی۔ کہ سلطنت روم کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی۔ اور پھر اگر اس نے تمہارے مقابلے کا ارادہ بھی کیا۔ تو انشاء اللہ منہ کی کھائیگا۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے طرز عمل کو پسند کر کے نہایت استقلال اور دلجمعی سے حق جہاد کو ادا کریں گے۔ اور دشمن کی کثرت کو خاطر میں نہ لائینگے۔ اللہ تعالےٰ نے ہر موقعہ پر ہمیں فتح و نصرت عطا کی ہے اور اب بھی کریگا۔ اگر تم میدان سے منہ موڑو گے۔ تو کوئی تمہیں منہ نہ لگائے گا۔ دنیا اور آخرت میں رسوا اور بدنام ہو جاؤ گے۔ پس استقلال اور متفقہ قوت سے مقابلہ کر کے اپنی بہادری کا سکہ غنیم پر بٹھا دو۔ اور ثابت کر دو۔ کہ جس سچے دین کے مسلمان پیرو ہیں۔ اس کو کوئی مادی قوت دبا نہیں سکتی۔

جو طریقہ جنگ میں نے پسند کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ حسب دستور سابق

Marfat.com

ہر ایک سردار اپنی فوج کو علیحدہ علیحدہ لڑائے یہ جو ایک قسم کا تفرقہ ہے۔ کل فوج کے علیحدہ علیحدہ حصے کرکے ان کو نامور سرداران کی ماتحتی میں دیدوں۔ اور کل افواج کو اپنی نگرانی میں رکھوں۔ تاکہ کثرت میں وحدت کا جلوہ نظر آئے۔ اور سابقہ طرز جنگ کی بدولت جو تلخ تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔ کہ مہینوں دشمن کے مقابلے میں پڑے رہنے کے باوجود ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ اس کی تلافی کی جائے۔ اس تجویز کے سنتے ہی ہر طرف سے سمعنا واطعنا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فوج کو چھتیس حصوں میں تقسیم کرکے نامور سرداروں کی ماتحتی میں ایک ایک حصہ دے کر ان کو علیحدہ علیحدہ خدمات پر مقرر کر دیا۔ اور چند مختلف سرداروں کو ایک اور افسر کی ماتحتی میں دیکر ان کو ایک خاص نظام میں جکڑ دیا۔ اور ساری نگرانی خود اپنے ذمے رکھی۔ چنانچہ حضرت شرجیل رض بن حسنہ کاتب وحی اور عمرو بن العاص کو میمنہ پر مقرر کیا۔ یزید بن ابوسفیان اموی اور معاذ بن جبل انصاری کے سپرد افواج میسرہ کی گئیں۔ قلب لشکر میں امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تعینات کیا۔ اور مقدمۃ الجیش کے افسر قعقاع بن عمرو تمیمی اور عکرمہ بن ابوجہل مقرر ہوئے۔ چوکی پہرے اور خبر رسانی کے جملہ فرائض قباث بن اشیم کے حوالے کئے گئے۔ قاضی لشکر ابو درداء کو مقرر کیا۔ اسیران جنگ کی نگہداشت اور انتظام عبداللہ بن مسعود رض اور کمین کی جملہ خدمات سعید بن زید کے ذمے عائد کی گئیں۔ مجاہدین اسلام کو جوش دلانے۔ اور ترغیب جہاد دینے۔ شوق شہادت میں سرمست کر دینے کی خدمات پر مشہور آتش زبان فصیح قصہ گو حضرت ابوسفیان اموی کو تعینات کیا گیا۔ دستہ جانبازوں کو ہاشم بن عتبہ کی ماتحتی میں دیا گیا۔ مستورات کو بھی مسلح کرکے سارے لشکر کے عقب میں رکھا گیا جن کے سامنے خالد رضی اللہ عنہ نے ایک پرجوش اور مؤثر تقریر کرکے ہدایت کر دی۔ کہ پیچھے ہٹنے والے مجاہد کو غیرت و شرم دلا کر میدان قتال میں ثابت قدم رہنے پر مجبور کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سپہ سالار کو اس کے احکام کی تکمیل کرنے کا بخوبی یقین دلا دیا۔ علاوہ دیگر مشہور مستورات کے ام ابان زوجہ حضرت عکرمہ بن ابوجہل خولہ ہمشیرہ ضرار بن الازور۔ زوجہ ابوسفیان۔ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رض زوجہ زبیر بن العوام وغیرہ وغیرہ تھیں۔ ان مستورات نے جنگ میں مردوں کے پہلو بہ پہلو حصہ لے کر ثابت کر دیا کہ مسلمان مستورات بھی شوق شہادت اسلام، آزادی و محبت رسالت پناہی اور جہاد فی سبیل اللہ میں مسلمان مجاہدین سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔

اس تقریر اور انتظام کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو مکرر ترغیب جہاد اور تحریص شہادت دلاتے ہوئے مورچوں کی دیکھ بھال کی۔ پھر فرمان رسالت پناہی الجنۃ تحت ظلال السیوف کا اشارہ کر کے بلند آواز سے پکارا کہ من یبایع علی الموت یعنی کون شخص موت پر بیعت کرتا ہے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا۔ کہ دلدادگان شہادت نے بڑھ بڑھ کر بیعت کرنی شروع کی اور سب سے پہلے پرجوش بہادر ضرار بن ازور نے بیعت کی۔

تقریر سپہ سالار روم

ادھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ مجاہدین کو استقلال کی ہدایت کرتے ہوئے نعمائے الٰہی سے بہرہ ور ہونے کی ہدایت کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف باہان تیاری جنگ میں مصروف تھا۔ سارے فرنگستان کے بڑے نامور بہادر سپہ سالار مسیح علیہ السلام کے نام اور بقائے ملک وقوم کے لئے کٹ مرنے پر تیار تھے۔ لاکھوں افواج کا پرجوش تربیت یافتہ آہنی ٹڈی دل ساتھ تھا۔ بیشمار افراد کے ساتھ سامان جنگ۔ رسد۔ مال و دولت موجود ہونے کے علاوہ ہر قسم کے ذرائع آمد و رفت۔ حصول کمک اور رسد موجود تھے۔ شہنشاہ متواتر ہر ایک ضرورت کو کھلے دل سے پوری کر رہا تھا۔ اور امدادی افواج معہ ساز و سامان بھیج رہا تھا۔ حوصلہ افزائی کیلئے بڑے بڑے جانباز سپہ سالار جرجین۔ قناطر۔ دریجان۔ سرقش وغیرہ وغیرہ جو فنون حرب میں ماہر اور فرنگستان میں چوٹی کے سردار گنے جاتے تھے۔ معہ شاہزادگان موجود تھے۔ بیشمار تیر انداز جو نشانہ بازی میں شہرہ آفاق تھے۔ اپنے کرتب دکھانے اور اسلامیوں کو تباہ کر دینے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ بڑے بڑے فصیح پادری جو آتش زبانی میں بے مثل تھے۔ صلیب و انجیل لئے فوجیوں کو اکسا رہے تھے۔ اور فوجی باجہ بہادرانہ اور رزمیہ گیتوں سے الگ مست و سرشار کر رہا تھا۔ جس سے متاثر ہو کر بیشمار رومیوں نے اپنے پاؤں میں اس خیال سے بیڑیاں ڈال لیں کہ بھاگنا ممکن نہ ہو سکے۔ باہان سپہ سالار اعظم افواج روم و یونان جو ایک شورہ پشت جنگجو قوم میں سے تھا خود ایک شہرہ آفاق مدبر ہی نہ تھا۔ بلکہ بہادر سپاہی بھی تھا۔ جو فرنگستان میں اپنی نظیر آپ تھا صف بندی میں مشغول ہوا۔ مورچوں۔ ناکوں اور خندقوں میں بہادر افواج تعینات کی گئیں۔ میمنہ میسرہ اور مقدمہ کا انتظام کرنے کے بعد ہر قسم کی دیکھ بھال کر شہنشاہ کے بھائی تذارک تھیوڈر کی معیت میں قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔ غرض ہر ایک قسم کا انتظام

Marfat.com

کرنے میں اس نے اپنی ساری لیاقت خرچ کر دی۔ اور پھر فوج سے مخاطب ہو کر اس طرح تقریر کرنی شروع کی۔

"اے نامورانِ روم و یونان وحاملانِ دینِ مسیح علیہ السلام۔ خادمانِ صلیب اور وفادارانِ شہنشاہ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت تمہارا ملک۔ تمہارا مذہب اور تمہاری قوم سخت خطرے میں ہے جس کا دارومدار اور انحصار بقا صرف تمہاری اس لازوال وفاداری ثابت قدمی اور تلوار پر ہے جو پیشتر ازیں کئی بار دشمنوں کو چنے چبوا کر بے نیل و مرام واپس کر چکی ہے۔ اور اب بھی امید ہے کہ تم اپنی شہرہ آفاق تلوار کے ویسے ہی جوہر دکھا کر ذلیل عربوں کا لمحوں میں استیصال کر دو گے۔ تم دیکھتے ہو کہ وہ تمہارے مقابلے میں بالکل بے حقیقت ہیں۔ تمہاری جمعیت ان سے بیس گنا ہے۔ برکت مسیح السلام خود شہنشاہ اعظم تمہاری پشت و پناہ ہیں۔ جو لگاتار نہایت تندہی سے کمکی افواج اور سامان جنگ بھیج رہی ہیں۔ سرکش عرب تمہارے سامنے ایک لقمہ تر ہیں۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ اگر حسب سابق اب بھی تمہارے قدم اکھڑ گئے تو تمہاری قوم۔ ملک و مذہب کی خیر نہیں۔ اور تمہیں ذلت و غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ تمہیں عبرت آنی چاہیئے کہ یہی عرب جو کل تک تمہارے دست نگر تھے۔ ذلیل و محتاج اور درجۂ انسانیت سے گرے ہوتے تھے۔ آج تم کو اپنا دست نگر بنانا چاہتے ہیں۔ اور تم کو مہذب اقوام کی فہرست سے خارج گردان کر جزیہ طلب کرتے ہیں بس کچھ شرم کرو۔ اور نہایت استقلال سے جم کر مقابلہ کرو جس طرح پہلے معزز قوموں کو ناک چنے چبوا کر ان سے اپنا لوہا منوا چکے ہو۔ آج بھی اپنی اپنی مسلّمہ شجاعت و سیاست سے کام لو۔ تاکہ تم مسیح علیہ السلام اور شہنشاہ کے حضور میں سرخرو ہو سکو اور آئندہ کے لئے دوسری اقوام کو بھی تم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ پڑے۔ میں آپ کی ثابت قدمی اور استقلال پر بھروسہ کرتا ہوا یقین دلاتا ہوں کہ مقدس باپ تم کو ان ذلیل و حقیر عربوں پر جو اپنی بہادری و شہسواری کی ڈینگیں مار رہے ہیں۔ فتح عطا کریگا۔ اور ان کی ساری شیخی کرکری ہو جائے گی"۔

آغازِ جنگ

یہ عظیم الشان جنگ رجب سنہ ۱۳ ہجری المقدس میں وقوع پذیر ہوئی اور تمام گذشتہ لڑائیوں سے اپنی نوعیت میں نرالی تھی پیشتر ازیں اس قدر ٹڈی دل مسلمانوں کے مقابلے پر

نہیں آیا تھا۔ مقررہ دن پر صف بندی ہوتے ہی رومیوں کا ٹڈی دل مقدمۃ الجیش ہزاروں آہن پوش زبان یا دبیل کی ہیبت میں جو صلیب و انجیل ہاتھوں میں لئے ہوئے لشکریوں کو مستی ء سرشار بنا رہے تھے۔ ایک ساتھ آگے بڑھا جس کو دیکھ کر ایک مجاہد کی زبان سے بے اختیار اللہ اکبر کے نعرہ کے ساتھ یہ لفظ نکل گئے کہ کسقدر بے انتہا فوج ہے۔ شیر دل خالد رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کو سنتے ہی اللہ تعالٰے کے جلال و جبروت اور مدد کا یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ خاموش رہیے۔ اللہ تعالٰے کی قسم اگر میرے عرکب کے سم اچھے ہوتے۔ تو میں عیسائیوں کو کہہ دیتا۔ کہ اس قدر فوج اور بڑھا لو۔ لیکن اب بھی کچھ پرواہ نہیں۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ۔ وہ حافظ حقیقی اپنے فضل و کرم سے فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔

اس کے بعد پھر ایک بار مجاہدین کو شوق شہادت میں سرشار کرتے ہوئے اصحاب بدر کو جو ایک سو کی تعداد میں سرگرم کارزار تھے۔ اور درگاہ ایزدی میں ان کے ہمراہ سجدہ کر کے بہ طفیل رحمۃ للعلمین دعائے فتح و نصرت طلب کی۔ اس جنگ میں ایک ہزار تعداد ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کی تھی۔ جو خاص فیض نبوی ؐ کی بابرکت صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔ اور ان کو اپنے ہمراہ دیکھا۔ جونہی کہ عیسائی مقدمۃ الجیش سرعت کے ساتھ آگے بڑھا۔ اور قریب پہنچ گیا۔ تو قعقاع بن عمر التمیمی اور حضرت عکرمہ بن ابوجہل کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ رومی مقدمۃ الجیش میں بیسیوں سب وہی ساٹھ ہزار عرب تھے۔ جو لالچ کے باعث دامن عیسائیت میں آچھپے تھے۔ عکرمہ بن ابوجہل اور قعقاع بن عمر تمیمی نے اپنی ہمراہی فوجوں کے ساتھ عیسائی مقدمۃ الجیش کا اس بہادری اور استقلال سے مقابلہ کیا۔ کہ وہ دنگ رہ گئے۔ بڑے زور شور سے لڑائی ہو رہی تھی۔ فریقین داد شجاعت دے رہے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر اصحاب مہاجر انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جس میں عبداللہ بن زبیر بن العوام۔ قیس بن سعد خزاعی عبدالرحمٰن بن ابوبکر۔ فضل بن عباس۔ جابر بن عبداللہ۔ ابوایوب وغیرہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ خود بڑھ کر اپنی مشہور و معروف تیزی و تندی کے ساتھ حملہ کیا۔ اور دشمنوں کے منہ پھیر پھیر دیئے۔ ان کی صفوں کو آناً فاناً درہم برہم کر دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ سہ

Marfat.com

یکے گرگ را کو بود خشمناک — ز بسیار ئی گوسفنداں چہ باک

اسی اثنا میں شیر دل بہادر خالد معہ ہاشم رضی اللہ عنہ پا پیادہ دشمنوں کے نرغے میں آ گئے تھے لیکن حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے لازوال استقلال جو ٹھیلے اور بے مثل شجاعت کے ساتھ اسقدر سخت حملہ کیا۔ کہ دونوں بہادر سردار دشمنوں کے محاصرے سے باہر نکل آئے۔ اور مقتول کفار کے مرکبوں پر سوار ہو کر غیر معمولی استقلال کے ساتھ ایسا حملہ کیا۔ کہ بچارے لوگ دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ اور بالآخر انہوں نے اپنے مورچوں میں ہی جا کر دم لیا۔ اس حملے میں خالد رضی اللہ عنہ نے عام افواج سے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ صرف چند نامور بہادران کی معیت میں ساٹھ لاکھ کے مقدمۃ الجیش کا مقابلہ اس غرض سے کیا۔ کہ رومیوں پر ان کی تقاریر کی صحت کھل جائے۔ جو وہ دوران انعقاد صلح میں کر چکے تھے۔ اور ان کو معلوم ہو جائے کہ ایک ایک مسلمان تن تنہا ہزاروں افواج کی وقعت کو مور ضعیف سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا اور چیونٹیوں کی طرح اپنے پاؤں میں مسل سکتا ہے۔ آپ کی اس جانبازانہ کارروائی سے باہان کو جو پہلے ہی فتح سے ناامید ہوا بیٹھا تھا۔ اپنی شکست کا یقین واثق ہو گیا۔ اور عین الیقین ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کروڑوں عیسائی بلا انتہا سامان جنگ مضبوط سے مضبوط ناقابل تسخیر قلاع اور استحکامات کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ دیگر سرداران مجاہدین تہنیتا اور پادریوں پر بھی اس قدر خوف و ہراس چھا گیا۔ کہ وہ اپنی آتشی تقریریں۔ انجیل و صلیب کی حفاظت قدر و منزلت اور ساری تعلیاں بھول گئے۔ اور متوحش خوابوں کا شکار ہونے لگے۔ جس سے ان کو زوال سلطنت کا یقین ہو گیا۔ اور حوصلے پست ہو گئے؛

عین اثنائے جنگ میں دفعتہ دربار خلافت سے ایک قاصد پہنچا جس نے سربمہر ایک خط حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے حوالے کیا جس میں خلیفہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضے اللہ عنہ کے سریر آرائے خلافت ہونے کی خبر کے علاوہ عہدہ سپہ سالاری اعظم سے حضرت خالد کی معزولی کا حکم تھا۔ اور سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر کیا گیا تھا۔ دونوں نیک نفس سپہ سالاروں نے اس خط کو پڑھ کر اپنے دل ہی میں رکھا۔ اور قاصد سے فرمایا کہ کسی مجاہد سے ہرگز ہرگز افشائے راز نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ ہنگامہ کارزار میں اس خبر کے سننے سے مجاہدین کے حوصلے پست

ہو جائیں۔ یا دشمن کو اطلاع ملنے پر وہ مزید دلیر ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اے علام الغیوب تو دانا و بینا ہے۔ میں نے محض تیری رضامندی کی خاطر خدمت اسلام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ مجھے عام سپاہی ہونے یا سپہ سالار ہونے وغیرہ کی کوئی خواہش نہیں۔ میرا مقصود صرف تیری رضاجوئی اور خوشنودی ہے جو کیا بلحاظ سپہ سالار ہونے اور کیا بلحاظ ایک عام سپاہی یا ماتحت سردار ہوتے کے ہر حال میں حاصل کر سکتا ہوں۔ میں تجھ سے ہی دعا کرتا ہوں۔ کہ ظاہری تفاخر دنیاوی کے مفقود ہو جانے سے میری نیت میں کوئی کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے۔ اور اس کی توفیق میں تجھ سے ہی طلب کرتا ہوں۔ یہ محض تعلیم اسلام کا اثر تھا جو خالد رضؓ جیسے عالی خاندان پروردہ ناز و نعم کے دل میں غرور و تمکنت یا حصول اعزاز دنیاوی کی ذات تک باقی نہ چھوڑی۔ در آنحالیکہ وہ ایک بےنظیر شجاع اور کشور کشا فاتح سپہ سالار تھا۔ اور فوج میں جو قدر و منزلت اس کو حاصل تھی۔ وہ ہر کوئی بخوبی جانتا تھا۔

ابھی خط پڑھنے دعا مانگنے۔ اور اخفائے راز کی ہدایت کرنے کے بعد آپ عیسائیوں کے مقدمۃ الجیش کے حملے کا جواب دینے والے مجاہدین کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ تاکہ ان کو امداد دیکر حق جہاد ادا کیا جائے۔ کہ یورپ کا ایک نامور سپہ سالار جرجیس نامی جس کی بہادری لیاقت جنگی پر باہان کو بہت کچھ ناز تھا۔ اور سارے فرنگستان کے سپہ سالاروں کی ناک سمجھا جاتا تھا سرتاپا غرق آہن میدان میں نکلا! ۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو جنگ مبارزانہ کی دعوت دی۔ آپ فوراً جرجیس کے مقابلے کو نکلے۔ اور وار کرنا ہی چاہتے تھے۔ کہ مخالف حریف نے پکارا کہ اے سپہ سالار اسلام میں پیشتر اس کے کہ جنگ مبارزانہ کروں۔ آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں چونکہ آپ شریف ہیں اور شریف کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ مکر و فریب نہیں کرتے۔ اس لئے سچ سچ بتانے میں دریغ نہ فرمانا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو جرجیس کہنے لگا۔ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے ایک تلوار اتاری جو تمہارے نبیؐ نے تمہارے حوالے کی اور سیف اللہ کا لقب دیا۔ آپ اس تلوار کو لیکر جس قوم پر حملہ کرتے ہیں وہ منہزم ہو جاتی ہے۔ اور تمہارے حملے کی تاب نہیں لا سکتی۔ کیا یہ سب کچھ سچ ہے۔ اس کے جواب میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں (خالد) بدبس ابنی عربی پیغمبر آخر الزمان محبوب رب العالمین عالمیان حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ

Marfat.com

واٰلہ وسلم کی تکذیب کرنیوالوں میں سے تھا۔ اور ان سے جنگ کی۔ لیکن عنایت یزدانی نے میرے سینے کو کھول دیا۔ اور صداقت اسلام ظاہر ہو گئی۔ میں نے بلاتامل اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا اقرار کیا۔ اور خادمان رسالت صلعم کی سلک میں منسلک ہو گیا۔ اور کفار سے مقابلہ کیا جس پر ہمارے نبی صلعم (فداہ روحی) نے فرمایا۔ کہ انت سیف الله سلہ الله علے المشرکین ودعانی بالخیر آپ کی اس دعا نے درگاہ آلہی میں شرف اجابت حاصل کیا۔ اور کفار و مشرکین پر میری ایسی ہیبت بٹھادی۔ کہ وہ میرے مقابلے پر آنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور اگر آئیں تو بفضل آلہی منہ کی کھاتے ہیں۔ پھر جرجیس نے مدعا جنگ دریافت کیا جس کو آپ نے باحسن وجوہ بتلا دیا۔ اور فرمایا کہ ہم صرف اشاعت توحید کے راہ کی رکاوٹوں کو صاف کرنے کیلئے یا تحفظ اسلام کے لئے تلوار اٹھاتے ہیں۔ اگر اشاعت اسلام میں ہماری کوئی رکاوٹ نہ کی جائے۔ تو ہمیں ہتھیار اٹھانا حرام ہے۔ اسی واسطے ہم لڑائی سے پیشتر اسلام جزیہ اور تلوار تینوں کو پیش کر کے حریف کو علانیہ کہدیتے ہیں کہ ان میں جو دل چاہے۔ اختیار کر لو۔ اس کے بعد دریافت کیا۔ کہ جو شخص اسلام لاتا ہے۔ اس کو کیسا سمجھتے ہو جس کے جواب میں آپ نے کل مومن اخوۃ کے مستحکم ترین رشتے کی تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا کہ بس مساوات کا درجہ قائم ہو جاتا ہے۔ ذاتی امتیاز کو اڑا دیا جاتا ہے۔ اور صرف ان اکرمکم عند الله اتقکم پر عمل کیا جاتا ہے۔ پھر جرجیس نے مسیح علیہ السلام کی بابت سوالات کئے جس کے کافی و شافی جواب دیتے ہوئے آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی

سلہ یا اھل الکتب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله وکلمته القاھا الی مریم وروح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلثه انتھوا خیرا لکم انما الله الٰہ واحد سبحانه ان یکون له ولد۔ له ما فی السموات وما فی الارض وکفی بالله وکیلا۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبد الله و لا

سلہ۔ خالد۔ تو اللہ کی تلوار ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے مشرکوں پر کھینچی ہے اور میں اس کو فتح و نصرت کی دعا دیتا ہوں (یعنی حضرت خالد کے حق میں فتح و نصرت کی دعا کی) سلہ اے اہل کتاب (عیسائیو) اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو۔ اور اللہ تعالےٰ پر وہی بات کہو جو سچ ہے اور سچ یہی ہے کہ مریم علیہا السلام کا بیٹا مسیح علیہ السلام اللہ تعالےٰ کا رسول تھا۔ اور تین خدا نہ کہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ تو اکیلا ہی معبود برحق ہے اور وہ اولاد سے پاک ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کا بندہ ہونے سے برا نہیں ماننے کا۔ اور نہ خدا کے نزدیکی فرشتوں کو بندہ ہونے میں کوئی عار ہے ؎

الملئکۃ المقربون۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ وضاحت کیلئے یہ آیت پڑھ کر جرجیس کو سنائی
ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون ۞ [1]
عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت مسلمانوں کا یہ عقیدہ سنتے ہی فرطِ اشتیاق سے عرض کی کہ اے
امیر براہِ کرم مجھ پر جلدی اسلام عرضہ کیجئے جس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ کہو :-
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہٗ جرجیس نے صدق دل سے
کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ اور وہیں سے اپنے گھوڑے کی باگ لشکر روم کی طرف پھیری
اور نزدیک جاکر کہا کہ اے حاملان انجیل مقدس ونام لیوان مسیح علیہ السلام خواب غفلت سے
بیدار ہو۔ اللہ تعالےٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے۔ اس سے کچھ کام لے کر اسلام کو بغور سنو مسیح
علیہ السلام کی نسبت وہ کوئی برا عقیدہ پیش نہیں کرتا۔ بلکہ انجیل مقدس کو برحق اور مسیح علیہ
السلام کو سچا پیغمبر بتاتا ہے۔ اور تم کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے ہمارے اسلاف
کو نبی آخرالزمان کے آنے کی خوشخبری دیتے ہوئے ان سے عہد لیا تھا۔ کہ جب وہ خاتم النبیین رحمۃ
للعالمین پیدا ہو۔ تو اس کی اطاعت کرنا۔ اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر چلنا۔ پس تم کو
لازم ہے۔ کہ مسلمانوں سے پرخاش چھوڑ دو۔ اور نیک نیتی کے ساتھ ان کی تعلیم کو سنو۔ اور
بہتر یہی ہے کہ اسلام قبول کر کے خادمان اسلام کی فہرست میں اپنا نام درج کراؤ۔ تاکہ قیامت
کے دن اللہ تعالےٰ اور مسیح علیہ السلام کے سامنے سرخرو ہو سکو۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم تمہاری شفاعت کر سکیں۔ خواہ مخواہ دیدہ دانستہ انکار کر کے ولا تکونوا اول
کافر بہٖ کے مصداق نہ ہو۔ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ آپ
فوراً اسلام قبول کریں ورنہ سوائے اس کے کہ ذلت و رسوائی حاصل ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوگا
دنیاوی جاہ و جلال صرف عارضی اور چند روزہ ہے۔ جو یہاں ہی رہ جائیگا۔ صرف اعمال صالحہ
ہی ایسے ہیں۔ جو قیامت کے دن سرخرو کر سکتے ہیں۔
رومیوں کا جرجیس کی زبان سے ان کلمات کا سننا تھا کہ وہ جھپٹ پڑے جرجیس رضی
اللہ عنہ نے بھی جو شجاعت وسیاست میں فرد تھا۔ اور فرنگستانی سپہ لار و نیچی ناک سمجھا جاتا تھا۔

---

[1] عیسےٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے آدم علیہ السلام کی جو انکا نہ باپ تھا نہ ماں پیدا ہونا تجھے تعجب میں نہ ڈالے۔ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ پیدا کیا ہے۔ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور جملہ حاجات بشریہ کا محتاج ہوا۔ اور جس وقت ہم کہتے ہیں کسی چیز کو ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اپنی شمشیر کے جوہر دکھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور بالآخر شہید ہو کر بیار جناں ہوئے۔ مخالفین اسلام کو ذرا گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا اور سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنی خداداد عقل سلیم سے جرجیس کے واقعہ کو دیکھنا چاہیئے۔ جو زبان حال سے پکار پکار کر کہ رہا ہے۔ کہ اسلام اپنی نورانی خوبیوں اور محدافتوں سے پھیلا ہے نہ کہ عیسائیت کی طرح جبر و اکراہ اور لالچ وغیرہ سے۔ اسلام جبر و اکراہ سے متنفر ہے۔ اور ایسا کرنے والوں کو مفسد اور ظالم قرار دیتا ہے۔ اور عذاب آخرت کی خوشخبری دیتے ہوئے ظالم اور مفسد کی جگہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ٹھہراتا ہے۔

لڑتے لڑتے شام ہوگئی۔ اور کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا۔ لڑائی کے دونو پہلو ابھی تک برابر تھے آخر فریقین اپنے اپنے قیام گاہ کو واپس ہوئے۔ اور اگلے دن کی لڑائی کے لئے تجویزیں سوچنے لگے۔ ہاہان کو رات بھر نیند نہ آئی۔ اور نہایت بےچینی کی حالت میں ہی کروٹیں بدل بدل کر صبح کر دی۔ اس کو اپنی شکست کا پورا یقین ہو چکا تھا۔ اور اس شکست کے ساتھ ہی اس کو اس قدر بدنامی کا خیال دامنگیر تھا کہ وہ زندہ درگور ہو رہا تھا۔ کیونکہ شکست کی صورت میں ندامت کا ہونا لازمی۔ اعزازی خطابات۔ مال و دولت۔ اور قدر و منزلت کا جاتے رہنا ضروری تھا۔ بالآخر اس نے بھاگنے کی ٹھان لی۔ اور یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ جونہی فوج کے پاؤں اکھڑتے نظر آئیں چپ چاپ کسی طرف کو نکل جاؤں۔ اور اپنی بقیہ زندگی گوشہ گمنامی میں بسر کر دوں۔ کاش عقل سلیم ہوتی۔ اور جرجیس کی طرح اسلام قبول کر کے یا تو بہادروں کی موت مرتا۔ اور شہید کہلا کر ابدی زندگی حاصل کرتا۔ یا غازی بنتا۔ چنانچہ دوسرے دن وہ اپنے خیمے سے جو پہلے ہی سب سے پیچھے ایک بلند جگہ پر نصب کر دیا گیا تھا۔ باہر ہی نہ نکلا۔ اور وہیں سے مناسب حکم احکام دیتا۔ اور لڑائی کی کیفیت دیکھتا رہا۔

دوسرے دن اسی شان اور انتظام کے ساتھ فریقین میدان میں آئے اور اول اول جنگ مبارزانہ ہوتی رہی۔ سب سے اول ایک دیو صفت عیسائی بڑی لاف و گزاف مارتا غرور و تمکنت کیساتھ میدان میں نکلکر مبارز طلب کرنے لگا۔ اگرچہ ہر مجاہد اس کے مقابلے پر نکلنے کو تیار تھا لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھی اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ رعب اسلامی اسی حالت میں قائم رہ سکتا ہے جبکہ فریق مخالف کا ثانی یا اس سے بڑھ کر مبارز بھیجا جائے چنانچہ آپ نے عیسائی حریف کو دیکھ کر قیس بن ہبیرہ کی طرف دیکھا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے شیر دل سپہ سالار کا مطلب سمجھ کر بسم اللہ کہہ کر حسبے اللہ و نعم الوکیل کہتے ہوئے میدان کا

رخ کیا۔ دیر تک دونوں آپس میں لڑتے رہے اور کوئی بھی مغلوب ہونے میں نہ آیا۔ آخر قیس رضی اللہ عنہ نے تلوار کا ایک ایسا تلا ہوا ہاتھ رسید کیا کہ حریف کی ڈھال کو کاٹ کر خود میں پھنس گئی۔ اور باوجود کوشش کے نہ نکل سکی۔ جونہی کہ خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ کہ تلوار سے خالی ہے۔ فوراً تلوار پہنچا دی۔ حریف نے قیس کو تلوار سے خالی دیکھ کر بڑی چستی کے ساتھ تلوار کا وار کیا۔ اور اگر قیس رضی اللہ عنہ پھرتی کے ساتھ دشمن کا وار خالی نہ دیتے۔ تو اس کا وار گردن پر پڑ چکا تھا۔ تلوار پہنچنے تک خنجر سے ہی کام لیتے رہے۔ اور جونہی کہ قیس کے پاس تلوار پہنچی۔ فوراً دشمن کی آتش کفر و طغیان کو آب شمشیر سے فرو کیا۔ اور حریف واصل جہنم ہو گیا۔

قیس رضی اللہ عنہ کا حریف واصل جہنم ہوا ہی تھا۔ کہ رومیوں کے سپہ سالار وریجان نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو جو بیس ہزار کی تعداد میں تھی۔ مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن میمنہ والوں نے اس تندی کے ساتھ جواب دیا۔ کہ ان کے ہوش غفرو ہو گئے۔ پھر دوسرے اور تیسرے حصہ کو بھی حملے کا حکم دیا۔ لیکن ان کو بھی منہ کی کھانی پڑی۔ تنگ آ کر نہایت غصے کی حالت میں وریجان نے ایک لاکھ کی جمعیت سے میمنہ پر حملہ کیا۔ مسلمان اس حملہ کی تاب نہ لا کر اس قدر پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ کہ عورتوں کے خیموں تک جا پہنچے۔ اور سوائے افسران یا چند اور جانبازوں کے میمنہ پہ کوئی بھی قایم نہ رہ سکا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے مسلمانوں کو عورتوں نے بڑی غیرت و شرم دلائی۔ اور بچوں کو دکھا دکھا کر کہنے لگیں۔ کہ مدینہ الطیبہ بہت دور ہے۔ ہمیں کس کے پاس چھوڑے جاتے ہو۔ کئی عورتوں نے خیموں کی چوبوں کو اکھاڑ کر بھاگنے والوں کے منہ توڑ دیئے۔ کئی عورتیں مردانہ وار میدان میں کود پڑیں۔ اور مسلمانوں کو شرم و غیرت دلانے لگیں۔ کہ جہاد سے منہ موڑ کر واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی خلاف ورزی کر کے مستوجب عذاب الٰہی نہ ہو۔ ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰلہ جھنم وبئس المصیر ۝ فرمان الٰہی کو مدنظر رکھو۔ اور اپنے سرداروں کی طرف دیکھو جو کمال جانبازی کے ساتھ منکران خدا اور رسول کے مقابلے میں ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹے کھڑے ہیں۔ ابوسفیان کی زوجہ ہندہ نے اپنے خاوند کو بڑے جوش کے ساتھ پکارا۔ کہ بتوں کی حمایت میں اس قدر جانبازی اور حمایت خدا اور رسول

ہیں اس قدر بزدلی۔ کچھ شرم کرو۔ اور اپنے سابقہ گناہوں کا کفارہ آج ثابت قدم رہ کر ادا کرو۔ اور اپنے آپ کو آتش دوزخ سے بچاؤ۔ اپنے بیٹے کی طرف دیکھو وہ کس بہادری اور آن کے ساتھ کھڑا ہے۔ اور دشمنان خدا اور رسول کو ان کی کیفر کردار تک پہنچا رہا ہے۔ اکابرین قریش میں سے ہو کر بوڑھاپے میں یہ بدنامی کا ٹیکہ نہ لگواؤ۔ اور دشمنوں کو زیادہ زیادہ موقعہ نہ دو۔ خولہ رضی اللہ عنہا نے یہ رجزیہ شعر پڑھ کر غیرت دلائی ؎

یا ھاربا عن نسوۃ تقیات رمیت بالسہم والمنیات

میمنہ کی پیچھے ہٹنے والی فوج کی مدد کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہبیرہ بن مسروق اور قیس بن ہبیرہ کو بھیجا۔ لیکن رومیوں کے ٹڈی دل کے سامنے کوئی پیش نہ جا سکی آخر کار حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود رومیوں پر عقب کی طرف سے اپنی غیر معمولی تیزی اور تندی کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور دوسری طرف سے عورتوں نے کمال دلیری اور جانبازی سے خود میدان جنگ میں کود کر اور مجاہدین کو غیرت دلا کر ثابت قدم کر دیا۔ اور وہ پھر لوٹ پڑے۔ اور مردانہ وار مقابلے پر ڈٹ کر نہایت جانبازی کے ساتھ اپنے مورچوں تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ عقب کی طرف سے خالدی حملات نے رومیوں پر قیامت ڈھادی اور سامنے سے شکست خوردہ مسلمان جم کر متواتر حملات کرنے لگے جس سے جملہ رومی حملہ آوروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور وہ دو فوجوں کے درمیان آ کر بہت بری طرح سے پس گئے۔ ہر چند انہوں نے کوشش کی۔ مگر نہ سنبھل سکے۔ اور تتر بتر ہو گئے۔ اسی اثناء میں ان کے سپہ سالار دریجان کو ضرار بن الازور نے ایک ہی وار میں نہنگ اجل کے منہ میں دھکیل دیا جس سے وہ اور بھی پریشان ہو کر نہایت بدحواسی کے عالم میں کشتوں کے پشتے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ چونکہ میمنہ کا انتظام بوجہ شکست کے درہم برہم ہو چکا تھا۔ اس لئے ان بھگوڑوں کا تعاقب نہ کیا گیا۔ اور صف بندی کا انصرام ضروری سمجھا۔ اس موقع پر قباث بن اشیم نے کمال بہادری اور دلیری کے ساتھ جائے قیام اور عورتوں کی حفاظت کی۔

عین اس وقت جبکہ میمنہ کے شکست کھانے پر خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اور میمنہ والوں کو شکست دے کر غنیم کو بے نیل و مرام واپس کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ تو موقعہ کو غنیمت جان کر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک طرف متوجہ دیکھ کر رومیوں

Marfat.com

کے ایک اور نامور سپہ سالار قناطر نے اپنی ایک لاکھ کی جمعیت سے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو اللہ تعالےٰ کے ہاں سے ایک غیر معمولی دلیری چستی۔ چالاکی اور حیرت افزا عقل لے کر آئے تھے۔ اور کہ جن کی نگاہ مخالف اور موافق دونوں فوجوں میں یکساں کام کرنے کی عادی تھی۔ میمنہ کی طرح میسرہ کو بھی پسپا ہوتے دیکھ کر برق کی سی تیزی کے ساتھ امداد کو پہنچے۔ اور اللہ اکبر کا دل ہلا دینے والا نعرہ لگا کر غنیم کے دلوں کو دہلا دیا۔ اور بلند آواز سے پکارا سے

زپیش من شیر دشمن گریزے
کجا جاں برد رومی سست پائے
غزالے براہ خدا مے کنم
مخالف چہ باشد کہ خالد منم

بہادر خالدؓ کا مہیب نام سنتے ہی دشمن میں ایک قسم کا لرزا پڑ گیا۔ اور دفعتہً ایک ہی حملے میں جس کو طوفان قیامت سے تشبیہ دینا کوئی مبالغہ نہیں۔ غنیم کو پسپا کر دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ جہاں ایک مدبر سپہ سالار تھا۔ وہاں ایک شیر دل سپاہی بھی تھا۔ اپنی خداداد محیر العقول چستی و چالاکی اور تیزی تندی کے ساتھ نہایت عجلت سے میمنہ اور میسرہ کو ایک ہی رزمگاہ بنا رہے تھے۔ اگر ایک نعرہ میمنہ میں لگا کر دشمن میں ابتری ڈال دی ہے۔ تو فوراً ھل من مبارز کا دوسرا نعرہ میسرہ پر جا لگایا۔ اور دشمن کو اس امر کا علم نہ ہونے دیا۔ کہ خالدؓ میسرہ پر ہے یا میمنہ پر۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح پر فتوح اس بے نظیر بہادر سپہ سالار پر لبسرائے پردہ یثرب میں خوش ہو رہی تھی۔ اور بارگاہ لم یزلی سے دعائے فتح و نصرت طلب کر رہی تھی۔ غرض صولت خالد ہی نے میمنہ پر تو دریجان کو واصل جہنم کر دیا۔ اور میسرہ پر قناطر کو ساری طراریاں بھلا دیں۔ اور وہ اپنا شاندار صلیبی علم بھی چھوڑ کر بادل بریاں پیچھے ہٹ گیا۔ اگرچہ انہوں نے اپنے علم کو واپس لینے میں نہایت جانبازی دکھلائی۔ لیکن قبیلہ دوس کے علمبردار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ساری جانبازی کو خاک میں ملا دیا۔ اور بے نیل و مرام نقصان کثیر اٹھا کر نہایت خفت و ندامت کے ساتھ واپس ہو گئے۔

قناطر و دریجان کے شکست کھاتے ہی خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً صف بندی کے بگڑے ہوئے نظام کو اشاروں ہی اشاروں میں درست کر لیا۔ اور پھر جنگ مبارزانہ شروع ہوئی۔ رومیوں کی طرف سے باری باری نامور پہلوان اور دل گردے والے نوجوان نکلنے

Marfat.com

رہے۔ لیکن ضرار بن الازورؓ۔ شرجیلؓ بن حسنہ اور زبیر بن العوام اپنے ہر نئے آنے والے مدمقابل کی رسن حیات کو ایک ہی ہاتھ میں منقطع کر دیتے رہے۔ بالآخر نہایت غصے کے ساتھ جوش انتقام سے متاثر ہو کر خود شاہ روم میدان میں نکلا۔ اور زبیرؓ بن العوام کے مقابلے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو بہادر شناسی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ دور سے ہی تاڑ لیا کہ زبیر بن العوام ایک تو تھک چکے ہوں گے۔ اور نیز اپنے مدمقابل کے جوڑ بھی نہیں ہیں اس لئے گھوڑے کو مہمیز دے کر خود شاہ روم کے سامنے آ کھڑے ہوتے۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔ شاہ روم نے بہادر خالدؓ کو اپنی ڈیل ڈول۔ قد و قامت اور جسامت سے بہت کم دیکھ کر بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ حملہ کیا لیکن جس چستی و چالاکی کیساتھ آپ نے شاہ روم کا وار بچا کر خالی ایک پینترا بدلا۔ اس نے شاہ روم کے ہوش گم کر دیئے۔ مگر اب بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً مقابلے میں قائم رہنا پڑا لیکن ہیبت خالدی سے بید کی طرح تھر تھر کانپ رہا تھا۔ آخر کار شمشیر خالدی کی ایک ہی ضرب سے واصل جہنم ہو گیا۔ اور فخر و غرور دھرا دھرا رہ گیا۔

بہادر خالد رضی اللہ عنہ کی عقل دقیقہ رس مہارت جنگی اور معاملہ شناس نگاہوں نے جب شاہ روم اور مشہور سپہ سالار دریجان کی موت۔ قناطر کی شکست فاش اور علم صلیبی کے چھن جانے سے رومی افواج میں بد دلی اور مایوسی کے آثار دیکھے۔ اور دوسری طرف بہادر غازیوں کے بڑھتے ہوئے جوش اور شوق شہادت کو ملاحظہ کیا۔ تو مناسب و موزوں جوشیلی تقریر کے ذریعے مجاہدین کو بیش از بیش سرشار شہادت بنا کر ایک عام اور متفقہ حملے کا حکم دیا جو تکبیر کے نعروں کے ساتھ اس تیزی اور تندی کے ساتھ کیا گیا۔ کہ رومی افواج کا ٹڈی دل باوجود سخت مقابلہ کرنے کے مجاہدین کے حملے کو طوفان قیامت سمجھ کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا مسلمان جس تیزی کے ساتھ رومی فوجوں کو دباتے چلے جا رہے تھے۔ اسی تیزی میں رومی مورچوں تک بڑھتے چلے گئے۔ لیکن جونہی کہ وہ مورچوں کے قریب پہنچے۔ اور قریب تھا۔ کہ بزور شمشیر ان سے مورچے چھین لیں۔ زہر آلود تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور رومی قادر اندازوں نے اس کثرت سے تیر بارانی کی۔ کہ مسلمانوں کو سخت چشم زخم پہنچا اور ان کو مجبوراً رک جانا پڑا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جب اس کو دیکھا۔ تو فوراً پیادہ فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔ جنہوں نے نہایت چستی اور چالاکی سے آگے بڑھ کر ترکی بہ ترکی تیروں کا جواب تیروں سے دیا۔ لیکن مسلمان تیر اندازوں کے جواب سے پیشتر قریباً سات سو مجاہدین

آنکھیں کھو بیٹھے جس کا بہادر خالدؓ کو از حد ملال ہوا۔ چند ایک بہادر پیادے تیروں کو چھوڑ کر تلوار سونت نہایت جانبازی کے ساتھ مخالف فوج میں گھس گئے جن میں سے اکثر شہادت پا گئے۔ اور باقی سینکڑوں رومیوں کو واصل جہنم کر کے واپس آگئے۔ ان میں سے مالک بن حارث رضی اللہ عنہ کی بہادری خاص طور پر قابل تعریف تھی۔ سپہ سالار افواج پیادگان کو بھی چشم زخم پہنچا جس سے ان کی ماتحت فوج کے قدم متزلزل ہونے کو ہی تھے۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ نے گھٹنے ٹیک کر ڈھال پر دشمن کے تیروں کو روکنے کی ہدایت کی جس کی تعمیل کرنے سے وہ جم گئے۔ اسی اثناء میں حضرت خالد رضی اللہ نے جس کی مشہور اور شجاع طبیعت کڑی سے کڑی مصیبت میں پیچھے قدم ڈال کر سیف اللہ کے معزز و مقتدر خطاب کو بٹہ لگانا پسند نہیں کرتی تھی یہ فیصلہ کن حملہ کرنے کی نیت کر کے خدا کے توکل پر سوارہ فوج کو متفقہ طور پر حملہ کرنے اور آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔ اور عاقبت سے اس خیال سے کہ کہیں خدانخواستہ رومی خلاف توقع اپنے ٹڈی دل کے سہارے سخت مقابلہ کر کے مجاہدین کو پیچھے ہٹنے پر مجبور نہ کر دیں۔ اور پہلے کی طرح میسرہ اور میمنہ کا نظام درہم برہم نہ ہو جائے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو قلب لشکر سے نکال کر عقب میں بھیج دیا۔ اور ان کی جگہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ تاکہ اگر مجاہدین پیچھے ہٹنے پر مجبور بھی ہو جائیں۔ تو وہ امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو دیکھ کر نادم ہوں۔ اور واپس پلٹ کر جم جائیں اور مستورات کی بھی بخوبی حفاظت ہو سکے۔ یہ تجویز ایک معقول تجویز تھی جس پر عین دوران جنگ میں عمل پیرا ہو کر بہادر خالدؓ نے اپنی لیاقت جنگی۔ خداداد عقل و فراست کا پورا پورا ثبوت دیا۔ اور یہ تبدیلی بھی اس طرح وقوع میں آئی۔ کہ کسی قسم کی گڑبڑ لاحق نہ ہونے پائی ۔

سخت تیر بارانی کی حالت میں جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنے کو ناگوار نقصان دہ اور شان سپہ سالاری کے برخلاف دیکھ کر فوج سوارہ کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ تو حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے جو ایک جلد باز نڈر بہادر تھے۔ اور قبل از اسلام کئی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑ چکے تھے۔ پکار کر کہا۔ کہ کون ایسا ہے جو میرے ساتھ موت پر بیعت کرتا ہے۔ ان الفاظ کے سنتے ہی پرجوش دلاور ضرار بن الازور نے سب سے پہلے ہاتھ بڑھا کر مرنے پر بیعت کی۔ اور پھر آپ کے چچا حارث بن ہشام نے بیعت

Marfat.com

کی۔ اس کے بعد کئی اور عاشقان اسلام و سید خیر الانام نے بیعت کر کے جوش تہور میں گھوڑے
آگے بڑھائے۔ اور نہایت بے جگری سے غنیم پر ٹوٹ پڑے حضرت عکرمہ رضؓ بن ابوجہل نے
حملہ کرتے ہی آگے بڑھ کر کہا۔ کہ اے بزدل عیسائیو۔ تم دیدہ دانستہ منکران خدا و رسول ہو
کر پہلے کافر بنے ہو پس واعلموا انکم غیر معجزی اللہ وان اللہ مخزی الکافرین فرمان
آلہی کو یاد رکھو۔ اور جان لو۔ کہ تمہاری تباہی اور رسوائی کا وقت آپہنچا ہے۔ قضائے مبرم کی
طرح شیر دل مجاہدین میرے پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں اور اللہ تعالے کی مدد ان کے ساتھ
ہے۔ اور وہ بفضل آلہی تمہاری عالیشان سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کیلئے
کافی ہیں۔ میں بحالت کفر اپنی جہل و نادانی کی بدولت مخالفت رسول اللہ میں پیش پیش تھا۔
لیکن اب جبکہ میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو چکا ہوں۔ رسول اللہ کی تکذیب اور
مخالفت کرنیوالوں کے مقابلہ میں میرا قدم پیچھے نہیں پڑ سکتا۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ اور
شمشیر اسلامی کی کاٹ کے جوہر دیکھو۔ کہ وہ کس طرح منکران خدا اور رسول کو ان کے کفر
کا مزہ چکھاتی ہے۔ ان جوش بھرے کلمات کہنے کے بعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس
شجاعت اور سیاست اور بے جگری کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے
اور ہزاروں انسانوں اور حیوانوں کی لاشوں کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں میں روند ڈالا جب
اس طرح بھی سیری نہ ہوئی۔ تو شوق شہادت اور جوش شجاعت میں گھوڑے سے
نیچے اتر آئے جب امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس حال کو دیکھا۔ تو فوراً کہلا بھیجا۔ کہ اپنے
مرکب کو نہ چھوڑیں۔ آپ جیسے بہادر سرداروں کی شہادت مجاہدین کے حوصلے کو متزلزل کر
دے گی لیکن شیر دل عکرمہ نے عرض کی کہ اے بہادر سردار آپ جیسے نامور حضرات کی موجودگی
میں عاشقان اسلام اور رسول خیر الانام اور طلبگاران شہادت مجاہدین کے حوصلوں کا پست
ہونا بے معنے ہے۔ ایام جہالت میں بتوں کی خاطر کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو اس قادر و توانا ذات
آلہی کی اشاعت توحید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کس طرح کر سکتا ہوں۔ بمنشائے رسالت
پناہی ان السیف محا للخطایا وادخل من ای ابواب الجنۃ شاء میں اپنے ان سابقہ
گناہوں کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھوں رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت
تکالیف پہنچی ہوتی ہیں جن کی تلافی اللہ تعالے کی راہ میں شہید ہو کر کر سکتا ہوں۔ یہ جواب
دے کر شہادت کا متوالا۔ رضائے آلہی کا شیدا اس ثابت قدمی اور شجاعت سے شمشیر بکف

ہوا۔ کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور سینکڑوں زخم کھا کر معہ اپنے ہمراہیوں کے رومیوں پر شوکت و جانبازی اسلام کا سکہ بٹھا کر گرا۔ اور ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربہم یرزقون ۝ کے مطابق شہید ہو کر ابدی زندگی حاصل کر کے اللہ تعالےٰ کا مہمان بن گیا۔ عین حالت نزع میں کوئی شخص آپ کے چچا حارث بن ہشام کے پاس پانی لے گیا۔ جن کے پاس ہی ایک طرف عکرمہ رضی اللہ عنہ دم توڑ رہے تھے عکرمہ رض نے پانی طلب کیا۔ آپ کے چچا نے عکرمہ کی طرف پانی بھیجدیا۔ اور خود منہ نہ لگایا۔ ابھی عکرمہ رض پانی نہ پینے پایا تھا۔ کہ ایک طرف سے دوسرے مسلمان عیاش بن ربیعہ نے پانی طلب کیا۔ کل مومن اخوۃ کے مطابق جوش ہمدردی سے متاثر ہو کر عکرمہ نے عیاش کی طرف پانی بھیجدیا۔ لیکن اتنے میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ پانی پلانے والا واپس عکرمہ کے پاس پہنچا۔ لیکن آپ بھی سپارجان ہو چکے تھے۔ اس کے بعد حارث کی طرف رخ کیا۔ لیکن وہ بھی رحلت فرما چکے تھے۔ غرض کسی نے بھی پانی کو منہ نہ لگایا۔ یہ ہے کُلّ مُؤمِنٍ اِخْوَۃٌ کی اسلامی تعلیم کا اعلےٰ نمونہ کہ حالت نزع میں خود غرضی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ اور دوسرے مسلمان کی جان کو اپنی جان سے قیمتی سمجھا۔ جو ایثار کا ایک اعلےٰ نمونہ ہے۔ کاش مسلمان اپنے ان اسلاف کی اس نظیر کو غور کر کے دیکھیں۔ سوچیں سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ تاکہ ہم بھی قعر ذلت سے نکل کر اوج کمال پر پہنچیں۔ اور ہدایت عالم کا جو اللہ تعالےٰ نے گرانبار جوا ہماری گردنوں پر ڈالا ہوا ہے۔ اس سے بآسانی سبک دوش ہو سکیں۔

پیچھے پیچھے خالد رضی اللہ عنہ نے بھی معہ اپنے جانباز مجاہدین کے رومیوں کو دباتے چلے آرہے ہیں جب مقتولوں کے ڈھیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھا۔ تو گھوڑے سے اتر کر عکرمہ کے سر کو اپنی ران پر رکھ کر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قیاس غلط تھا۔ کہ ہم شہید ہو کر نہیں مریں گے۔ الغرض مسلمان حملہ آور اپنے نامور سرداران کی ماتحتی میں پرجوش تیز و تند حملے کر کے اللہ اکبر کے نعروں سے دشمن میں تزلزل برپا کر تے۔ اور ھل من مزید۔ کی رٹ لگاتے۔ دفعتہً رومی تیر اندازوں کی زد سے باہر ہو گئے۔ اور ان میں سے اکثروں کی

گردنوں کوناپ کر آگے بڑھ گئے۔ اور مورچے پر مورچہ چھننے لگا۔ پیادہ فوج ابھی تک رومی تیر اندازوں کے سامنے استقلال کے ساتھ جمی کھڑی تھی۔ اور مسلمان سوارہ فوج غنیم کے تیر اندازوں سے آگے بڑھ کر سوار اور پیادہ افواج میں باعث افتراق ہوگئی۔ جس سے اور بہت سا ضعف پہنچا۔ تیر اندازوں کو ان پر بہت کچھ بھروسہ تھا۔ کہ وہ اپنی سخت تیر باراتی سے مسلمانوں کو یقیناً آگے بڑھنے سے روک دیں گے۔ لیکن افسوس انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی متہورانہ طبیعت کا اندازہ نہیں لگایا جن کی صفات میں دشمن سے مرعوب ہوکر پیچھے ہٹنے کا لفظ تک نہیں تھا۔

جونہی کہ رومیوں کے مورچے چھننے شروع ہوئے۔ ان کی صف بندی بالکل ٹوٹ گئی۔ اور اگرچہ انہوں نے لاکھ کوشش کی۔ کہ صف بندی قائم ہو جائے۔ مگر بہادر خالدؓ اور ان کے شیر دل ماتحت سرداران قیس بن ہبیرہ۔ میسرہ بن مسروق۔ شرحبیل بن حسنہ اور سعید بن زید نے ایسے پرزور اور قیامت خیز متواتر حملات کئے۔ کہ غنیم کو صف بندی کا موقعہ نہ دے کر مبہوت بنا دیا۔ اور باوجود ان کی غضبناک بہادری دکھانے کے آخر کار فوج کی بے انتظامی مسلمانوں کے اٹھتے ہوئے جوش اور بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھ کر حوصلے پست ہوگئے۔ اور مسلمانوں نے جو غنیم کے افسران فوج کو عام سپاہ سے پہلے نہنگ اجل کا لقمہ بنانے میں جہارت تامہ اور خاص شوق رکھتے تھے۔ اس جنگ میں وہی روش اختیار کر کے چن چن کر افسروں کو ہی حتی المقدور سب سے پہلے آب اجل پلانے لگے۔ جس کو دیکھ کر رومیوں کی رہی سہی کمر ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ خالد رضی اللہ عنہ نہایت تیزی کے ساتھ بڑھتے کشتوں کے پشتے لگاتے۔ تکبیر کے نعروں سے غنیم کو لرزہ براندام کر کے اور ان کو چیرتے پھاڑتے سپہ سالار اعظم باہان کے خیمے تک پہنچ گئے۔ جو سب سے پیچھے ایک بلند جگہ پر نصب تھا۔ لیکن جیسے کہ پیچھے لکھا جا چکا ہے۔ باہان لڑائی کا رنگ دیکھتے ہی جبکہ مورچے چھننے لگے چپ چاپ بھیس بدل کر اپنی سوچی ہوئی تجویز کے مطابق بھاگ چکا تھا۔ لیکن اجل گرفتہ بدنصیب باہان گمنامی کی حالت میں ہی دمشق کے قریب کسی مسلمان کی شمشیر کا طعمہ بن گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے باہان کے خیمے کے پاس پہنچ کر چلا کر مسلمانوں کو دلاسہ دیا۔ اور فرمایا کہ بہادر مسلمانوں۔ دشمن کا دم فنا ہو چکا ہے۔ طاقت سلب ہوگئی ہے بڑے بڑے مشہور افسر تمہاری شمشیر خارا شگاف کی نذر ہو چکے ہیں۔ بس ثابت قدمی سے بڑھنے

چلے آؤ۔ صرف ایک ہی حملہ دشمن کو فرار ہونے پر مجبور کر دے گا۔ پرجوش مسلمانوں نے جب اس آواز کو سنا۔ اور سیاہ علم محمدی کو سپہ سالار اعظم باہان کے خیمے پر لہراتے ہوئے دیکھا تو وہ اور دلیر ہو گئے۔ اس حال کو دیکھ کر کئی رومی افسروں نے اپنے اپنے منہ پر رومال ڈال لئے۔ کہ اگر باوجود اس قدر کثرت فوج۔ سامان جنگ اور مشہور مدبر و بہادر سپہ سالاران کی موجودگی ہیں یہ نامراد آنکھیں فتح نہیں دیکھ سکیں تو شکست کی صورت کو بھی نہ دیکھیں۔ غرض مسلمانوں نے بڑے جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ اور اپنے بہادر سردار خالد رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن میدان خالی تھا۔ دشمن ہار چکا تھا۔ جی چھوٹ چکا تھا۔ ٹڈی دل کے دھوئیں بکھر چکے تھے۔ خاک مقابلہ کرتے۔ جدھر سینگ سمائے۔ بھاگ گئے۔ دور تک تعاقب کیا گیا۔ ہزاروں سر تن سے جدا کئے گئے۔ بے شمار بھاگتے ہوئے عیسائی اور کوئی راہ نہ پاکر دریائے یرموک میں ہی کود پڑے۔ لیکن تقدیر پانسہ پلٹ چکی تھی۔ دریا کی پرجوش روانی اور غضب کی لہروں نے بھی وہی مسلمان مجاہدین کا سا سلوک کیا۔ اور اپنے خوفناک تھپیڑوں سے مرعوب کر کے ان کو نہنگ اجل کے منہ میں دے دیا۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے دوگانہ شکر ادا کیا۔ کہ اس خوفناک لڑائی کا فیصلہ بصورت فتح ظاہر ہوا۔ یہ پہلی اور خوفناک کاری ضرب تھی۔ جو صدیوں کی طاقتور مالدار اور شہرہ آفاق سلطنت روم پر پڑی۔ جس نے اس کی جڑوں کو بالکل کھوکھلا کر دیا۔ اور کمر ہمت توڑ کر اوسان خطا کر دیئے۔ رومیوں کا مال غنیمت نقد۔ سونا۔ چاندی۔ پارچات۔ سامان جنگ۔ سامان رسد۔ گھوڑے۔ اونٹ۔ اور خیمہ وغیرہ لاتعداد شمار ہیں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کے مقابلے میں وہ رقم جو باہان قبل از جنگ مسلمانوں کو بطور لالچ کے دیتا تھا۔ بالکل ہیچ تھی۔ مال غنیمت کا خمس معہ نوید فتح دربار خلافت میں بھیجکر دعائے فتح و نصرت کی استدعا کی گئی۔ اور باقی سپاہیوں پر تقسیم کر دیا۔ روایت ہے کہ ہر ایک سوار مجاہد کو چوبیس چوبیس ہزار مثقال اور ہر پیادے کو آٹھ آٹھ ہزار مثقال صرف سونا ہی ملا۔ جو مال غنیمت کا حصہ تھا۔ اور باقی حصہ جو دیگر مال مثلاً چاندی۔ سکہ مسکوک اسلحہ۔ سامان رسد و غیرہ وغیرہ میں ان کو ملا۔ وہ اس کے علاوہ تھا۔ جب اس فتح کی خبر دربار خلافت میں پہنچی۔ تو خالد رضؓ کے حق میں ایسے کلمات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استعمال کرتے ہوئے تعریف کی جو اس سے

پہلے نہیں کئے گئے تھے۔ اور اس بہادر کی ہمت کو بہت کچھ سراہا گیا۔
چالیس ہزار عیسائی اس جنگ میں قید ہوئے۔ ایک لاکھ میدانِ جنگ میں کھیت رہے۔ اور مقتولوں کی تعداد سے زیادہ تعاقب میں اور دریا میں ڈوب کر تلف ہو گئے۔ مجروح اور وہ لوگ جو ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو گئے۔ ان کی تعداد کا کوئی علم نہیں۔ مسلمانوں میں تین چار ہزار کے درمیان مجاہدین سپار جاں ہوئے۔ جن میں عکرمہ رضؓ بن ابوجہل۔ ہشام بن العاص۔ سعید اور زبان وغیرہ وغیرہ ایسے نڈر بہادر بھی شہید ہو گئے۔ جن کا سارے مسلمانوں کو عموماً لیکن بہادر خالدؓ کو خصوصاً بڑا ملال ہوا۔ لیکن سوائے اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر صبر و شکر کیا جاتے۔ اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔
فتح کے بعد تمام مجاہدین کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی اطلاع دے دی گئی۔ جس کے سنتے ہی سب نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر صبر و شکر کیا۔ بہادر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غائبانہ بیعت کا اقرار کیا۔ اب اگرچہ سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ مقرر ہو گئے تھے۔ لیکن آپ نے اپنی نیک نفسی سے تمام تر توجہ خالد رضی اللہ عنہ پر منحصر رکھا۔ اور ان کی صلاح کے بغیر کوئی کام نہ کیا۔

جنگ اجنادین

یرموک میں فتح پاکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اجنادین کا رخ کیا۔ جہاں کہ عیسائی افواج کا بڑا بھاری اجتماع خود ہرقل اعظم کے بھائی تدارک تھیوڈر کی ماتحتی میں گذشتہ جنگ یرموک کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ اور حملہ منہزم شدہ سپاہ بھی اسی طرف جمع ہو گئی تھی۔ اگرچہ یرموک میں قیصر روم کو ایسی کاری ضرب لگ چکی تھی۔ کہ مکرر مسلمانوں کے مقابلے میں اس کے آنے کی امید نہیں تھی۔ لیکن چونکہ خلیفہ اول کی وفات اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس لئے ہرقل نے اس خیال سے کہ جس طرح دیگر دنیاوی بادشاہوں کے مرنے پر ملک میں افراتفری پڑ جایا کرتی ہے۔ مسلمانوں میں بھی پڑ گئی ہوگی۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی نے اس کو بہت سا بیدل بنا کر اس کی شجاعت و سیاست پر پانی پھیر دیا ہو گا۔ اس لئے اس سے

بہتر موقعہ مل سکنا محال ہوگا۔ نیز ابو عبیدہ رضؓ کی سپہ سالاری نے بھی اس کے خام خیال کو بہت تقویت دی۔ کیونکہ وہ پیشتر ازیں رومی فوجوں کے مقابلے میں کوئی نمایاں ترقی نہ کرسکنے کی وجہ سے ناکام سپہ سالار ثابت ہو چکے تھے۔ لیکن مقابلے کے وقت بہت جلد وہ سارے خیالات جن کی بنا پر اس نے جنگ کا بیڑہ اٹھایا غلط ثابت ہو گئے۔ اور اس کو مجبوراً نہایت افسردگی میں نتیجہ جنگ سے مطلع ہو کر

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کہنا پڑا۔ اور اس کو معلوم ہوگیا۔ کہ نظام اسلام کو موروثیت سے کچھ واسطہ نہیں ہے اور تعلیم محمدیؐ نے ہر فرد اسلام میں وہی جوش بھر دیا ہے۔ جو خالد رضی اللہ عنہ کے دل میں ہے۔ اور حمایت و اشاعت اسلام میں بڑے سے بڑے دنیاوی لالچ سے بھی مرعوب نہیں ہو سکتے اور نہ وہ اپنی کوششوں میں ہزارہا تکالیف کے باوجود قدم پیچھے ہٹاتے ہیں۔ باوجود ذاتی نقصان کے اطاعت امیر سے سر مو تجاوز نہیں کرتے۔ اور تعلیم محمدیؐ کے قانون مساوات نے سپاہی اور سپہ سالار میں کوئی تمیز باقی نہیں رکھی۔ اور وہ صرف رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔

جب بہادر خالد رضؓ کو معلوم ہوا۔ کہ اجنادین میں فوج کا اجتماع ہو رہا ہے۔ تو آپ نے نہایت سرعت کے ساتھ کوچ کا حکم دے دیا۔ تاکہ جس قدر بھی جلدی ہو سکے۔ دشمن کے بالمقابل ان کو مزید اجتماع افواج اور فراہمی سامان حرب سے روک دے۔ اور ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے دیگر عساکر اسلامیہ کو جو مختلف جگہوں پر برسرپیکار تھے۔ زیادہ جرأت و ہمت دکھلانے کا موقعہ دے۔ اس وقت حضرت عمرو بن العاص فلسطین میں شمشیر اسلامی کے کارہائے نمایاں دکھا رہے تھے۔ اور بفضل ایزدی نمایاں کامیابی حاصل کر رہے تھے۔

یہاں رومیوں کی کم و بیش ڈھائی لاکھ فوج جمع ہو چکی تھی۔ جو شہرہ آفاق نامی گرامی سپہ سالاروں کے ماتحت تھی۔ اور خود ہرقل اعظم شہنشاہ روم کا بھائی تدارک تھیوڈر اس مہم کا سپہ سالار اعظم تھا جس کی مدد کے لئے وردان نامی ایک اور مشہور و معروف ماہر جنگ سپہ سالار اس کا نائب تھا۔ تدارک تھیوڈر نے سب سے اول ایک پادری کو لشکر اسلامیہ میں دریافت حالات کی غرض سے بھیجا۔ جب وہ پادری لشکر اسلام میں پہنچا۔ تو مسلمانوں کی

آپس کی ہمدردی۔ خلق و مروت۔ احسان وحیا کی عادات کو ملاحظہ کرنے کے بعد جو تعلیم اسلام کا نتیجہ تھیں۔ بصدق دل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط کہہ کر حلقہ بگوشان اسلام کی سلک میں منسلک ہو گیا۔ اور اپنے لشکر میں واپس جا کر مسلمانوں کے جملہ حالات سے کلیتہً آگاہی دے دی۔ اور کہا کہ مجھے امید نہیں۔ کہ اس قوم سے آپ عہدہ برآ ہو سکیں۔ تدارک تھیوڈور پر اگرچہ اس کے بھائی ہرقل اعظم کی طرح اسلام کی صداقت ظاہر ہو گئی۔ مگر دنیاوی جاہ حشمت جو قیصر کو اسلام اختیار کرنے میں سدراہ ہوتے۔ اسی لالچ کا شکار تدارک تھیوڈر بھی ہو گیا۔ اور ننگ و ناموس قومی سے مجبور ہو کر آمادۂ جنگ ہو گیا۔

صف بندی کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے اول اسلامی مستورات کے سامنے ایک پرجوش تقریر کرتے ہوئے دشمن کی زیادتی وغیرہ کے تمام خطرات کو ان کے دلوں سے مٹاتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دلا کر تحریص شہادت دلائی۔ اور فرمایا۔ کہ اگر کسی مسلمان کو بھاگتے دیکھو۔ تو جس طرح بھی بن پڑے۔ اس کو شرم و غیرت دلاؤ۔ اور جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کو عذاب آلہی سے ڈرا کر واپس میدان قتال میں کٹ مرنے پر مجبور کرو۔ چنانچہ عورتوں کی طرف سے عفیرہ بنت غفار نے خالد رضی اللہ عنہ کو تسلی بخش جواب دیتے ہوئے عرض کی۔ کہ اے سردار ہماری تمنا تو یہ ہے۔ کہ آپ ہمیں سب سے آگے مقدمۃ الجیش میں تعینات فرماویں۔ اور دیکھیں کہ مستورات عرب ان شریر رومیوں کو جو خدا اور رسول کے نافرمان ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے کر افترا باندھتے ہیں۔ کیسا مزا چکھاتی ہیں۔ ہم کفار کی کثرت سے ڈر کر پیچھے ہٹ جانے والی نہیں۔ بلکہ اللہ۔ رسول اور اس کے خلیفے کی اطاعت میں اپنا مال۔ جان اور فرزند سب کچھ قربان کرنے کو اپنا فرض اولین سمجھتی ہیں۔ آپ ہماری طرف سے ہر طرح سے مطمئن رہیں۔ ہر طرح آپ کے احکام کی خاطر خواہ تعمیل کی جائے گی۔

اس کے بعد مورچوں کی دیکھ بھال۔ افواج کا جائزہ۔ ان کی نظم و نسق اور ضروری مقامات کی دیکھ بھال کے بعد فوج کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور اس طرح گویا ہوا۔ کہ اے طلبگاران شہادت و عقیدت شعاران رسالت و خلافت آپ کو معلوم ہے۔ کہ اب مدینہ یہاں سے دور ہے۔ اگر میدان قتال میں پیٹھ دکھا کر بھاگنا چاہو گے۔ تو یاد رکھو۔ کہ دشمن تم کو ہرگز سلامت نہ جانے دیں گے۔ نیز جہاد فی سبیل اللہ میں بھاگنا اطیعوا اللہ و

اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اور جس کی سزا اللہ تعالیٰ نے دوزخ فرماتا ہے۔ اور تم کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ دوزخ کیسی بری جگہ ہے۔ برخلاف اس کے ثابت قدم رہنے ہیں اگر مر گئے تو شہید جن کی شان میں ابدی زندگی اور بیشمار نعمائے آلہی کا وعدہ ہے۔ اور زندہ رہنے کی صورت میں غازی کا معزز لقب اور فتح کی بشارت جس کے بیشمار فوائد دینی اور دنیوی حاصل ہوں گے۔ اور چونکہ تم محض خوشنودیِ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کر رہے ہو۔ اس لئے وہ اپنی نصرت سے تم کو کبھی محروم نہیں کرے گا۔ اور آج سے پیشتر کئی معرکوں میں تم تائید آلہی کا عینی مشاہدہ کر چکے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو ذلیل اور رسوا کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے۔ وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اگرچہ عیسائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ لیکن اول تو انہوں نے تعلیم انجیلی کو اس قدر ترمیم کر دیا ہے۔ کہ توحید کا نام ونشان تک باقی نہیں رہنے دیا۔ اور مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ کی پاک موحدانہ تعلیم کے برخلاف گندہ عقیدہ پھیلا رہے ہیں۔ اور خود مشرک و کافر بن کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسرے چونکہ ہمارے آقائے نامدار نبیوں کے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین اور ناسخ جملہ ادیان ملل سابقہ ہیں۔ آپ ساری دنیا کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے ان کی تابعداری ہر فرد و بشر پر لازم و واجب ہے۔ اور نہ ماننے والا گمراہ و کافر جس کی سزا یہی قیامت کے دن ہمیشہ کے لئے عذاب الیم بھگتنا پڑے گا چونکہ دیگر منکرین کی طرح عیسائیوں نے پیغمبر سے انکار کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو بھی ضرور دوسرے کافروں کی طرح جیسے کہ تم ابتدائے اسلام سے دیکھ رہے ہو۔ ذلیل و رسوا کریگا۔ صرف تمہاری ثابتقدمی اور سچے اسلامی جوش کی ضرورت ہے۔

مخالفین کی کثرت سے ڈر کر حوصلہ ہار دینا شان جوانمردی اور اسلامی سے بعید ہے کیونکہ فتح و شکست قبضہ قدرت میں ہے۔ اور قدرت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یاد رکھو۔ کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہاری موت میدان جنگ میں مقرر ہو چکی ہے۔ تو تم لاکھ کوشش کرو کسی اور طرح تم نہیں مر سکتے۔ لیکن اگر تمہاری موت کسی اور طرح پہ واقعہ ہونی ہے۔ تو لاکھوں کروڑوں تلواروں

Marfat.com

کی دھار۔ تیروں کی بوچھاڑ میں تم کو ذرہ بھر چشم زخم نہیں پہنچ سکتا۔ اور زہے قسمت اس خوش نصیب شہادت کی موت مرنے والے کے۔ جس کو موت کے بعد وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ کے مطابق ابدی زندگی حاصل ہو۔ اور وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ کا مصداق بن جائے۔ پس تم بھی اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے مطابق جنت کے خریدار بن جاؤ۔ اور دشمن کو جتلا دو کہ تمہاری کثرت۔ تمہاری شان۔ تمہاری شوکت و عظمت۔ تمہارا عمدہ سے عمدہ سامان حرب سب کچھ ہماری نظروں میں ہیچ اور کمتر از ہیچ ہے۔ اور ان باتوں سے ہم مرعوب نہیں ہو سکتے۔ اور اس وقت تک ہم میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ تلوار کو نیام میں نہ ڈالیں گے۔ جب تک فرمان آلہی کے مطابق دین کی خرابی نہ مٹ جائے۔ اور ان تمام عقاید فاسدہ کی اشاعت سے تم باز نہ آجاؤ۔ جو انسانی اخلاق کے واسطے زہر ہلاہل سے کم نہیں یا اسلام قبول نہ کر لو۔ میں بعد ظہر دشمن پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے جب تک عام حملے کا حکم نہ دیا جائے صرف جنگ مدافعانہ کرتے رہو۔

اس پرجوش اور حوصلہ افزا تقریر کے بعد آپ قلب لشکر میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ اور بغرض طول جنگ مبارزانہ کرنے لگے۔ سب سے پہلے پرجوش بہادر ضرار بن الازور میدان میں نکلا۔ اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے مبارز طلب کیا۔ اور کم و بیش تین گھنٹے تک شمشیر اسلامی کے جوہر دکھا دکھا کر مخالفین کو حیران کرتا رہا۔ مقابل باری باری سے آتے رہے۔ اور پروانہ راہداری لے کر عدم آباد کو جاتے رہے۔ آخرکار نائب سپہ سالار دس بہادر سوار لے کر خود ضرار بن الازور کے مقابلے کو نکلا۔ لیکن جھٹ پٹ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دردان کو آتے ہی دیکھ کر خود بہادر خالد رضی اللہ عنہ دس جانبازوں کو لے کر شیر دل ضرار رضی اللہ عنہ کی مدد کو آپہنچا۔ اور دردان کو للکار کر دعوت اسلام کرتے ہوئے بصورت انکار مقابلہ کی دعوت دی۔ لیکن دردان خالد رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی ہیبت سے خوفزدہ ہو کر پچھلے پاؤں ہٹ گیا۔ اور تیر اندازوں کو تیر باراتی کا حکم دے دیا۔ جس سے بوجہ مسلمانوں کے مدافعانہ جنگ کے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔

کرنا پڑا۔ آخر جب مسلمان اپنے سالار لشکر کے حکم کے مطابق مدافعت پر ہی اکتفا کرتے رہے تو انہوں نے کمزوری خیال کر کے ایسا زبردست حملہ کیا۔ کہ مسلمانوں کے چند مورچے باوجود کمال شجاعت وسیاست دکھلانے کے چھن گئے۔ اور مسلمان پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں سے چند ایک مورچے چھین لینے پر عیسائیوں کا حوصلہ بہت کچھ بڑھ گیا۔ ہزاروں پادری صلیب اور انجیل ہاتھوں میں لئے عیسائیوں کو حفاظت صلیب کے لئے اکسا رہے تھے۔ اور عیسائی بہادر جوش میں آ کر پہلے سے زیادہ تیزی و تندی کے ساتھ حملے کرتے تھے۔ جس کا جواب نہایت شجاعت سیاست۔ اور استقلال سے دیر تک مسلمان دیتے رہے۔ اور بالآخر عیسائی تھک کر چور ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو ایسے موقعہ کی تاک میں ہی تھے۔ فوراً لشکر قلب سے بجلی کی تیزی کے ساتھ حملہ آور ہو گئے۔ اور مجاہدین کو بھی عام حملے کا اشارہ کر دیا۔ حکم پاتے ہی مجاہدین اسلام نے اپنی شہرۂ آفاق تیزی کے ساتھ تکبیر کے نعروں میں ایسے پر زور حملے کئے۔ کہ نہ صرف اپنے کھوئے ہوئے مورچے ہی واپس لے لئے۔ بلکہ دشمن کو بھی یکے بعد دیگرے بہت سے مورچوں میں سے نکلنے پر مجبور کر کے خود ان پر نہایت سختی اور مضبوطی سے قابض ہو گئے اور عیسائیوں کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی ان مورچوں کو واپس نہ دیا۔ غرض سارا دن صبح سے لے کر شام تک میدان جدال و قتال گرم رہا۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ اور رات کے باعث فریقین اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس چلے گئے۔ تذارک تھیوڈر کو معلوم ہوا۔ کہ پادری کا کہنا بالکل درست ہے۔ اور ایسی قوم سے نپٹ سکنا سخت محال ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ جب مسلمانوں کے مقابلے میں اس کو اپنا بے شمار نقصان جان نظر آتا۔ تو حواس باختہ ہو جاتا۔ سارے ان کی لڑائی نے اگرچہ اس کو بھی گھبرا دیا۔ لیکن نصف فوج سے زیادہ لشکر شمشیر اسلامی کی نظر ہو جانے سے وہ اور بھی حواس باختہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے وردان کو جو اس کا خاص مشیر اور صلاح کار تھا۔ طلب کیا۔ بڑی بحث کے بعد آخر یہ تجویز قرار پائی۔ کہ چونکہ مسلمانوں سے زور بازو کے ذریعے غالب آنا ناممکن امر ہے۔ اس لئے کوئی چال چلنی چاہیئے آخر سوچتے سوچتے ایک تجویز سوجھ گئی۔ کہ مسلمانوں کو ابھی صلح کا پیغام بھیج کر ان کے سردار لشکر کو طلب کیا جائے۔ اور کوئی وقف جگہ ملاقات کے لئے منتخب کی جائے

اور دس زبردست چیدہ چیدہ مسلح آدمی کمینگاہ میں بٹھلائے جاویں۔ جو موقعہ پا کر ایک خاص اشارہ سے پر نکل آئیں۔ اور بیخبری میں حملہ کر کے خالد کو ہلاک کر دیں۔ اس تجویز پر صاد کرنے کے بعد داؤد نامی ایک شخص کو بطور قاصد لشکر اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ جس وقت قاصد لشکر اسلامیہ میں داخل ہوا۔ اس وقت مسلمان عشا کی نماز پڑھ رہے تھے۔ مجبوراً قاصد کو خاموشی کے ساتھ فراغت نماز کا انتظار کرنا پڑا۔ اسی اثنا میں نماز کا سفیر کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا۔ کہ اس کو نماز کے بعد اصلی پیغام دینے کر دل کی بے چینی سے جو جو یائے حقیقت تھی۔ مذہب کی بابت چند سوال کرنے پڑے جب مسیح علیہ السلام کی نسبت اس نے سوال کیا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس نے مسیح علیہ السلام کو خدا کا سچا پیغمبر سنا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ نے مسیح علیہ السلام کی مناسب شرعی تعریف کر دی۔ تو صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی سادگی طرز عبادت۔ آپس کی ہمدردی۔ شرافت۔ خلق و احسان اور پاکیزگی کو دیکھنے سے اسلام کا نور اس کے قلب کو بہت کچھ منور کر چکا تھا۔ برخلاف اس کے عیسائیوں کے جور و طغیان۔ ظلم و شرارت۔ غرور و تکبر اور کفر و شرک کو جن سے پیشتر ازیں اس کو واسطہ پڑ چکا تھا۔ اس کو بالکل نہ بھانے لگا۔ اور ان سے یک قلم متنفر ہو گیا۔ اور راس پر ثابت ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کا ہر فعل محض رضائے الٰہی کے تابع ہے۔ اور ان کی منشار سوائے اشاعت توحید کے اور کچھ نہیں ہے۔ کفر و شرک کو مٹانا ان کا فرض اولین ہے۔ جو انتظام بود و ماند میں خارج ہو کر باعث ازیاد جہل و طغیان ہے جس سے صفات انسانی کو سخت دھچکا لگتا ہے۔ اور انسان اشرفیت سے گر کر ارزلیت میں جا پڑتا ہے۔ باقی شکوک صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی بابت اس کے دل میں رہ گئے تھے۔ جو سوالات کرنے پر نکل گئے حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس پر لازم ہو گیا۔ کہ وہ عیسائیوں کی اس غدارانہ چال سے بھی مطلع کر دے۔ جس کے واسطے فریبانہ طور پر دعوت صلح دی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت یعنی اقرار توحید و رسالت کے بعد تدارک تھیوڈر اور دروان سپہ سالاران کی اصل غرض و غایت دعوتِ صلح سے بھی خالد رضی اللہ عنہ کو آگاہ کر دیا۔ چونکہ حضرت خالد

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیسائیوں کی دعوت پر ملاقات کو منظور تو پیشتر ہی کر چکے تھے جب اس اصل علت سے آگاہی ہوئی تو ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کہتے ہوئے مقررہ وقت سے کچھ پیشتر اپنے دس چیدہ آدمی جن میں پرجوش دلاور حضرت ضرار بن الازور۔ معاذ بن جبل اور سعید بن زید وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ مقررہ جگہ پر بھیج دیئے۔ جنہوں نے جاتے ہی ان کو موقعہ پا کر بصلاح ضرار بن الازور دسوں کو ہی ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ اور ایسی گہری نیند سلایا۔ کہ شور محشر پر بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں۔ پھر ان کے اسلحہ پر قبضہ کر کے ان کی وردیاں خود پہن کر بیٹھ گئے۔ جب مقررہ وقت پر حسب قرارداد رومی سپہ سالار جائے معینہ پر آیا۔ اور دوسری طرف سے حضرت خالد رضی عنہ بھی تن تنہا وہاں گئے۔ تو رومی سپہ سالار بجائے اس کے کہ وہ صلح کی گفتگو کرے۔ اپنی چال اور انتظام پر متفخر ہو کر متکبرانہ انداز میں چھوٹتے ہی بدزبانی پر اتر آیا۔ جس کا ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا۔ آخرکار جب معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ تو اس نے اپنا مقرر کردہ اشارہ کیا۔ جس کے ہوتے ہی دسوں مجاہد نہایت تیزی کے ساتھ نکل آئے۔ اور جب پاس پہنچے۔ تو ان کو دیکھتے ہی دردان نے آہ سرد بھری۔ اور کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔ پرجوش دلاور حضرت ضرار بن الازور نے۔ ع

چاہ کن را چاہ درپیش

کہتے ہوئے ایک ایسا تلا ہوا ہاتھ رسید کیا۔ کہ دردان کو بار گراں سے ہمیشہ کے لئے مخلصی نصیب ہو گئی۔ جب دردان کا سر اور تن تڑپ کر نہایت بے بسی اور بیکسی میں زبان حال سے ؎

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم درآید جو ز جو

کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ٹھنڈے ہو گئے۔ تو خالد رضی اللہ عنہ نے موقعہ کو غنیمت جان کر جو آتے ہی اپنی فوج کو چاک چوبند رہنے کا حکم دے کر آئے تھے۔ یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور خود حملہ کرنے کے ساتھ ہی دردان کے سر کو نیزے پر اڑا کر لشکر غنیم میں پھینک دیا۔ جس کو دیکھ کر وہ بھونچکے سے رہ گئے۔ اتنے میں اللہ اکبر کے پرزور نعروں نے دشت وجبل کو دہلا دیا۔ بیچارے رومیوں کی کیا

Marfat.com

حقیقت تھی۔ ایک سکتے کی حالت میں رہ گئے۔ اگر ایک طرف وہ اپنے سپہ سالار کے سر کو دیکھ رہے تھے۔ تو دوسری طرف خود ان کے اپنے سر تنوں سے جدا ہو رہے تھے۔ اور عالم حیرانی میں ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔ آخر جب کچھ ہوش آئی۔ تو بے تحاشہ بھاگ نکلے۔ اور بھاگنے والے ماسوائے اپنے تن کپڑوں اور جانوں کے اور کوئی رتی بھر چیز بھی ہمراہ نہ لے جا سکے۔ اور جملہ سامان حرب۔ خیمے۔ نقدو اجناس۔ مال مویشی سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کا باقاعدہ خمس نکال کر معہ مژدہ فتح دربار خلافت میں بھیج کر ما بقی مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ دوسری کاری ضرب تھی۔ جو ہرقل شاہ روم پر پڑی۔ اور کہ جس نے اس کے غرور کو بالکل توڑ دیا۔ ہرقل کا بھائی تدارک تھیوڈر میدان جنگ میں مارا گیا۔ اور رات کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے خیمے میں آرام فرمایا۔ اس لڑائی کے واقعہ ہونے میں مورخین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ لڑائی یرموک سے پہلے ہوئی تھی۔ لیکن صحیح یہی ہے۔ کہ یہ لڑائی بعد یرموک کے وقوع پذیر ہوئی۔ اور اس کا زیادہ باعث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تھی۔ جیسے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

فتح دمشق سنہ ۱۴ (ہجری)

اجنادین کی فتح کے بعد دمشق کا رخ کیا گیا۔ کیونکہ جملہ مفرور شدہ عیسائی دمشق میں ہی پناہ گزین ہو رہے تھے۔ دمشق شام کا ایک صدر مقام شہر تھا۔ اور بوجہ قربت بیت المقدس یوروشلم اور بیت اللحم اس شہر کی عزت و عظمت ہر ایک کے دل میں بلا لحاظ عرب و روم موجود تھی۔ اس شہر کا حاکم ایک بہادر سپہ سالار توما تھا۔ جو شہنشاہ ہرقل کا داماد تھا۔ ہر قسم کا سامان رسد۔ فوج کی کثرت سب کچھ بافراط موجود تھا۔ قلعہ بھی بڑا مضبوط تھا۔ جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ فخر و غرور تھا۔ مسلمانوں کا ایسا رعب چھایا ہوا تھا۔ کہ توما جیسے تجربہ کار جنگی بہادر حاکم دمشق کو ان کے سامنے میدان میں لڑنے کی جرأت نہ ہوئی اور مسلمانوں

Marfat.com

کی آمد سن کر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ اول اول تو مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ اس امید پر نہ کیا۔ کہ شاید عیسائی آج کل نکل کر مقابلہ کریں۔ لیکن انہوں نے نہ نکلنا تھا۔ نہ نکلے۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کر قلعہ کا مکمل محاصرہ کر لیا۔ اور اطراف جوانب مثلاً حمص اراں۔ فحل اور فلسطین وغیرہ وغیرہ کی طرف افواج بھجوا دیں۔ تاکہ محصورین کو کسی طرف سے کمک نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ یہ تجویز بہت مفید ثابت ہوئی۔ اور شہنشاہ ہرقل نے جس طرف سے بھی امدادی فوج کو بھیجا۔ مسلمانوں نے راہ میں ہی اس کو روک لیا۔ اور محصورین تک نہ پہنچنے دیں۔

محاصرے نے طول پکڑا۔ عیسائیوں کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ تھی اور مسلمان بوجہ اس شہر کی عظمت و وقعت کے لڑائی سے کنیاتے تھے۔ عیسائیوں کا خیال تھا۔ کہ ایام سردی کے آنے پر مسلمان خود بخود محاصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ اس ملک کی سردی کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ لیکن ان کی یہ امید بیکار ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے بڑی سختی کے ساتھ محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور ان کے جوش میں سردی کے باعث کمی نہ دیکھ کر عیسائیوں کی ہمت میں ضعف آتا جاتا تھا۔ صرف ہرقل اعظم کی موجودگی ان کو تسکین دے رہی تھی۔ کیونکہ ان کو حمص سے امدادی افواج کے روانہ ہو پڑنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ لیکن تدبر و تہور خالدی نے ان کی اس امید کو خاک میں ملا دیا۔ اور امدادی افواج کے روکنے کا سامان پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اور محاصرے کی سختی دن بدن زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ باب الجابیہ پر۔ شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو ایک صائم الدہر ولی اللہ بہادر۔ مجاہد اور صحابی تھے۔ باب الفرادیس پر متعین تھے۔ عمرو بن العاصؓ باب توما پر۔ اور خود بہادر خالدؓ باب الشرق پر ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ دیگر دروازوں پر بھی بہادر افسروں کو مامور کیا گیا تھا۔ محاصرین کے جاسوس روزانہ آ آ کر حالات کو دیکھتے۔ اور مسلمانوں کے فرد فرد میں جوش و استقلال۔ ثابت قدمی اور دلیری کا ایک خاص عالم دیکھ دیکھ کر واپس جاتے۔ اور جب وہ جاسوسوں کی زبانی حالات سنتے۔ تو نہایت اندوہگین ہوتے۔

جب محاصرے کو طول ہوا۔ ایام سردی بھی گزر گئے۔ اور مسلمانوں کے جوش

میں کسی قسم کی کمی واقعہ نہ ہوئی۔ کمکی افواج بھی راہ میں ہی روک دی گئیں۔ تو ٹوما نے مجبور ہو کر قلعہ سے نکل کر ایام محاصرہ کی روزانہ معمولی جھڑپوں کو بے سود سمجھ کر میدان کا رُخ کیا۔ اور سرگرم پیکار ہؤا۔ مسلمان چاہتے ہی یہی تھے۔ کہ عیسائی میدان میں اتریں۔ اللہ اکبر کے نعروں اور شمشیر زنی سے توما کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور وہ مجبوراً واپس قلعہ میں محصور ہو گیا۔ اسی طرح کئی ایک بار لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن کوئی معتد بہ فایدہ نہ نکل سکا۔ ایک دفعہ توما نے پرجوش تقریروں سے محصورین کو گرم کر کے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ مسلمانوں پر عین بے خبری کی حالت میں حملہ کر کے تتر بتر کر دیا جائے۔ اور حملے کا دن مقرر کر دیا۔ چنانچہ عیسائیوں نے پو پھٹتے ہی علے الصبح مسلمانوں کو جا دبایا۔ وہ عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ پہرہ داروں نے فوراً اطلاع دے دی۔ اور خود حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے لگے۔ مجاہدین تو بحکم واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونہم لا تعلمونہم اللہ یعلمہم ہر وقت کیل کانٹے سے درست رہتے تھے۔ فوراً حملہ سے مطلع ہوتے ہی مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ لڑائی کا سارا زور باب الجابیہ اور باب الفرادیس پر تھا۔ جہاں حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ کیونکہ توما کی نظروں میں حضرت ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ خالدؓ کی تشریف آوری سے پہلے ناکام سپہ سالار ثابت ہو چکے تھے۔ اور ان کو اپنی فتح کا یقین تھا۔ خود توما حاکم دمشق حضرت شرجیل کے مقابلے پر تھا۔ اور اس نے آپ کو بہت کچھ تنگ کر دیا۔ لیکن بہادر خالدؓ جو سرعت میں بجلی سے بڑھ کر تھا۔ اور دیکھ بھال مجاہدین کی حوصلہ افزائی کی ذمہ داری اپنے سر پر ڈالے ہوئے تھا۔ اپنے مورچے پر سے دشمن کو بھگا کر فوراً شرجیل اور ابو عبیدہ کی طرف بڑھا۔ اور پر زور حملے کے ساتھ ہی نقشہ جنگ کو بدل دیا۔ اور دشمن کو واپس قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ اسی دار و گیر میں ایک مسلمان عورت ام زیان کا شوہر توما کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ ام زیان انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر ہتھیار لگا کر تیر و کمان کو سنبھال تکبیر کا نعرہ بلند کر کے میدان میں آ کودی۔ اور ایک ایسا جوڑ کر تیر مارا۔ کہ توما کی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ جس کے صدمے

Marfat.com

سے علم صلیبی اس کے ہاتھوں سے گر پڑا جس کو بہادر مسلمانوں نے فوراً اکڑ لیا۔ اور باوجود توما اور اس کے ہمراہیوں کی کمال جانبازی کے جو انہوں نے علم کے حاصل کرنے میں دکھائی۔ علم کو نہ دیا۔

اثنائے محاصرہ میں ایک دن حاکم دمشق توما کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس کی خوشی میں راگ ورنگ کی مجلسیں گرم ہو گئیں۔ چونکہ عیسائیوں کو قلعہ کی مضبوطی کے باعث ہر طرح اطمینان تھا۔ اس لئے سارے دن کے راگ ورنگ میں مشغول عیسائی سرِ شام ہی سے پڑ کر سو گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ ایسے مواقعات کی ٹوہ میں رہا کرتے تھے۔ اس راز سے واقف ہو کر کب خاموش رہ سکتے تھے۔ فوراً چند جانبازوں کو ساتھ لے کر خندق کو جو پانی سے لبالب تھی۔ مشک کے سہارے تیر کر عبور کر کے فصیل کے نیچے جا پہنچے۔ اور کمند اٹکا کر سیڑھیوں کے ذریعے قلیل عرصے میں بہادر خالد کے ہمراہ سارے جانباز فصیل پر چڑھ کر اندر کی طرف اتر گئے۔ جاتے ہی پہرہ داروں کو تہ تیغ کر کے دروازہ کھول دیا۔ خالدی دستہ جو پہلے ہی دروازہ کھلنے کی انتظار میں تھا۔ سیلاب کی طرح اندر داخل ہو کر شمشیر کے جوہر دکھانے لگا۔ عیسائیوں نے بدحواس ہو کر سارے دروازے خودبخود کھول دیئے۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح سپہ سالار اعظم سے امان طلب کرنے لگے۔ آپ نے فوراً امان دے دی اور عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ عیسائیوں نے فریاد طلب کی ہمیں خالدی دستبرد سے بچائیے۔ ایک طرف سے خالد رضی اللہ عنہ فتح کا پھریرا اڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔ اور دوسری طرف سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ از روئے صلح داخل شہر ہو کر خالدؓ کی طرف آ رہے تھے۔ کہ شہر کے عین درمیان مقلاط کے بازار میں دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ جس پر ابو عبیدہ نے تلوار نیام میں کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کو بزورِ شمشیر فتح کرنے کی عرض کی۔ لیکن ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں اب امان دے چکا ہوں۔ اور ایک مسلمان کا عہد سب پر لازم ہو جاتا ہے اگرچہ انہوں نے نہایت بے ایمانی سے صلحنامہ پر دستخط [illegible] لئے ہیں۔ لیکن عہد کا توڑنا اسلام میں حرام ہے۔ اس لئے تلوار کو نیام میں کرو۔ جس کی بہادر خالدؓ نے فوراً تعمیل کی۔ ابو عبیدہ رضؓ کو بھی عیسائیوں کی دغابازی پر افسوس ہوا۔ لیکن احکام

اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کر کے خاموش ہو گئے۔ اگر حضرت ابو عبیدہ کو خالدؓ کا بزور شمشیر اور اپنی عقل خداداد سے شہر میں داخل ہونے کا علم ہوتا۔ تو خالد کی صلاح کے بغیر عہد نامہ پر دستخط نہ کرتا۔ مگر جو ہونا تھا ہو چکا۔ فوراً امان دے دی گئی۔ اور علم محمدی کو دارالامارۃ دمشق پر نصب کر دیا گیا۔ اگرچہ یہ شہر بزور شمشیر فتح کیا گیا تھا۔ اور حاکم توما نے نہایت دغا بازی سے عہد نامہ صلح پر دستخط کرائے۔ لیکن پھر بھی مال غنیمت کی کچھ پرواہ نہ کر کے ایک پائی تک نہ لی گئی۔ اور اسلام کی فیاضی، فراخ حوصلگی اور سیر چشمی کا ثبوت دیدیا۔

جنگ مرج الدیباج

چونکہ دمشق از روئے صلح و غلبہ فتح ہوا تھا۔ اور عیسائیوں نے دغا بازی کرنے میں کوتاہی نہ کی تھی۔ اس لئے صرف تین دن کی امان دی گئی۔ اور حکم دیا گیا۔ کہ تین دن کے اندر اندر جو اہل شہر کہیں جانا چاہیں۔ وہ بخوشی معہ اپنے مال و اسباب زن و فرزند کے جا سکتے ہیں۔ اور جو شہر میں رہ جائیں گے۔ تین دن کے بعد ان پر اسلام کی اطاعت لازمی ہو گی۔ اور ان کو اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ یا جزیہ دینا ہو گا۔ چنانچہ توما حاکم دمشق نے تمام فوج۔ مال وزر کو لے کر جن کے ہمراہ کچھ رعایا کے لوگ بھی تھے۔ جو اسلام کی ماتحتی میں رہ کر جزیہ دینا پسند نہ کرتے تھے۔ شہر کو چھوڑ کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔ جن کی کوئی رکاوٹ نہ کی گئی۔ جب مقررہ تین دن گزر گئے۔ تو خالد رضی اللہ عنہ اس خیال سے کہ اگر یہ فوج دوسری عیسائی فوج سے جا ملی۔ تو نقصان دہ ثابت ہو گی۔ اس لئے کسی طرح اس کا صفایا کر دینا چاہیے۔ چنانچہ چار سو جانبازوں کی جمعیت لے کر ان کا تعاقب کیا۔ اور سرعت کے ساتھ کسی اور غیر مشہور راہ سے یلغار کرتے ہوئے چند دنوں کے بعد ایک چراگاہ میں جا لیا۔ توما نے مسلمانوں کی جمعیت کو قلیل جان کر نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ لیکن بالمقابل بہادر خالدؓ تھا جس سے عہدہ برآ ہو سکنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ آخر توما ہلاک ہو گیا۔ لیکن فوراً عیسائیوں کی سپہ سالاری ایک اور نامی گرامی سردار نے جس کا نام ہربیس تھا۔ سنبھال لی۔ اور نہایت دلیری سے مقابلہ کرنے لگا۔ لیکن تاب

Marfat.com

مقاومت نہ لاکر آخر بھاگ نکلا جس کے تعاقب میں خالد رضی اللہ عنہ دور تک نکل گئے اور ایک پہاڑی راہ میں رومی بہادروں کے درمیان گھر گئے۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی اور بہادر ہوتا۔ تو اپنے آپ کو غنیم کے رحم پر چھوڑ دیتا۔ لیکن بہادر خالدؓ کی حمیت بھلا اس امر کو کب گوارا کر سکتی تھی۔ باوجود تن تنہا ہونے کے رومیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح سمجھ کر اپنی جانبازی کے کرتب دکھانے لگا۔ ہربیس خود مقابلے پر آیا۔ اور ایک ایسا وار کیا۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ اگر مہارت جنگی میں مشتاق نہ ہوتے تو کام تمام ہو چکا تھا۔ بالآخر ہربیس کا وار خالی [illegible] نے کر اس زور سے ایک تلا ہوا ہاتھ رسید کیا۔ کہ ہربیس معہ اپنے راکب کے دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ اور گرتے ہی واصل جہنم ہو گیا۔ رومی تو پہلے ہی ہمت ہار کر فرار ہو چکے تھے۔ یہ تو محض ایک اتفاقی امر دیکھ کر ڈٹ گئے تھے۔ لیکن ہربیس کا یہ حشر دیکھ کر فوراً فرار ہو گئے۔ سارا مال اور خزانہ جو توما اپنے ہمراہ لئے جا رہا تھا۔ معہ دیگر سامان واسلحہ کے غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شہنشاہ ہرقل کی بیٹی گرفتار ہو گئی جس کو رہا کرنے کے لئے ہرقل نے بے شمار رقم زر فدیہ دینی چاہی۔ لیکن سیر چشم ابو عبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہ نے کمال عزت اور احترام کے ساتھ ہرقل کی بیٹی کو بغیر زر فدیہ اپنے معتمد آدمیوں کے ہمراہ ہرقل کے پاس بھیجدیا۔

جنگ فحل

اثنائے محاصرہ دمشق میں بیرونی امداد محصورین کو روکنے کے لئے ذوالکلاع حمیری وغیرہ وغیرہ سرداران کی ماتحتی میں افواج بھیجی گئی تھیں۔ جن میں ایک حصہ فوج کا فحل کی طرف بھی گیا تھا۔ جس نے حمص کی طرف سے آنے والی امدادی افواج کو روک دیا۔ اور ان کے سخت مقابلہ کرنے کی اطلاع سپہ سالار ابو عبیدہؓ بن الجراح کو دی گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے دمشق کی فتح اور امن وانتظام کے بعد یزید بن ابو سفیان کو حاکم دمشق مقرر کر کے اردن کی طرف رخ کیا۔ کیونکہ علاقہ اردن کے ایک مشہور شہر بیسان میں عیسائی افواج کا اجتماع ہو رہا تھا۔ جہاں مسلمانوں نے ان کو امداد دمشق سے روک دیا تھا۔ ابو عبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہم

Marfat.com

نے بیسان کے بالمقابل فحل کے مقام پر ڈیرا ڈالا۔ فحل کے ارد گرد کی زمین بنجر اور شور تھی۔ سارے علاقہ میں نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ جب عیسائیوں نے مسلمانوں کی آمد آمد سنی۔ تو یہ خیال کہ یک لخت ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ آس پاس کی ساری نہروں کے بند توڑ ڈالے۔ اور سارا علاقہ غرقاب ہو گیا۔ اور بوجہ شور زمین ہونے کے کیچڑ کی کثرت نے راہ کو دشوار گذار بنا دیا۔ صرف ایک ہی تنگ راستہ تھا جہاں رومیوں نے نہایت مضبوط انتظام کر رکھے تھے۔ لیکن مسلمانوں کا سیلاب رکنے والا نہیں تھا۔ عیسائی جاہین کا جوش وخروش اور استقلال دیکھ کر سہم گئے۔ اور صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی جس کو بصد شوق تسلیم کر لیا گیا۔ اور حسب الخواہش سپہ سالار مسمی سکلار ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل رض کو جو ایک اعلٰے پائے کے صحابی اور خاص قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ سفیر بنا کر بھیجا۔ رومیوں نے بڑے شوق سے سفیر اسلام کے گذرنے کی خاطر ریشمی فرش فروش راہ میں بچھا رکھے تھے لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جونہی اس فرش کے پاس پہنچے۔ فوراً رک گئے آپ کو رکتا ہوا دیکھ کر ایک عیسائی سردار نے آ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور عرض کی۔ کہ دربار میں چل کر تشریف رکھئیے۔ معاذ بن جبل کے تقدس و عزت کو عیسائی بھی خوب جانتے تھے۔ اور وہ حقیقت میں ان کی عزت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے عیسائی سردار کو جواباً فرمایا۔ کہ میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر بنایا گیا ہے۔ بیٹھنا نہیں چاہتا۔ یہ کہ کر وہیں زمین پر بیٹھ گئے۔ رومی سپہ سالار سکلار نے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ کو اپنی عزت کا پاس نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی بڑے جوش کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ کہ تمہاری قدر و منزلت کرنے یا نہ کرنے کی مجھے پرواہ نہیں۔ زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے۔ اور مجھ سے بڑھ کر اور کوئی اسلام اللہ اور رسول اور اس کے تابعین کا غلام نہیں ہے۔ رومی حیرت اور حیرت زدہ تھے۔ اور پوچھنے لگے۔ کہ کیا آپ سے بڑھ کر بھی مسلمانوں میں کوئی عزت دار ہے۔ فرمایا۔ کہ میں سب سے بدتر ہوں۔ اور باقی سارے مجھ سے بدرجہا افضل ہیں ٭

اس کے بعد گفتگو صلح ہوتی۔ سکلار نے پوچھا کہ تم اس طرف کس غرض سے آئے ہو آپ نے اس سوال کے جواب میں حق تبلیغ کو باحسن وجوہ ادا کیا۔ اور اسلام۔ جزیہ۔ تلوار کو پیش کیا۔ جس کے جواب میں سکلار نے بہت سے علاقے کے دینے۔ اور زر و مال کے لالچ سے معاذ بن جبل کو بھرمانا چاہا۔ لیکن یہاں تو ماسوائے اسلام کے دنیا و مافیہا ہیچ تھی۔ بڑے سے بڑا لالچ ان کو اپنی طرف راغب نہیں کر سکتا تھا۔ بھلا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر فیض یافتہ دست نبوت کب لالچ میں آسکتا تھا۔ فوراً انکار کر کے واپس چلے آئے۔ مرعوب عیسائیوں نے پھر سفیر بھیجا۔ اور مزید بہت سا علاقہ دینے کے علاوہ فی کس اور بہت سا انعام دینے کا لالچ دیا۔ مگر یہاں سے صاف انکار ہوا۔ عیسائی خاموش ہو گئے۔ اور مسلمانوں سے عہدہ برآ ہونے کی تجاویز ہونے لگے۔ میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے سے جی چراتے تھے۔ مجبوراً شبخون کی صلاح کی۔ مسلمان بھی حیران تھے۔ کیچڑ وغیرہ کے باعث حملہ یا اور کوئی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر ایک رات رومیوں نے شبخون مارا۔ لیکن شب بیدار مسلمانوں کے سامنے شبخون کی کیا حقیقت تھی مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی مراد برآتی دیکھ کر (کیونکہ وہ چاہتے تھے۔ کہ عیسائی کسی طرح باہر نکلیں) شمشیر اسلامی کے جوہر دکھانے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نہایت جانبازی کے ساتھ اپنے ماتحت مجاہدین کو لے کر شبخون مارنے والوں کو عقب کی طرف سے جا روکا۔ اور ہراولی دستے نے جو قیس بن ہبیرہ کے ماتحت تھا۔ آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس طرح سے شبخون لانے والا دستہ درمیان میں گھر گیا۔ عیسائیوں نے جب اپنی فوج کو محصور پایا۔ تو امداد کے طور پر سکلار نے ایک اور دستہ فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ جو بڑی بہادری اور تندی سے آگے بڑھا۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ کے ایماء سے میسرہ بن مسروق نے اپنے ماتحت جانبازوں کو ہمراہ لے کر دوسرے دستے کو ناک چنے چبوا دیئے۔ اور ان کی یہ درگت دیکھ کر خود سکلار اپنی چیدہ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ بہادر خالدؓ نے یہ دیکھتے ہی نہایت تندی سے حملہ کیا۔ اور ساتھ ساتھ مجاہدین کو بلند آواز سے ہدایات جنگی دینے کے علاوہ آیات قرآنی اور

فرمان رسولؐ ہے صدق و صبر کی تلقین ۔ فضیلت جہاد ۔ نصرت الٰہی اور تحریص شہادت دلاتے جاتے تھے ۔ اگرچہ عیسائیوں نے بہادری دکھلانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی ۔ لیکن قیامت خیز خالدی حملات کی تاب نہ لاکر واپس ہٹنے پر مجبور ہو گئے بہادر خالد رضؓ نے فوراً سپہ سالار کی خدمت میں کہلا بھیجا ۔ کہ دشمن مرعوب ہو چکا ہے کوئی دم کی دیر ہے ۔ فوراً حملہ کر دینا چاہیے ۔ تاکہ دشمن کی باقی ماندہ قوت بھی ٹوٹ جائے ۔ چنانچہ فوراً حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پورے جوش و خروش کے ساتھ عام حملے کا حکم دے دیا ۔ عیسائیوں نے جان توڑ مقابلہ کیا ۔ سکلار نے اپنی فوج کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھ کر نہایت دلیری اور جانبازی سے بقیہ فوج کو بھی میدان میں آ جانے کا حکم دے کر بگڑی ہوئی بازی کو پھر سنبھال لیا ۔ اور کمال درجہ کی مہارت جنگی دکھلا کر عین حالت جنگ میں بگڑی ہوئی صفوں کو درست کر لیا اور مزید غضب یہ کیا ۔ کہ اگلی صف کے ہر سوار کے دائیں بائیں دو دو شہرہ آفاق منتخب تیر انداز کھڑے کر دیئے ۔ فریق مخالف کی یہ جرأت اور حوصلہ دیکھ کر بہادر خالد رضؓ کب خاموش اور نچلا رہ سکتا تھا ۔ شیر کی طرح غرایا ۔ اور اپنی جوشیلی تقریر سے مجاہدین کو گرما دیا ۔ اور فان یکن منکم مایۃ صابرۃ یغلبوا ماتئین و ان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ ۔ و اللہ مع الصابرین یعنے اگر تم میں ایک سو شخص صبر کرنے والے ہوں ۔ تو دو سو کافروں پر غالب ہوں گے ۔ اور اگر تم میں ایک ہزار شخص ہوں ۔ تو دو ہزار کافروں پر غالب ہونا چاہیے اور اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔ حوصلہ آمیز فرمان الٰہی سنا کر اس تیزی و تندی کے ساتھ حملہ کیا ۔ کہ دشمن کے چھکے چھوڑا دیتے ۔ اور اگرچہ دشمن نے اس قدر تیر بارانی سے کام لیا ۔ کہ مسلمانوں کو خلاف توقع بہت سا نقصان اٹھانا پڑا ۔ لیکن پھر بھی غنیم کے مقدمۃ الجیش کو پسپا کر کے اس کے مورچوں پر قابض ہو گیا ۔

بہادر خالد ؓ اس مورچے کو جو بزور شمشیر لیا گیا تھا ۔ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا ۔ لیکن مخالفین کی تیر بارانی سے بھی وہ غافل نہیں تھا ۔ فوراً پلٹا دے کر میمنہ پر برق کی سی تیزی کے ساتھ حملہ کر دیا ۔ دشمن بڑی جانبازی کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا

Marfat.com

اور اس کا شکست یاب ہونا بصورت موجودہ کچھ گراں سمجھ کر ذرا پیچھے ہٹا۔ اور فوج میمنہ نے یہ سمجھ کر کہ خالدؓ پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اپنی صفوف کو چھوڑ کر تعاقب کا رخ اختیار کیا۔ جس سے سکلار کو فتح کی کچھ خوشنما سی صورت نظر آنے لگی۔ اور جوش دلا کر زور کے ساتھ تعاقب کرنے کا حکم دے دیا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ کہ میمنہ فوج اپنے مورچوں سے بہت آگے نکل آئی ہے۔ تو ان مجاہدین کو فرمان حقانی فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نوتیہ اجرا عظیما (سورہ نسا) سے جوش دلا کر یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ جس کی تعمیل اس جانبازی اور بہادری سے کی گئی۔ کہ شکست مجسم کی بھیانک شکل عیسائیوں کے سامنے آ کر ڈرانے لگی۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ سکلار جو ایک اعلیٰ مہارت جنگی اور غیر معمولی طور پر فن حرب سے واقف تھا۔ بڑے جوش کے ساتھ اپنی ماتحت چیدہ فوج سوارہ کو لے کر قلب لشکر سے امیر خالدؓ پر جھپٹ پڑا۔ تاکہ میمنہ کو پوری مدد دے۔ یہ حالت دیکھتے ہی قیس بن ہبیرہ نے دشمن کی میسرہ اور ہاشم بن عتبہ زہری نے غنیم کے قلب پر حملہ کر دیا۔ اور عیسائیوں پر ایک قیامت خیز بربادی ڈھا دی۔ کہ سکلار یہ حالت دیکھ کر پھر واپس ہٹا۔ اور مجاہدین کے حملوں کا جواب دینے لگا۔ جو ہاشم بن عتبہ زہری اور قیس بن ہبیرہ المرادی کے ماتحت عیسائیوں پر میدان تنگ کر رہے تھے۔ سکلار کی واپسی اور خالدی حملات نے میمنہ کے دھوئیں بکھیر دیئے۔ اور ایسی شکست فاش دی۔ کہ ان کو اپنے اصلی مورچوں سے دور بھگا دیا۔ اور ایسا سہما دیا۔ کہ وہ واپس پلٹ کر اپنے لشکر کی طرف بھی نہ دیکھ سکیں۔

فوج میمنہ کو فرار ہونے پر مجبور کر دینے کے بعد خالدؓ نے دشمن کے قلب و میسرہ پر متواتر حملات کرنے شروع کر دیئے۔ تکبیر کے نعروں سے غنیم کے حوصلے پست اور دل دہل رہے تھے۔ کہ خالدؓ نے مجموعی قوت سے ایک ایسا زبردست حملہ کیا۔ اور اس قدر شمشیر زنی کی۔ کہ عیسائیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور کشتوں کے پشتے چھوڑ کر سر پہ پاؤں رکھ کر بے تحاشا بھاگنے لگے۔ جن کا بڑی تندہی سے تعاقب کیا گیا۔ اور ہزاروں کو واصل جہنم کیا گیا۔ بے شمار کیچڑ و دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ اور میدان

Marfat.com

صاف ہو گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا۔ جس کا خمس معہ نوید فتح دربارِ خلافت میں ارسال کیا گیا۔ رعایا نے اطاعت اختیار کر کے قلعہ کے دروازے خودبخود کھول دیئے جن کو مکمل آزادی دی گئی اور سوائے مقررہ جزیہ کے ان پر کوئی اور بوجھ نہ ڈالا گیا۔ انکے جملہ حقوق کی ضمانت خود دربارِ خلافت سے ابوعبیدہ سپہ سالار اعظم نے دیدی۔ مسلمانوں کا یہ حسن سلوک دیکھ کر علاقہ اردن کی ساری رعایا۔ امراء اور رؤساء خود بخود آ آ کر اطاعت کرنے لگے۔ اور چند دنوں میں صرف ایک جنگ فحل کے باعث سارا علاقہ اردن مطیع ہو گیا۔ اور اکثر رعایا مسلمانوں کی اوضاع و اطوار۔ عادات و اخلاق حسن سلوک اور مذہبی احکام کو دیکھ کر خودبخود برضا و رغبت خود رفتہ رفتہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی ۔

جنگ مرج الروم

قلعہ فحل کی فتح کے بعد جس میں اسی ہزار کا باساز و سامان لشکر اور مصنوعی استحکامات موجود تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بصلاح خالد ابن ولید اسلامی لشکر کے مختلف دستے مختلف سرداروں کی ماتحتی میں اردگرد کے قلاع وحصار کی طرف بھیجا جنہوں نے نہایت آسانی سے بفضل الٰہی بہ برکت رسالت پناہی بیروت۔ بیسان اور جیدا وغیرہ وغیرہ کو فتح کر لیا۔ کچھ دن فحل میں بغرض انتظام ٹھیرنے کے بعد حمص کی طرف رخ کیا۔ جو ایک بڑا مضبوط اور مستحکم مقام تھا۔ اور شام میں یہی ایک ایسا شہر باقی رہ گیا تھا جس پر کچھ ہمت صرف کرنے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ جونہی کہ ہرقل نے عساکر اسلامیہ کی آمد آمد سنی۔ تو ایک لشکر جرار نامور سپہ سالار توذر کی ماتحتی میں دے کر حمص کی طرف بھیج دیا۔ اسی روز جبکہ توذر حمص کی طرف روانہ ہوا۔ فرنگستان کا ایک اور بہادر سپہ سالار تفش بے شمار تازہ دم امدادی فوج لے کر آ گیا۔ ہرقل اعظم نے اس کو بھی حمص کی طرف بھیجدیا۔ چونکہ تفش کو توذر کی روانگی کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے سر بسرعت سے کوچ کرتا ہوا فوراً توذر سے آملا۔ دونوں سپہ سالاران نے بہت سے صلاح و مشورے کے بعد یہ تجویز کی کہ کسی نہ کسی طرح لشکر اسلامیہ کے سپہ سالاران خالد اور

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم میں افتراق پیدا کر دیا جاتے۔

اس تجویز کو سوچ کر دونوں بہادر بڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ دمشق کے مغرب کی طرف عساکر اسلامیہ سے دوبدو ہو گئے۔ عیسائیوں نے دونوں طرف سے حملہ کیا چنانچہ نوذر کا مقابلہ امیر خالد رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور تفش کا سامنا امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار اعظم سے ہوا۔ طرفین کے بہادر داد شجاعت دیتے اور ملک و مذہب کے نام کٹنے مرنے لگے۔ اسی اثناء میں نوذر خالدی حملات کی تاب نہ لا کر دمشق کی طرف بھاگا۔ چونکہ دمشق میں اسلامیہ فوج نہایت قلیل تھی اور عیسائی رعایا پر جو عین دوران جنگ میں اپنی دغا بازی اور بے ایمانی کا ثبوت دے کر ہمیشہ کے لئے اپنا اعتبار اپنے نئے حاکموں کی نظروں سے گنوا چکی تھی۔ کوئی بھروسہ نہ تھا۔ اس کے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ خالد رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابوسفیان اموی حاکم دمشق کو پیغام بھیج دیا۔ کہ نوذر بھاگا ہوا دمشق کی طرف آ رہا ہے۔ جونہی وہ پہنچے۔ باہر نکل کر مصروف مجادلہ و مقاتلہ ہونے میں ہرگز تساہل نہ کرنا۔ ادھر سے میں بھی نوذر کا پیچھا دباتے چلا آ رہا ہوں۔ چنانچہ جونہی کہ نوذر دمشق کے قریب پہنچا۔ اور جاسوسوں نے یزید بن ابوسفیان کو نوذر کی آمد کی اطلاع پہنچائی فوراً مجاہدین کے ہمراہ نوذر کا استقبال کرنے کے لئے شمشیر اسلامی کو چمکاتا ہوا نکلا۔ مسلمانوں کی قلیل جماعت دیکھ کر نوذر کو جرأت مقابلہ پیدا ہو گئی۔ ابھی بازار موت گرم ہی ہوا تھا۔ کہ عقب کی طرف سے حضرت خالد رضؓ نے بلائے ناگہانی کی طرح یکبارگی حملہ کر دیا جس سے رومی حواس باختہ ہو گئے۔ نوذر مارا گیا۔ اس کے باقی ہمراہی بھی نذر شمشیر ہو گئے۔ شاید ایک آدھ بچ کر نکل گیا ہو۔ تو اس کی قسمت۔ ورنہ شمشیر اسلامی نے اپنی اسے رومیوں کی پیاس بجھانے میں کوتاہی نہ کی؛

بہادر خالد آندھی کی طرح آیا۔ اور فتح پا کر بگولے کی طرح فوراً ابو عبیدہ سے جا ملا۔ بازار جدال و قتال گرم تھا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اپنے فرائض کو نہایت تندہی اور جانفشانی سے ادا کر رہے ہے۔ کہ دوسری طرف سے خالد رضؓ بھی بلائے ناگہانی کی طرح آ پڑا۔ اور اس زور کا نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ کہ تفش اور اس کی ماتحت فرنگستانی افواج صور قیامت سمجھ کر بے دل ہو گئیں۔ شمشیر اسلامی جو

Marfat.com

ہمیشہ سے عظیم افواج کے مشہور بہادروں۔ سپہ سالاروں اور نامور افسروں سے آرزوئے ملاقات رکھتی آئی ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک رکھیگی۔ نہایت شوق اور جلدی سے نقش کے گلے مل گئی۔ اور تشنہ کام نقش کو سیراب کردیا۔ بس پھر کیا تھا۔ چند لمحوں میں میدان اس طرح خالی ہوگیا۔ کہ عیسائیوں کا یہاں کبھی نام و نشان بھی نہ تھا۔ البتہ ہزاروں کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے مال غنیمت سنبھال نوید فتح اور خمس نکال دربار خلافت میں روانہ کرکے خود عازم حمص ہوئے۔

فتح اوّل شہر حمص سنہ ۱۴۔۱۵ ہجری

اس فتح کے بعد مسلمانوں نے اپنی منزل مقصود شہر حمص کا رخ کیا جب ہرقل اعظم کو نوذر و نقش کی شکست اور ان کے ہلاک ہوجانے کا حال معلوم ہوا۔ تو رعب خالدی سے مجبور اس کو حمص سے اپنا بوریا بستر سنبھال کر انطاکیہ کی راہ لینی پڑی۔ مسلمان یلغار کرتے ہوئے حمص کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔ حمص والوں کو بھی قلعہ دمشق کی طرح کثرت افواج افراط سامان حرب پر جو رسول کے لئے کافی تھا بہت کچھ ناز تھا۔ چیدہ چیدہ فوج اور افسر موجود تھے۔ اور جملہ منہزم شدہ عساکر روم و یونان سب حمص پر آکر جمع ہوتے تھے جن میں شاہی خاندان کے بھی اکثر افراد موجود تھے۔ غرض وہ ہر طرح مطمئن تھے۔ قلعے کی مضبوطی اور برسوں کا سامان رسد ان کے لئے زیادہ باعث اطمینان تھا۔ اور لشکر اسلامیہ کے پہنچنے تک مزید سامان رسد بھی اکٹھا کرلیا۔ چونکہ سردی کا موسم آپکا تھا۔ اس لئے وہ قلعہ بند ہوکر بے فکر ہوگئے۔ وہ قیاس کئے بیٹھے تھے۔ کہ گرم ملک عرب کے رہنے والے اس سرد ملک کی سردی کو برداشت نہیں کرسکیں گے۔ اور نیز اگر حوصلہ کیا بھی تو سامان میسر نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف اٹھائیں گے۔ اور سردی سے خودبخود مرکر یہ بلا ٹل جائے گی۔ اس کے علاوہ جزیرہ کے عیسائیوں اور خود ہرقل اعظم کی امداد پر بہت کچھ بھروسہ تھا۔ لیکن دمشق والوں کی طرح اہل حمص کی بھی ساری امیدیں فضول ثابت ہوئیں۔ مسلمانوں نے آتے ہی سختی کے ساتھ محاصرہ کرلیا۔ اور خالد

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے چند دوستوں کی معیت میں دیہات و امصار کی گشت لگانی شروع کر دی۔ اور شوریدہ سروں کو ان کی کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اور کئی شہر والے خود بخود یا مجاہدین کے پہنچنے پر اقرار اطاعت وجزیہ کر کے مامن ہو گئے۔ کئی مسلمان ہو گئے باوجودیکہ سخت کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ لیکن جوش و تہور خالدی پر غالب نہ آسکی۔ اور دم کے دم میں بعلبک بروئے صلح۔ شیرز۔ رستن بروئے غلبہ فتح ہو گئے۔ جس سے محاصرین کو سامان رسد حاصل کرنے میں بڑی سہولت ہو گئی۔ اور خوشی خوشی جاڑا گزر گیا۔ جزیرے والوں کی امداد سعد بن وقاص عامل عراق نے خبر ہونے پر فوراً کوفہ سے فوج بھیج کر روک دی۔ اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا یا گیا۔

ایام سردی کے گزرنے پر مسلمانوں نے کچھ عرصہ حمص والوں کا انتظار کیا۔ کہ شائد نکل کر مصروف پیکار ہوں۔ لیکن انہوں نے نہ نکلنا تھا نہ نکلے۔ آخر کار خالدی رضی عقل خداداد نے یہ تجویز کی۔ کہ چار ہزار حبشی غلاموں کا ایک دستہ مرتب کر کے ان کو حمص پر دھاوا کرنے کا حکم دے دیا۔ جس سے ان کا مدعا یہ تھا۔ کہ مسلمان اہل حمص جیسے ذلیل اور بزدل لوگوں سے بذات خاص مقابلہ کرنا عار سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ غلاموں کو دیکھ کر وہ غیرت کریں۔ اور باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر مستعد ہوں۔ چنانچہ یہ تجویز بہت مفید ثابت ہوئی۔ جونہی رومیوں نے غلاموں کو حملہ آور ہوتے دیکھا۔ تو فوراً دروازہ کھول کر بڑی غیرت و شجاعت کے ساتھ باہر نکل کر مصروف پیکار ہو گئے۔ کہ اتنے میں بہادر عربوں نے خالد رضی کی معیت میں ہلہ بول دیا۔ رومی خالد رضی کا نام سنتے ہی بدحواس ہو کر بھاگے۔ اور قلعہ میں ہی جا کر دم لیا۔ اور محصور ہو گئے۔ پھر مسلمانوں کو بیکار بیٹھنا پڑا۔ آخر خالدی تدبر نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور تقریباً سارے مجاہدین کو لے کر حمص سے دور ہٹ گیا۔ اور بہت قلیل فوج خیمہ و خرگاہ میں باقی رہنے دی۔ جو بظاہر اس غرض کے لئے رکھی گئی۔ کہ سامان کو بار کر واکر واپس لے جائیں۔ اور اہل شہر یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں نے تنگ آکر محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ لوٹ مار میں مشغول ہوں۔ اور قلعہ سے بہت دور نکل آئیں۔ چنانچہ یہ تجویز بالکل راست آئی۔ اہل شہر نے جب

محاصرہ اٹھائے جانے کے سامان دیکھے۔ اور فوج کو نہایت ہی قلیل پایا۔ تو بڑی تندی سے حملہ آور ہوئے۔ اور لوٹ مار کرنے لگے۔ مجاہدین کی قلیل جمعیت دیدہ دانستہ پیچھے ہٹتی آئی۔ کہ قلعہ سے دور دور ہو جائیں۔ اسی حال میں اچانک بہادر عرابوں نے آکر حملہ کر دیا۔ حملہ کے ہوتے ہی عیسائیوں نے بڑی سختی اور بے جگری سے مقابلہ کیا مگر خالد رض کے حملوں کی تاب نہ لا کر ہزاروں کشتوں کے پشتے چھوڑ کر قلعہ کی طرف بدحواس ہو کر بھاگے۔ اور قلعہ میں جا کر پھر محصور ہو گئے۔ عیسائیوں کو کاری ضرب لگ چکی تھی۔ وہ اپنے بہادر افسر اور قیمتی جانیں کھو بیٹھے۔ لیکن پھر بھی ان کو قلعہ کی مضبوطی پر بہت کچھ فخر تھا۔ آخر مسلمانوں نے ان کو مرعوب دیکھ کر قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اور بار بار توڑ دروازے پر حملے ہونے لگے۔ غازیوں کے اللہ اکبر کے نعروں کی گونج اہالیان شہر کے دلوں کو دہلا رہی تھی۔ اور وہ حواس باختہ ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں جانباز مجاہدین نے ایک طرف سے فصیل شہر کو بالکل منہدم کر دیا۔ اور قلعے کے دروازے کو بھی توڑ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اسلامی فوج کا سیلاب شہر میں داخل ہونے لگا۔ اہل شہر نے فوراً باقی دروازے خود کھول دیئے۔ اور دست بستہ سالار اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی جرات اور بے باکی کی معافی طلب کر کے امان کے خواستگار ہوئے۔ جو بصد شوق منظور کر لی۔ چونکہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ از حد نرم دل تھے اس لئے انہوں نے بزور شمشیر قلعے کو سر کرنے کا کوئی خیال نہ کیا اور خونریزی کو احکام اسلام کے منافی سمجھ کر کمزور دشمن کو انہی شرائط پر امان دے دی۔ جو اہل دمشق سے کی گئی تھیں۔ اور رعایا سے کوئی کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا۔ جان و مال۔ عبادت گاہیں سب محفوظ کر دی گئیں۔ اور جزیہ لگایا گیا۔ بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ نوید فتح دربار خلافت میں دی گئی ؃

فتح لاذقیہ

حمص کی فتح کے بعد یہ معلوم ہونے پر کہ عیسائی افواج قنسرین میں مجتمع ہو رہی ہیں۔ عساکر اسلامیہ نے قنسرین کی روانگی کا حکم دے دیا۔ اثنائے راہ میں دشمن

Marfat.com

کلمۃ الحق کرتے چلے جارہے تھے۔ راستے میں جو شہر پڑتے تھے۔ ان میں سے حماۃ اور مرۃ النعمان وغیرہ والوں نے اطاعت اختیار کرلی۔ بعض نے جزیہ اور بعض نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن جب قنسرین کے نزدیک پہنچے۔ تو لاذقیہ والوں نے مزاحمت کی۔ اور مقابلے پر تیار ہو گئے۔ یہ شہر بھی حمص کی طرح بہت مضبوط تھا لیکن خالدی تدبر و ہمت نے جو حسب توقع قوت اختراعیہ سے بخوبی کام لے سکتی تھی۔ اس خیال سے کہ حمص کی طرح یہاں بھی زیادہ عرصہ نہ گزر جائے۔ بصلاح سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شہر کا محاصرہ کر کے زمین دوز قلعوں کا بنانا شروع کیا۔ جب اس قدر قلعے تیار ہو گئے۔ کہ ان میں جانباز مجاہدین بخوبی سما سکتے تھے۔ تو رات کے وقت لشکر کو ان قلعوں میں داخل ہونے کا حکم دے دیا۔ اور محاصرہ اٹھا کر باقی لشکر کو ہمراہ لے کر بظاہر حمص کو روانہ ہو گئے۔ لاذقیہ والوں نے جو طویل عرصہ کی قلعہ بندی سے اکتا گئے تھے۔ اس بلا کے ٹل جانے کو غنیمت جان کر یسوع مسیح کی عنایتوں اور مقدس باپ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ اور اپنے مدتوں کے بند شدہ کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ لیکن مجاہدین نے اگلی صبح ہوتے ہی زمین دوز قلعوں سے نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔ اور آناً فاناً شہر کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ مال غنیمت کا خمس اور نوید فتح دربار خلافت میں ارسال کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بغرض انتظام علاقہ مفتوحہ اسی جگہ ٹھہر گئے اور پھر حمص کو واپس آگئے۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں شہروں اور مضافات کے علاقوں کو مفتوح کرنے اور اعلائے کلمۃ الحق میں سارا سال ۱۵ھ صرف ہو گیا۔

سنہ ۱۶ ہجرے المقدس

فتح قنسرین حلب اور انطاکیہ وغیرہ

سالار اعظم کا حکم پاتے ہی بہادر خالد بن ولیدؓ ایک ہزار منتخب مجاہدین لے کر قنسرین کی طرف بڑھا جہاں عیسائی افواج کا بے شمار اجتماع ایک بہادر سردار میناس

کی سرکردگی میں جمع ہو رہا تھا۔ منیاس کا رتبہ سارے فرنگستان اور سلطنت روم میں ہرقل سے دوسرے درجہ پر تصور کیا جاتا تھا۔ بہادر منیاس شیر دل خالد بن ولیدؓ کی آمد آمد سن کر خود قنسرین سے آگے بڑھا۔ تاکہ خالدؓ کا راہ میں ہی استقبال کرے چنانچہ فریقین کے دو بدو ہوتے ہی میدان جدال و قتال گرم ہو گیا۔ اگرچہ منیاس اور اس کے جانباز لشکر نے نہایت سرفروشی اور بے جگری سے داد شجاعت دی۔ لیکن طوفان قیامت خیز خالدی حملات اور اس کے جاں نثاران اسلام مجاہدین کی جو بمطابق فرمان رسالت۔ لا یفضلہ النبیون الا بفضل درجۃ النبوۃ۔ شہید اور نبی میں صرف درجہ نبوت کا فرق سمجھتے تھے۔ سرفروشی سے عہدہ برآنہ ہو سکا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگا۔ لیکن تعاقب میں کسی مجاہد کی شمشیر حقانی کی ضرب سے جانبر نہ ہو سکا۔ میدان جنگ عیسائیوں کی ہزاروں لاشوں سے پٹ گیا۔ اور بہادر خالد رضی اللہ عنہ اپنے سرفروش مجاہدین کے قنسرین کی طرف بڑھا لیکن اہل شہر بچی کچھی منہزم شدہ فوج کو شہر میں داخل کر کے قلعہ بند ہو گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے محاصرے کے سامان پھیلا دیئے اور نہایت استقلال سے شہر کو فتح کرنے پر جم گئے۔ اور قلعہ والوں کو دعوت اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ولا تحسبن[1] الذین کفروا سبقوا انہم لا یعجزون۔ سناتے ہوئے نہایت استقلال اور عزم بالجزم کا یقین دلاتے ہوئے یہ پیغام بھیجا۔ کہ ولو[2] کنتم فی السحاب لحملنا اللہ الیکم او لانزلکم الینا فلینظروا فی امرھم وما فاتحی اھل حمص۔

جب بہادر خالد رضی اللہ عنہ کا یہ استقلال بھرا پیغام اہل قنسرین کو ملا۔ تو امان طلب کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ بہادر خالدؓ نے رعایا کو ہر طرح کی آزادی دے دی۔ اور ہر طرح سے ان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ اور ان کے جان و مال سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔ اور آج کل کی فاتح اقوام کی طرح روز اول سے ہی کبھی بے جا غرور سے کام نہ لیا۔ اور مفتوح لوگوں کے امرا و روسا کے

[1] کافر لوگ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل گئے۔ وہ ہم کو ہرگز تھکا نہیں سکتے [2] اگر تم آسمان پر چلے جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ہم کو تمہارے پاس پہنچا دیگا۔ یا تم کو ہمارے پاس اتار لائیگا۔ پس اپنی حالت کو سمجھ سوچ لو۔ اے اہل قنسرین! اہل حمص کو دیکھ لو کہ ان کا کیا حشر ہوا (آخر کار وہ مغلوب ہو گئے)۔

Marfat.com

اختیارات کو ذرا سا بھی صدمہ نہ پہنچایا۔ اور نہ ان کی طاقت کو کم کر کے کوئی خاص معین حد مقرر کی۔ اور نہ ہی مفتوح قوم کی جنگی طاقت کو سلب کرنے کی کوشش کرنے کے لئے زمانہ حال کے فاتحین کی طرح کوئی انوکھا حکم دیا۔ اور نہ ان کی صنعت وحرفت تجارت اور مذاہب میں کسی قسم کی دست اندازی کر کے ان کی مشکلات کو بڑھایا یا اپنا دست نگر بنایا۔ صرف جزیہ سے کام واسطہ رکھا۔ جس کے عوضانے میں ان کی ہر طرح سے حفاظت کی ذمہ واری لی جاتی تھی۔ اوران کو جنگ جیسی خطرناک لازمی خدمت سے جو مسلمانوں کے لئے لازم ہوا کرتی ہے۔ مستثنےٰ کر دیا۔ اہل شہر کو مطیع کرنے اور قبول اسلام سے انکار کرنے والوں پر جزیہ لگا کر بہادر خالدؓ آگے بڑھا۔ ہاں چونکہ اس شہر کی فصیل بہت مضبوط اور مستحکم تھی۔ نیز یہ شہر ایک سرحدی شہر اور خطرناک تھا۔ اس لئے احتیاطاً شہر پناہ کو گرا کر مسمار کرا دیا۔

قنسرین کی فتح کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے خود شہنشاہ ہرقل کی طرف قدم بڑھایا۔ جو ایک نزدیکی شہر رہا میں مقیم تھا۔ لیکن ہرقل بہادر خالدؓ کی آمد سُن کر بعد حسرت ویاس سرزمین شام کو الوداع کہتا ہوا سینہ بریاں وچشم گریاں ندامت وخفت اٹھا کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہیں جا کر دم لیا۔

جب بہادر خالدؓ کو ہرقل اعظم کے فرار ہو جانے کی خبر ملی۔ تو وہ دیگر مضافات کے علاقوں میں گشت اور اعلائے کلمۃ الحق کرتا کرتا حلب پہنچا۔ راہ میں تمام رعایا نے اسلام یا جزیہ کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ پھر وہاں سے حسب دستور دعوت حق دیتا رعایا سے اسلام یا جزیہ کا اقرار لے کر امان دیتا ہوا انطاکیہ پہنچا۔ یہاں بھی حلب والوں کی طرح اہالیان شہر نے جزیہ قبول کر لیا۔ بعضوں نے اسلام قبول کیا۔ اور قوانین اسلام کے مطابق کسی کے جان ومال۔ تجارت وزراعت صنعت وحرفت۔ قلاع وحصار۔ مکانات وعبادت گاہوں وغیرہ وغیرہ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔ اور ہر طرح سے آزادی دی گئی۔ اور جن لوگوں نے اسلام کی حکومت میں رہنے اور جزیہ دینے کو پسند نہیں کیا۔ اور ساتھ ہی جنگ سے بھی پرہیز کی۔ ان کو حسب الخواہش رومی علاقہ میں جانے کی اجازت بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے دی گئی۔ اوران کے مال واسباب وغیرہ وغیرہ پر کسی قسم

Marfat.com

دسمبر ۱۶ھ؁ کی حلب کے نواحی قبائل برضا و رغبت خود اسلام لے آئے۔ غرضیکہ ۱۶ھ؁ کے اندر اندر تمام سرزمین شام مفتوح ہو گئی۔ اور ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا اور اسلام کا خاطر خواہ سکہ بیٹھ گیا۔ انطاکیہ والوں نے بہادر خالد رضی اللہ عنہ کے چلے آنے کے بعد کچھ سر اٹھایا۔ لیکن عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے موقعہ پر پہنچکر فوراً شورش کو دبا دیا۔ اور سابقہ شرائط پر امان دی گئی۔ اور بغاوت کی کوئی سزا نہ دی گئی۔ بہادر خالد رضؓ کے اس دورے نے اس حد تک اسلامی سکہ بٹھا دیا۔ کہ معمولی سی جمعیت کے ساتھ بھی جدھر کوئی افسر نکل جاتا۔ رومی خود بخود آکر اسلامی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ لیتے۔

غور کا مقام ہے۔ کہ بہادر خالد رضؓ اور اس کے جانباز مجاہدین نے بزور شمشیر علاقہ شام و ایران کو فتح کر کے باغیوں اور شورش پسندوں سے ایسی فیاضانہ شرطیں ہیں جو کوئی دوسری فاتح قوم کبھی نہیں کر سکتی۔ چونکہ مسلمانوں کو صرف احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے رکاوٹوں کا دور کرنا مقصود تھا۔ اس لئے اس مراد کے حاصل ہو جانے پر وہ کسی قوم کو تنگ کرنا یا خونریزی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور نہ توانین کی بھرمار سے مفتوح رعایا کے جان و مال۔ تمدن و معاشرت پر بیجا بوجھ ڈالتے تھے۔ اور ایسی نظیریں سوائے اسلام کے اور کوئی قوم ابتدائے آدم سے لے کر آج تک پیش نہیں کر سکتی۔

جب ہر طرح امن و چین ہو گیا۔ تو سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں چاروں طرف چھاؤنیاں ڈال دیں۔ اور چھوٹے چھوٹے مقامات جرمومہ۔ یوقہ۔ تیزین۔ سرمین۔ قورس۔ تل عزاز۔ قبح۔ رعبان۔ باس۔ قاصرین وغیرہ وغیرہ بغیر ایک قطرہ خون گرنے یا کسی کو تکلیف پہنچنے کے مفتوحہ ہو گئے۔ جرمومہ والوں نے جزیہ کی بجائے فوجی خدمات کو خود بخود قبول کر لیا۔ جس سے جزیہ کی حقیقت جس پر معترضین اعتراضوں کی بوچھاڑ کر کے اس کو ناجائز بوجھ بیان کرتے ہیں۔ صاف صاف مترشح ہوتی ہے۔ کہ جزیہ لے کر جنگ جیسی جانگزا خدمت سے ان کو بری کیا جاتا ہے۔

اخیر ۱۶ھ؁ ہجری میں بہادر خالد رضی اللہ عنہ دورہ لگاتے اور اعلائے کلمۃ الحق

Marfat.com

کرتے ہوئے مرعش پہنچے۔ اور عیسائیوں نے اس شرط پر صلح کرلی۔ کہ ہم کو یہاں سے معہ اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال کے رومی علاقہ میں چلے جانے کی اجازت دی جائے چنانچہ خلق خدا کی خواہ مخواہ خونریزی کو ناپسند کر کے ان کی یہ شرط منظور کرلی۔ اور ان کے معاملات۔ مال و اسباب وغیرہ وغیرہ میں کسی قسم کی دستبرد نہ کی۔ اور وُہ رومی علاقہ میں چلے گئے۔

جب ان سب کارگذاریوں کی اطلاع دربار خلافت میں پہنچی تو ازحد محظوظ ہو کر امیرالمومنین نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے۔ جو بہادران اسلام کے مجھ سے زیادہ قدرشناس تھے۔ واللہ میں نے خالدؓ کو عہدہ سپہ سالاری سے کسی ذاتی غرض یا رنجش سے معزول نہیں کیا۔ بلکہ اس میں دینی مصلحتیں تھیں۔ (ان مصلحتوں کا ذکر معزولی کے بیان میں کیا جائے گا) غرض بہادر خالدؓ نے بیخ بیخ روم و ایران میں اپنے معزز لقب سیف اللہ پر بٹہ نہ لگنے دیا۔ اور جس غرض کیلئے تلوار کو نیام سے نکالا تھا۔ پوری کر کے چھوڑی بافضال الٰہی ان تمام تفکرات اور اندیشوں کو جو ہر وقت دربار خلافت کو رومیوں اور ایرانیوں سے رہتے تھے۔ بالکل دور کر دیا۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیئے اپنی مجاہدانہ بے ریا کوششوں سے راستہ بالکل صاف کر دیا۔

فتح بیت المقدس

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لاذقیہ سے بغرض انتظام واپس تشریف لے آئے۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی طرف روانہ فرمایا۔ تو کچھ عرصہ انتظام میں مصروف رہ کر بیت المقدس کی طرف رُخ کیا۔ کیونکہ یہی اب ایک ایسا مشہور مقام رہ گیا تھا۔ جو ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا۔ ممکن تھا۔ کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ و ایسی حضرت خالد بن ولید تک بیت المقدس کا رخ نہ کرتے۔ مگر ان کی شورہ پشتی دیکھ کر ادھر رخ کرنا پڑا۔ اس کا فتح کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ لیکن چونکہ بیت المقدس ایک مقدس شہر تھا۔ اور اس کی عزت و حرمت مسلمانوں پر واجب تھی

Marfat.com

اس لئے آپ نے کوئی حملہ نہ کیا۔ حالانکہ انکا شہنشاہ خالد رضی اللہ عنہ سے ڈر کر قسطنطنیہ کیطرف بھاگ چکا تھا۔ اور حاکم بیت المقدس معہ اپنی افواج شہر چھوڑ کر مسلمانوں کی آمد کی خبر سنتے ہی چلا گیا ہوا تھا۔ صرف چند سپاہیوں اور رعایا کے سوا بیت المقدس میں اور کوئی بھی نہ رہ گیا تھا۔ جو شہر کی حفاظت کی ذمہ واری کو اٹھا سکتا۔ یا مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت کرتا۔ اس لئے اہل شہر مجبوراً قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ عظمت وتقدیس بیت المقدس کے خیال سے حملہ نہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ خود بھی رحمدل تھے۔ اور اسلام بھی خونریزی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ شہر میں وا تے معدودے چند سپاہیوں اور رعایا کے باوور کوئی بھی نہیں ہے۔ تو محاصرے کو بھی ہٹا لیا۔ آخر کار ان کے بڑے پادری نے یہ درخواست کی۔ کہ آپ کے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود یہاں تشریف لائیں۔ تو شہر ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ان کی یہ درخواست دربار خلافت میں بھیجدی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس درخواست کو دیکھ کر مشورہ صحابہ کبار نہایت سادگی سے عازم بیت المقدس ہوئے۔ جس وضع سے آپ نے یہ سفر کیا۔ وہ قصہ عام اور مشہور ہے۔ آپ نے اپنے شام میں آنے کی اطلاع حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔ چنانچہ سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ نے اپنے تمام ماتحت افسروں کو حکم دے دیا۔ کہ وہ مقام جابیہ میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کریں۔ چنانچہ اس حکم کے ملتے ہی تمام افسر واپس آئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید۔ یزید بن ابوسفیان اور دیگر افسران فوج نے مقام جابیہ پر آپ کا استقبال کیا۔ بیت المقدس پہنچ کر جس فراخ حوصلگی اور سیر چشمی سے عہد نامہ لکھا گیا۔ وہ صرف اسلام ہی کا کام تھا۔ سوائے مسجدؔ کے واسطے جگہ لینے کے رعایا کی کسی شے پر مطلقاً دستبرد بھی نہیں کی گئی۔ اثنائے معاہدہ میں نماز کا وقت تھا۔ اس وقت آپ معہ اپنے جان نثاروں کے گرجے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پادری نے عرض کی کہ آپ گرجے میں ہی نماز ادا کر لیں۔ لیکن آپ نے اس امر کو قبول نہ کر کے باہر دیواروں کی سیڑھیوں پر نماز ادا کی۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے سوال کرنے والے پادری کو فرمایا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ مسلمان میری پیروی کر کے

۱ے مسجد کی تعمیر کیواسطے ایک مفتوحہ یا مغلوبہ شہر میں جگہ حاصل کی گئی۔ کیونکہ اس کے بغیر مسلمانوں کا گذارہ مشکل تھا:

کہیں گرجے کو ہی مسجد نہ بنالیں۔ اس لئے میں نے باہر نماز ادا کی
چونکہ اب سارا علاقہ شام فتح ہو چکا تھا۔ اور امن وامان بھی بحال ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے شام کے عامل مقرر کئے۔ اور قنسرین کے اضلاع پر جو سرحدی اور آخری شہر متصلہ سلطنت روم تھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا گیا جن کے نام سے دشمن کانپ جاتے تھے۔ اور کہ جن کا جنگی رعب وداب شجاعت و لیاقت بمنزلہ لاکھوں مجاہدین کے تھا۔ اور تن تنہا لاکھوں غنیم کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

جنگ ثانی حمص

سارا علاقہ شام مفتوح ہونے کے بعد جب ہر ایک حصہ میں حاکم مقرر کئے گئے جنہوں نے اپنے عدل والصاف سے رعایا کے دلوں کو اپنی مٹھی میں کر کے اسلامی حکومت کا گرویدہ بنا لیا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی فتوحات اور جاہ وثروت کو دیکھ کر ارد گرد کے سارے حکمران اپنے اپنے قدح کی خیر منانی چاہتے تھے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن ہماری باری بھی آنے والی ہے۔ اس خیال خام سے متاثر ہو کر دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ والے عیسائی جن سے آج تک کوئی تعرض نہیں کیا گیا تھا۔ شام پر اسلامی تصرف کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھنے لگے۔ نگران کی کوئی پیش نہ جاتی تھی بیت المقدس جو نصرانیوں کا قبلہ تھا۔ اسلام کے قبضے میں دیکھ کر ان کے سینے جل رہے تھے۔ آتش انتقام سلگ رہی تھی۔ آخر کار انہیں جزیرہ والو نے قیصر روم شہنشاہ ہرقل کو خط لکھا۔ کہ آپ یسوع مسیح علیہ السلام پر بھروسہ کر کے ایک دفعہ پھر قسمت آزمائی کریں۔ اور نہیں تو کم از کم بیت المقدس تو ضرور مسلمانوں سے چھین لیں۔ ہم دامے۔ درمے۔ قدمے ہر طرح کی مدد دینے کو تیار ہیں۔ تمہیں نصیب اگر ہمارا مال وجان۔ ملک ومذہب پر فدا ہو۔ اسی دوران میں آرمینیا والوں کا خط بھی اسی قسم کا ہرقل کے پاس پہنچا۔ ہرقل کو ایسا موقع خدا دے۔ اس کا سینہ تو آتش انتقام سے جل بھن کر کباب ہو رہا تھا۔ تس پر داغ بدنامی اس کو خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ اور وہ بدلہ لینے کے لئے پہلے سے ہی سارے فرنگستان

Marfat.com

کو مذہب کی آڑ میں بھڑکا رہا تھا۔ اور افواج کو جمع کر رہا تھا۔ ان خطوط کو دیکھتے ہی اس کو اور حوصلہ ہو گیا۔ تمام اطراف و جوانب میں آتش زبان پادریوں کو بھیجکر پھر ایک دفعہ عیسائیوں کا ٹڈی دل جمع کرا لیا۔ اور شام پر حملہ کر دیا جس کی خبر سنتے ہی تیس ہزار جانباز عیسائی مجاہد جزیرہ والوں نے روانہ کر دیئے۔ اور مزید افواج بھیجنے کا وعدہ کیا۔ آرمینیا والے بھی بہ تعداد کثیر قیصر روم کی افواج سے مل گئے۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان حالات کو دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تمام افواج متفرقہ کو ایک جگہ قلعہ حمص میں جمع ہونے کا حکم دیدیا۔ اور غنیم کی کثرت اور جوش و خروش کو دیکھ کر دربار خلافت میں مفصل حالات لکھ دیئے۔ تاکہ مزید افواج فوراً بھیجی جائیں۔ آپ نے فوراً سعد بن وقاص عامل اعلےٰ عراق کو لکھا۔ کہ جہاں تک جلدی ممکن ہو سکے۔ شام کو امدادی افواج روانہ کر دے۔ چنانچہ حکم پہنچتے ہی قعقاع بن عمرؓ کی سرکردگی میں چار ہزار مجاہدین بھیجدیئے۔ ادھر دربار خلافت کو دشمن کے غیر معمولی اجتماع سے فکر لگ رہا تھا۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی۔ کہ امیر المومنین بذات خاص میدان جنگ میں جا کر سپہ سالاری کا عہدہ سنبھال لیں۔ چنانچہ اس تجویز کے منظور ہوتے ہی بذات خاص امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور والی عراق سعد بن وقاص کو لکھ دیا۔ کہ جزیرہ والوں کی امداد کو فوراً روک دیں۔ چنانچہ انہوں نے سہیل بن عدی کی ماتحتی میں کچھ لشکر جزیرہ کی طرف بھیجدیا۔ تاکہ ان کی امداد کو قیصر روم تک نہ پہنچنے دیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا۔ کہ دشمن کی کثرت ہے۔ تو انہوں نے دیگر سرداران کے مشورے سے امیر المومنینؓ یا عراق کی امدادی افواج کے آنے تک قلعہ بند ہو جانے کو مناسب سمجھا۔ چنانچہ بند ہو کر جنگ متلوبانہ کا ارادہ کر لیا۔ ابھی آپ کو قلعہ بند ہوئے دو چار دن ہی گزرے ہوں گے۔ کہ بہادر خالد حسب الحکم سپہ سالار حمص پہنچ گیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ خالد قلعے کے اندر آ جائے لیکن آپ کی تہوّرانہ غیور طبیعت آپ کو اس امر کی کب اجازت دیتی تھی۔ کہ قلعہ بند ہو کر جنگ متلوبانہ کرے۔ دشمن سے ڈر کر وہ اپنے معزز خطاب سیف اللہ کو بٹہ لگانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنی شجاعت و بسالت اور عقل خداداد کے مقابلے میں دشمن

کی کثرت کو بے حقیقت جانتا تھا۔ اس کی غیرت اجازت نہیں دیتی تھی۔ کہ جس قوم سے وہ پیشتر ازیں بارہا اپنی شمشیر کا لوہا منوا چکا ہے۔ جس قوم کی کثرت کو وہ بھیڑوں کی کثرت سمجھ کر تو کذم بھگا جا چکا ہے۔ اس قوم سے ڈر کر قلعہ بند ہو جائے۔ اور جنگ مغلوبانہ کرے۔ اس کی عقل دقیقہ رس سمجھ گئی تھی۔ کہ نصاریٰ کی اس آخری مذبوحی حرکت کا علاج استقلال ہے۔ وہ قلعہ بندیوں کے نقصانات کو جانتا تھا۔ اور اس کو یقین تھا۔ کہ وہ کافر کش شمشیر جو میدان یرموک میں لاکھوں کے باساز وسامان ٹڈی دل کو چھٹی کا دودھ یاد کرا چکی ہے۔ اور کہ جس نے صدیوں کی منتظم۔ دولتمند۔ طاقتور اور مستقل سلطنت روم کے صرف ایک ہی جنگ یرموک میں دھوئیں بکھیر کر اس کی جڑھ تک کو ہلا دیا تھا جس نے میدان موتہ میں چار پانچسو کی جمعیت سے قریباً ڈیڑھ لاکھ عیسائی بھیڑوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ ضرور فتح کے مفید نتائج ظاہر کر دے گی۔ اسے معلوم تھا۔ کہ مسلمانوں کی جانفروشی کا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم کیا ساری دنیا کی مجموعی طاقت نہیں کر سکتی۔ اس کو ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز پر پورا یقین تھا قاتلو ھم یعذبہم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیہم ویشف صدور قوم مومنین پر اس کا ایمان تھا۔ اور وہ کسی طرح قلعہ بند نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ کہ خالدؓ کسی طرح بھی قلعہ میں داخل ہونے کا نام نہیں لیتا۔ اور ممکن ہے۔ کہ جوش تہور میں رومیوں سے نہ بھڑ جائے۔ یا رومی قلیل جان کر ان پر حملہ نہ کر دیں۔ اور دونوں صورتوں میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ تو مجبوراً ان کو بھی باہر نکلنا پڑا۔ اور باہر نکلتے ہی دشمن کی طرف کوچ کر دیا۔

ادھر شام میں بھی مکمل انتظام تھا۔ ادھر سے عیاض بن غنم کو جزیرہ کی طرف بھیجا گیا۔ کہ وہ عیسائیاں جزیرہ کی آنے والی امداد کو راہ میں ہی روک دے۔ چنانچہ شام کی طرف سے عیاض بن غنم اور عراق کی طرف سے سہیل بن عدی فوراً جزیرہ میں پہنچ گئے۔ اور ان کو اپنی جان و مال کی حفاظت کی خاطر واپس جانا پڑا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس امر کا کوئی علم نہ تھا۔ کہ جزیرہ کی امداد کو عامل عراق نے روک دیا ہے۔ ورنہ وہ عیاض بن غنم کو ہرگز نہ بھیجتے۔

حضرت ابو عبیدہ حمص سے نکلے ہی تھے۔ کہ عیسائیوں نے خدا کا شکر کیا۔ وہ چاہتے

تھے کہ مسلمان قلعہ بندی چھوڑ کر میدان میں آئیں اور ہاتھ دیکھیں دکھائیں۔ افسوس ہے کہ رومیوں کے نئے نئے سپہ سالار اور نئی نئی فوجیں تھیں۔ ورنہ ہاتھ دیکھنے دکھانے کا نام نہ لیتے۔ اگر کوئی پرانا شکست خوردہ سپاہی ان میں ہوتا۔ اور شرم وغیرت اسے اجازت دیتی تو وہ ضرور ایسے الفاظ کہنے والوں کو روک دیتا۔ خیر حمص کے قریب ہی مقابلہ ٹھن گیا اگرچہ رومیوں نے دادِ شجاعت ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ لیکن مقابلے پر خالد رضی اللہ عنہ تھا۔ جو سیف اللہ کا معزز لقب دربارِ رسالت سے حاصل کر چکا تھا۔ جس کی حقانی شمشیر نے ایران وروم کو چند ہی حملوں میں زیر وزبر کر دیا تھا۔ اور ان کی بنیادوں تک کو ہلا کر ع

تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

کا ہو بہو نمونہ آنکھوں دکھا دیا تھا۔ وہ چستی وچالاکی میں برق عقل میں افلاطون سے بڑھ کر۔ ذاتی رعب میں لاکھوں پر بھاری۔ شجاعت وبسالت میں فرد۔ قلعہ شکنی اور مہارت جنگی میں لاثانی۔ اسلام کا سچا فدائی مخلص فی سبیل اللہ۔ مجاہد اور تیغ زنی میں غنیم کے متاعِ حیات وزندگانی کے لئے عزرائیل سے کم نہ تھا۔ اپنی محیر العقول شجاعت وبسالت اور چستی چالاکی سے میمنہ میسرہ اور قلب لشکر اس کی نگاہوں میں ایک تھا۔ اس کو کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ ہی دشمن کو اس امر کا پتہ لگنے دیتا تھا۔ کہ وہ غنیم کے قلب لشکر کے دھوئیں بکھیر رہا ہے۔ یا میمنہ ومیسرہ کے پرخچے اڑا رہا ہے۔ فرائض مجاہد ادا کر رہا ہے یا جوشیلی تقاریر سے اپنے مجاہدین کو گرما گرما کر سپہ سالاری کے فرائض ادا کر رہا ہے غرض وہ چستی چالاکی اور جرات دکھلائی۔ کہ غنیم پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ ادھر مقدمۃ الجیش کو ہرایا۔ تو ادھر میمنہ کو جا دبایا۔ کبھی میسرہ پر تکبیر کا نعرہ بلند کر کے دشمن کو دہلا دیا اور کبھی قلب لشکر پر ہل من مزید کا نعرہ مستانہ لگا کر چلا رہا تھا۔

زپیش من شیر دشمن گزاے ــــ کجا جان بر رومی مست پائے
غزائے بر راہ خدا مے کنم ــــ مخالف چہ باشد کہ خالد منم

جس سے غنیم کے دلوں میں ایک قسم کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ باوجود متواتر تین دن تک مقابلہ کرنے کے آخر وہ خالد کے قیامت خیز حملات کی تاب نہ لا سکے۔ اور تقدیر کا شکوہ کرتے ہوئے بھاگ نکلے جسکا دور تک تعاقب کیا گیا۔ کروڑوں کا مال غنیمت مسلمانوں کے

ہاتھ آیا۔ ہزار ہا فرنگستانی فوجیں۔ رضا کار اور آرمینیا کی فوجیں میدان میں بے گور و کفن پڑی رہ گئیں اور سرزمین شام ہمیشہ کے لئے آیندہ خطرات سے محفوظ ہو گئی۔ مژدہ فتح معہ خمس دربار خلافت میں روانہ کیا گیا۔ جو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو بذات خاص افواج شام کی سپہ سالاری کے لئے آرہے تھے مقام جابیہ ملا۔ سجدہ شکر ادا کیا۔ اور خالدی کارگزاریوں کو سراہا گیا۔ عراق کی امدادی فوج لڑائی ہو چکنے کے تین دن بعد پہنچی لیکن بحکم امیر المومنین مال غنیمت سے ان کو بھی حصہ دیا گیا۔ اور جناب امیر المومنینؓ جابیہ سے ہی واپس پلٹ گئے۔

اس مہم کے خطرناک ہونیکا اس امر سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ خود امیر المومنین تشریف لانے پر مجبور ہو گئے۔ صولتِ فاروقی سے کون شخص ناواقف ہے جب آپکی محض نگاہ اٹھانے سے ہی آفتاب سیاہ ہو جاتا ہے۔ رقعہ ڈالنے سے نیل جاری ہو جاتی ہے دھمکی دینے سے شور زمین سبزہ زار ہو جاتی ہے۔ تو مخالفوں پر کس قدر ہیبت نہ پڑتی ہوگی۔ کاش اگر بہادر خالدؓ عنہ کو معلوم ہوتا۔ کہ امیر المومنینؓ زحمت سفر برداشت کرتے ہوئے آرہے ہیں تو ان کو فوراً اطلاع دے دیتے کہ حضور کے غلام اور جان نثار ان کافی ہیں۔ آپ زحمت سفر برداشت نہ کریں۔ بہادر خالدؓ نے دربار خلافت کے تمام ترددات کو اپنی شمشیر کا فرکش اور عقل دقیقہ رس سے آناً فاناً دور کر دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ جس کام کو دیگر انسانی طبائع ناممکن خیال کرتی ہیں۔ اسکا ممکن کر دکھانا سیف اللہ کی تیز تلوار کا ادنےٰ کام ہے یہی محیر العقول خالدی کارنامے ہیں۔ جن کو دیکھ سن کر عقل انسانی دنگ اور بہادران عالم محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ اس شخص کی چستی و چالاکی اور شجاعت و بسالت ہمت و جرأت عقل و دانش ہمیشہ قیاس انسانی سے بالا رہی دکھاتی دیتی رہی ہے۔ یہ سب کچھ اسلام کی پاک اور موثر تعلیم کا نتیجہ تھا۔ اور اسلامی تاریخ میں ایسے ایسے کئی پاک نفوس بزرگ فاتح ملیں گے۔ جن کی محیر العقول کارگزاریاں ایک عالم کو محو حیرت بنانے کیلئے کافی ہیں۔ لیکن دعوے کیساتھ کہا جاسکتا ہے۔ کہ خالدیؓ کارنامے ان سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور مجاہد فی سبیل اللہ مجاہد حضرت خالدؓ بن ولید ہی ہے جسکا لگا کوئی بہادر نہیں دکھا سکتا۔ اور ایسے ایسے بے نظیر شجاع سپہ سالاروں کا پیدا کرنا محض اسلام کی پاک تعلیم کا نتیجہ ہے۔ دنیا کی کوئی اور قوم ایسے ایسے پاک نفوس رحمدل فاتح سپہ سالار

Marfat.com

پیش نہیں کر سکتی جن کی بفضل آلہی اسلامی تاریخ میں کثرت ہے۔

خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی

بے باک ظفر جنگ مشہور سپہ سالار اسلام مجاہد فی سبیل اللہ حضرت خالد رضے اللہ عنہ بن ولید سیف اللہ جن کی معجز نما کارگذاریوں اور محیر العقول کارناموں کے باعث اشاعت اسلام کی تمام درمیانی روکاوٹیں دور ہو گئیں۔ اور آپ کی ان فی سبیل اللہ مساعی جمیلہ کیلئے اسلام ہمیشہ آپ کا ممنون ہے۔ دو دفعہ معزول ہوتے۔ اور ان کو دونوں دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضے اللہ عنہ نے جو اپنے آپ کو کسر نفسی سے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتے رہے۔ معزول کیا۔ پہلی دفعہ سنہ ۱۳ ہجری المقدس میں جبکہ آپ میدان یرموک میں رومی ٹڈی دل افواج کے اپنے زور بازو اور عقل خداداد کے ذریعے پرخچے اڑا رہے تھے معزولی کا حکم ملا۔ اور یہ حکم فاروق اعظم رضے اللہ عنہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی دے دیا۔ بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضے اللہ عنہ کا آپ کو معزول کرنا کسی دیرینہ عداوت اور بغض و کینے کا باعث ہے۔ جو فاروق اعظم رض کے دل میں تھا۔ لیکن حقیقت الامر یہ نہیں ہے۔ اور ایسا خیال جلیل القدر فاروق اعظم رض کی ہتک کرنا ہے۔ جو گناہ عظیم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے اس سے خوش رہا۔ اور آپ کو اپنا دوست فرمایا۔ تو اندریں حالات خدا کے دوست کی ہتک اللہ تعالے کی ہتک ہے۔ جو کسی طرح بھی ایک مسلمان کو واجب نہیں۔ بلکہ اس معزولی کی کچھ اور ہی وجوہات ہیں۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور اس مندرجہ بالا خیال خام میں نہ صرف امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی ہی ہتک ہے۔ بلکہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی (خاکم بدہن) تذلیل اور توہین ہوتی ہے۔ یہ معزولی صرف عہدہ سپہ سالاری سے تھی۔ بالکل معزول نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ سپہ سالار اعظم امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر کر کے ان کے ماتحت سپہ سالار کیا گیا۔ مندرجہ خیال خام کرنے سے نہ صرف دونوں خلفائے ارشدین کی ہتک ہوتی ہے۔ بلکہ پناہ بخدا خود رسول مقبول حضرت

Marfat.com

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی ذات ستودہ صفات سراپا برکات پر الزام آتا ہے دوسری دفعہ کی معزولی ہمیشہ کی معزولی تھی۔ جو بعد جنگ ثانی حمص ۱۷؁ھ ہجری المقدس میں ہوئی۔ اور اللہ کی تلوار کو جس نے کفار کو ان کی کیفر کردار تک پہنچایا۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کی تمام درمیانی سنگین روکاوٹوں کو دُور کر کے جملہ تردداتِ و تفکرات خلافت کو دُور کر دیا۔ ہمیشہ کے لئے نیام میں کر دیا گیا۔ اس کی وجوہات بھی جو کچھ کج فہم مؤرخ یا متعصب لوگ بیان کرتے ہیں۔ سرتا پا غلط اور لغو ہیں۔ جن کی قلعی ہم نے آئندہ سطور میں پورے طور پر کھول دی ہے۔

پیشتر اس کے کہ معزولی کی وجوہات بیان کر کے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں خلفائے راشدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق کے متعلق جو کچھ اللہ یا اس کے رسولؐ نے فرمایا ہے۔ بیان کر دیا جائے تاکہ پہلے خالد رضی اللہ عنہ کا تقرر اور عزل کرنے والوں کی شان و افضلیت معلوم ہو جائے جو معترضین کے اعتراض کا جواب دینے میں مفید اور ممد ہوگی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان

(۱) آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جن سے خدا اور رسول خوش ہوئے۔ اور زندگی میں فردوس بریں کی بشارت دی گئی۔ سب علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔

(۲) آپ سابقون اسلام میں سے ہیں۔ جن کا درجہ اللہ کے نزدیک افضل ہے۔ بمنشائے والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہُ۔

(۳) صلح حدیبیہ سے پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے ارادہ جنگ کے باعث بیعت لی۔ تو ان میں صدیق اکبرؓ۔ فاروق اعظمؓ دونوں شامل تھے۔ جن سے خدا نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ کہ ان لوگوں سے جو تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔ خدا ان سے خوش ہوا۔

(۴) ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبرئیل نے مجھے خبر

Marfat.com

دی ہے۔ کہ میرے بعد تمام امت محمدیہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں
ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کہ جو شخص مجھ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر ترجیح دیگا۔ میں اس کو دُرّے لگاؤنگا ؛

(۵) اپنے ایام بیماری میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا۔ اور آپ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ؛

(۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر کسی اور کو فضیلت دیتا ہے۔ وہ مہاجرین و انصار پر ظلم کرتا ہے

(۷) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے دو وزیر نہ ہوں۔ میرے وزیر سماوی جبرائیل و میکائیل ہیں۔ اور وزراء ارضی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں ؛

(۸) ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لا رہے تھے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ دائیں بائیں تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن ہم اسی حال میں ہوں گے اسی طرح ایک دفعہ دونوں حضرات کی شان میں فرمایا۔ کہ دونوں بمنزلہ آنکھ اور کان کے ہیں ؛

(۹) حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس طرح زندگی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکرؓ اور عمرؓ سے جدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح بعد وفات بھی نہیں ہوتے ؛

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جسقدر مدد مجھے صدیق اکبرؓ نے دی ہے۔ اور کسی نے نہیں دی۔ یاد رکھو۔ کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ہیں جب کسی نے میری تصدیق نہ کی۔ تو ابوبکرؓ نے کی۔ حضرت عمرؓ کو فاروق کا خطاب فرمایا۔ کہ انہوں نے ایمان و کفر میں فرق ظاہر کر دیا ؛

(۱۱) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ محبت ابوبکرؓ و عمرؓ جزو ایمان ہے اور ان سے بغض و کینہ یا ان کی نسبت بُرا خیال کرنا کفر ہے۔

بے شمار احادیث اور ہیں جن کو بخوف طوالت نہیں لکھا گیا۔ اب کچھ قرانی آیات لکھی جاتی ہیں۔ جو آپ کی شان میں نازل ہوئیں۔

Marfat.com

(۱) اجماع امت اس پر ہے۔ کہ آیت ثانی اثنین اذھما فی الغار تا سکینۃ علیہ میں صاحب سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۲) ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قسم کھائی۔ کہ قسم ہے اس اللہ تعالٰے کی جس نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا۔ اور ابوبکر رضؓ سے ان کی تصدیق کرائی۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ علاوہ ازیں آیت وشاورھم فی الامر ابوبکرؓ وعمرؓ کے حق میں نازل ہوئی۔

(۳) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا سے لیکر کانوا یوعدون تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو عمر رضؓ ہوتا۔

(۲) فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تک اے لوگو تم میں عمرؓ رضی اللہ تعالٰے عنہ زندہ ہیں۔ فتنوں کا دروازہ اس وقت تک سختی سے بند رہیگا۔

(۳) فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے۔

(۴) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر روئیگا۔ اس کے بعد ایک اور حدیث میں فرمایا۔ کہ جس نے عمرؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ان کی محبت میری محبت ہے۔

(۵) حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہے۔ کہ جب سے عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اسلام ترقی کرتا چلا گیا۔ اور آپکی وفات کیساتھ ہی تنزل واقعہ ہوگیا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔

(۶) سب سے پہلے آپ نے ہی اپنا اسلام ظاہر کر کے فاروق کا خطاب حاصل کیا۔

Marfat.com

(۷) فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ نے حق عمرؓ کی زبان پر وضع کیا ہے اور وہ اسی سے بولتے ہیں (۸) آپ بھی عشرۂ المبشرہ ۔ سابقون اسلام اور اہل البیت تحت الشجرہ میں سے ہیں (۹) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ کیا اچھا ہو کہ ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں ۔ فوراً یہ آیت اتری وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (۱۰) پردے کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق دیا ۔ آپ ایک دن فرما رہے تھے کہ یارسول اللہ عورتوں کو پردہ لازم ہے فوراً پردہ کا حکم آگیا (۱۱) جب امہات المومنین نے آنحضرتؐ کو غیرت دلانے کا اتفاق کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن ۔ اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی ۔ اس کے ٹھیک وہی الفاظ تھے جو حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلے (۱۲) جب یہ آیت نازل ہوئی لقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین تو اس کے سنتے ہی حضرت عمرؓ نے فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین چنانچہ اس کے بعد ہو بہو وہی الفاظ نازل ہوئے جو حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلے (۱۳) جب آنحضرت نے جنگ بدر کے واسطے نکلنے کا مشورہ لیا ۔ تو حضرت عمرؓ نے نکلنے کا مشورہ دیا ۔ اس وقت کما اخرجک ربک من بیتک تا آخر نازل ہوئی جس کے نازل ہونے ہی جنگ کے واسطے نکلے اور بعد فتح واپس آئے ۔ قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا گیا ۔ صدیق اکبرؓ نے فدیہ لے کر چھوڑنے کا مشورہ دیا ۔ حضرت عمرؓ نے قتل کا ۔ بالآخر دونوں حکم نازل ہو گئے ۔ یعنی چاہے فدیہ لیکر چھوڑ دو چاہے اسلام قبول نہ کرنے پر قتل کر دو ۔ گویا خدا کو دونوں حضرات کی دل شکنی منظور نہ ہوئی ۔

علاوہ ازیں اور بیشمار احادیث ۔ اقوال صحابہ کرام ۔ قرآنی آیات آپ کے شان و ایمان کو ظاہر کرتی ہیں جن کو بخوف طوالت نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ اسلام معتدل مذہب ہے حضرت ابوبکرؓ از حد حلیم تھے اور عمر رضی اللہ عنہ سخت گیر ۔ دونوں کے باہم متفق ہونے سے اعتدال کی حالت پیدا ہو جاتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حمایت حق میں سینہ سپر ہونا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آپ کو روکنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو یاد کرو ۔ اور اپنی شہادت سے اسلام کو کمزور نہ کرو ۔ دربار الٰہی و رسالت سے صدیقؓ کا خطاب اور حضرت عمرؓ کو دربار رسالت سے فاروق کا خطاب ملنا جو بالا شہادت و آیات قرآنی سے جن کو نہایت اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے ۔ ہر دو جلیل القدر خلفائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان ۔ اسلام اور شان کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی شخص کو انکی نیک نیتی ، حق پژوہی پر شک و شبہ نہیں رہتا اور ویسے حضرات کی نسبت کسی کی نسبت ۔ کینہ رکھنے کا گمان کرنا اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے مترادف ہے ۔ اندریں حالات ان تمام الزامات سے جو فدک

Marfat.com

اکبرؓ کے وقت خالد رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے۔ یعنی مالک بن نویرہ کا قتل۔ اس کی مطلقہ عورت سے نکاح (اگر ہوا ہو) حساب کتاب کا باقاعدہ نہ بھیجنا وغیرہ وغیرہ جن کا فیصلہ صدیق اکبر نے دیا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو بری تصور فرمایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق صدیق اکبرؓ کا فیصلہ نہ کرنا باعث کینہ و بغض نہیں ہو سکتا بلکہ اصل بات یوں ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم جو ایک نہایت محتاط شخص تھے۔ اور ذرہ ذرہ سی بات کا خیال رکھتے تھے۔ جوش انصاف سے متاثر ہو کر نوری سماعت کرنا چاہتے تھے لیکن جب الزام بیگناہ ثابت ہو گیا اور امیر المومنین نے بری کر دیا۔ تو پھر اس کو زندہ کرنا یا اس کی نسبت کینہ رکھنا ان بزرگ و پاک نفوس حضرات کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسا خیال خام ظاہر کرنا اپنے ایمان کو تباہ کرنا ہے اگر حقیقتاً یہی بات ہوتی تو جب حضرت عمرؓ زیب مسند خلافت بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان الزامات کو از سر نو تازہ کیوں نہ کیا۔ اور ان کا ایسا نہ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے خالدؓ درحقیقت بیگناہ ثابت ہوتے۔ اور ان کی معزولی کے کچھ اور ہی دینی و مذہبی اسباب تھے۔

تمام وجوہات معزولی اور مختلف اعتراضات کی بوچھاڑ کا بڑی بڑی ضخیم عربی تواریخوں میں جو سلف و خلف نے نہایت جانفشانی اور تحقیق سے تیار کی ہیں کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ سب کچھ زمانہ حال کے کج فہم مورخوں کی مہربانیاں ہیں۔ جو خواہ مخواہ ہر ایک معاملہ میں ٹانگ اڑا کر "ہمچو ما دیگرے نیست" کا دم بھر کر برادران شیاطین کا لقب حاصل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خالدؓ بن ولید حساب کتاب باقاعدہ دربار خلافت میں ارسال نہیں فرماتے تھے۔ اس واسطے فوراً عہدہ سپہ سالاری سے معزول کیا گیا لیکن یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ اگر حساب کتاب نہ بھیجنے کی وجہ سے معزول کیا جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی یہ حکم دیتے کہ آپ باقاعدہ حساب کتاب بھیجیں۔ اگر خالد رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل نہ کرتے تو پھر انکو بیشک معزول کر دیتے جو عام عدالتوں کا قاعدہ ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالکل ایسا نہیں کیا۔ یہ معاملہ پہلے بھی عہد صدیقی میں پیش ہو چکا تھا۔ فاروق اعظم جو ایک محتاط اور ہر ایک کام کو منتظم اور ایک قاعدے کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔ اس امر کے سختی سے ممد و معاون ہوئے کہ خالد رضی اللہ عنہ کو حساب کتاب بھیجنے پر مجبور کیا جائے۔ اور بیت المال کی اتنی بڑی رقم خواہ مخواہ کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہ دی جائے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپکو حکم دیدیا۔ کہ باقاعدہ حساب کتاب آمد و اخراجات بھیجتے رہا کریں۔ جس کے جواب میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں دربار خلافت سے دور بسا اوقات ایسی ضروریات سے مجبور ہو جاتا ہوں کہ انتظار منظوری کی تاب نہیں ہو سکتی۔ یا اتفاقیہ معاملات میں انتظار کرنا خطرہ نقصان عظیم لاحق ہو جاتا ہے۔ اسلئے آپ کسی اور کو سپہ سالار بنا دیں۔ میں ایسے

ہی خدمت اسلام ماتحت مجاہد رہنے کی حالت میں کرونگا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر صدیق اکبرؓ نے یہ حدیث خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ سلہ اللہ علے الکفار پڑھ کر فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالٰے کی تلوار کو نیام میں کرنا نہیں چاہتا۔ یہ کہکر انکو بدستور باختیار سپہ سالار رکھا۔ اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی منشا کے مطابق عمل نہیں ہوا۔ لیکن یہ کوئی خفگی یا ناراضگی کا باعث نہیں ہوسکتا اور ایسے اختلاف عموماً مجلس شوریٰ میں ہو جایا کرتے ہیں۔ ہر دو پاک نفس خلفائے راشدین کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی منع ہے۔ اور حساب کتاب کے بدگمان کرنے سے خلیفہ اول کا فیصلہ دیکھتے ہوئے کج فہم پھر انکار کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کا صدقہ خالدؓ کو بدستور عہدہ پر رکھنا خلیفہ اول کو بزدل اور خلیفہ دوم کو سرکش بناتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ اپنے ایمان کو کھوتے ہیں۔

اگر ذرا غور کے ساتھ حالات اور واقعات کو دیکھا جائے تو یکلخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم معزولی دبدبنا سر بسر دینی مصلحتوں پر مبنی تھا۔ اگر خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو یقیناً آپکو بھی حالات کو دیکھتے ہوئے خالدؓ کو معزول کرنا پڑتا۔ سب سے پہلی آپکی معزولی کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ شام عیسائیت کی کان تھا جس میں رہبانیت کا چرچا تھا۔ اور بمقابلہ ایرانی مجوسیوں کے عیسائی مہذب اور مذہب کی ماہیت ٹٹولنے کی زیادہ عادت رکھتے تھے۔ اور مسلمانوں کے شمشیر بکف ہونے کا اصل مدعا و منشا اشاعت اسلام کی راہ کی سنگین رکاوٹوں کو دور کرنیکے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ دیگر ملکی فاتحان کی طرح طلب منفعت مقصود خاطر نہیں تھا۔ اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی شام میں عیسائیت اور اسلام کے روحانی اثر کی کشمکش دیکھ کر یہ عزل و نصب کر دیا۔ کیونکہ اصول مذاہب کے علاوہ مقلدین و مبلغین کے اقوال و افعال کو بھی دیکھا جاتا تھا۔ اور اس خیال کی درستی دونوں حضرات کے خطابات کو دیکھنے سے صاف صاف ذہن میں آجاتی ہے۔ ابوعبیدہ بن الجراح کو امین الامت جو باعث ہو اخواہی ہمدردی دیانت داماں صلح پسندی اور ہر دلعزیزی کے۔ اور حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب بباعث اعلیٰ مہارت جنگی کے دربار رسالت سے عطا ہوا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ علاقہ شام میں ایسے سپہ سالار کی ہی ضرورت نہیں جو ہر ایک قسم کی عقدہ کشائی بزور شمشیر کرسکتا ہو۔ بلکہ ایک ایسے متقی رقیق القلب اور صلح جو سپہ سالار کی بھی ضرورت ہے جو زہد و ورع۔ علم و حلم اور رحم میں سب سے افضل ہو۔ اور شام کی فوج میں ابوعبیدہ سے بڑھ کر اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اسلئے آپ نے ابوعبیدہؓ کو سپہ سالار اعظم اور خالد بن ولید کو نائب سپہ سالار مقرر کرکے ایک معتدل معجون بنادی جس کا خاطر خواہ فایدہ حاصل ہوا۔

دوسری وجہ اس عزل و نصب کی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنحوائے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ

والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ مسابقون اسلام کی زیادہ قدر و منزلت کرتے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر انکا احترام جانتے تھے۔ چونکہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تمام فوج شام میں سابقون فی الاسلام میں سے تھے۔ آپنے کامل تیئس سال صحبت نبوی میں گزارے تھے۔ بہرحال میں انکے ساتھ رہے تھے۔ بخلاف خالد رضی اللہ عنہ کے جو صرف چھ سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ اسلئے حضرت ابو عبیدہ کی قدر و منزلت آپکی نگاہوں میں بہت کچھ تھی۔ اور اسی آیت قرآنی کے مطابق آپنے عمل کرکے آپکو سپہ سالار اعظم بنادیا۔ ان وجوہات کے سوا اور کوئی درپردہ کینہ یا عداوت نہ تھی۔ اور نہ کسی بات سے ناراضی تھی۔ آپکا عدل و انصاف اور احکام الٰہی کی پابندی ضرب المثل ہے۔ اسلئے آپ نے آیت قرآنی کے مطابق اپنا قریبی رشتہ دار اور ماموں ہونے کی پرواہ نہ کرکے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا دوسری طرف خالدؓ ایسے پاک نفس آدمی نے بھی بغیر کسی قسم کے رنج کے قبول کرلیا۔ اور خدمات اسلام میں کوئی دریغ نہ کیا جس سے بآسانی یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دونوں حضرات احکام الٰہی کے اسقدر پابند تھے۔

دوسری دفعہ کی معزولی ہمیشہ کی معزولی تھی۔ جو ۱۷ھ میں بعد حمص کی فتح ثانی کے ہوئی۔ اس کی وجہ بھی سوائے دینی مصلحتوں کے اور کچھ نہیں تھی۔ اور اس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ جب خالدؓ بن ولید کی عالیشان محیر العقول فتوحات کے باعث ان کے ہیبت نام اور مذہب اسلام کا ڈنکا چہار اطراف میں بجنے لگا۔ دنیا کے بڑے بڑے جری بہادر اور سپہ سالار اس قدر قلیل عرصے میں ایسی طاقتور سلطنتوں کی کمر ہمت توڑ دینے کے باعث بہادر خالدؓ کی تعریف میں رطب اللسان ہوگئے۔ تو بنی کندہ کے سردار اشعث بن قیس نے جوش محبت سے متاثر ہوکر آپکی تعریف میں قصیدہ لکھ مارا۔ اور فرط اشتیاق سے خود خدمت سیف اللہ میں حاضر ہوکر قصیدہ سنایا۔ خالد رضی اللہ عنہ کی شاہانہ طبیعت نے اشعث مذکور کو بیس ہزار درہم بقول بعض دس ہزار درہم انعام دیئے لیکن جونہی کہ یہ خبر دربار خلافت میں پہنچی۔ تو خالد رضے اللہ عنہ کا یہ فعل ناگوار خاطر ہوا۔ اور انہوں نے اس انعام کو اپنی فیاض طبیعت کے باعث اسراف میں شمار کیا۔ جو اسلام میں جائز نہیں۔ دوسرے چونکہ اسلام کو شاعری سے نفرت ہے۔ اور ایک جلیل القدر صحابی مشہور سپہ سالار خلیفہ وقت کے ماموں خالدؓ بن ولید کا ایک شاعر کو ذاتی تعریف کے انعام میں بیس ہزار یا دس ہزار درہم دیدینا عرب کے فطرتی شاعرانہ مذاق کو ایک قسم کی انگیخت دینا تھا جو کسی حال میں جائز نہ تھا۔ اور نہ ہی خلافت کے شایان شان تھا کہ وہ اس معاملے کو سن کر اس کی عظیم الشان فتوحات اور کارگذاریوں کے باعث جیسا ہوا ہے۔ بلکہ اس کا فرض تھا کہ وہ اسراف کی نقصان دہ مہلک مرض کا استیصال کرے تاکہ رعایا کے اخلاق سدھر جائیں نہ کہ دیگر دنیاوی سلاطین کی طرح جو بڑی بڑی علانیہ خطاؤں پر اپنے ذاتی فوائد کی خاطر اور انکی خدمات کو مدنظر رکھ

Marfat.com

کہ اس خطا پر عفو کا پانی پھیر دیتے ہیں جو خلق اللہ کے اخلاق و عادات کیلئے باعث بربادی و تباہی ہے اگر دربار خالد رض کے اس اسراف کو محض ان کی کارگذاریوں کے باعث چپ ہو رہتا۔ تو خلافت اور دنیاوی سلطنت میں کوئی فرق باقی نہ رہ جاتا۔ اسی لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس اسراف کی وجہ سے سپہ سالاری سے دائمی معزولی کی سزا دی گئی۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اسلام کسی خطاوار کو بسبب اس کی کارگذاریوں کے خطا کی سزا سے نہیں بچاتا۔ اور خطا دار کو فوراً سزا کا حکم دیتا ہے۔

اس امر میں شک نہیں کہ خالدی شمشیر کے سامنے بحر و بر۔ دشت و جبل۔ اسود و احمر۔ کوہ و صحرا کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا لیکن خلیفۃ النبی کے مد نظر ملکی فتوحات کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھیں وہ اخلاقی ترقی کے خواہاں تھے۔ اور اس اسراف کے اخلاق کے بگڑنے اور شاعرانہ غلو کے بڑھنے کا احتمال تھا۔ اور بالخصوص سند صحابہ سے آئیوالی نسلوں کے تباہ ہونے کا ازحد خطرہ پیش نظر تھا۔ سند صحابہ موجود نہ ہونے کی حالت میں اسقدر شاعرانہ غلو بڑھ گیا کہ سلاطین مغلیہ اور دیگر کئی ایک مسلمان سلاطین اسی شاعری کی نذر ہو گئے۔ ایران کی موجودہ بدحالی بھی شاعری کا صدقہ ہے۔ اس لئے خلیفہ وقت نے سزا دینے میں تامل نہ کیا۔ علاوہ ازیں آپکی بے نظیر فتوحات کے باعث عام طور پر یہ سمجھنے لگ گئے کہ جدھر خالد جاتا ہے اُدھر ہی فتح ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ ایک سیدھا سادھا فقرہ ہے جس میں بظاہر کوئی نقص عیب یا قباحت نظر نہیں آتی۔ لیکن اس فقرے کے اندر شرک کا جو مواد فاسد بھرا ہوا ہے۔ اور کہ جس سے حقیقت شناس نگاہیں ہی واقف ہو سکتی ہیں۔ اس کو خلیفہ مقدس کی دوربین نگاہیں فوراً تاڑ گئیں اور جس طرح اہل بدر کو وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کا عتاب آمیز خطاب دربار الٰہی سے نازل ہوا جبکہ انہوں نے اپنی فتح پر فخر ظاہر کیا۔ اسی طرح مقدس خلیفے نے بھی اس فقرے کے اندرونی اور پوشیدہ شرک جیسے عظیم الشان گناہ کے مواد فاسد کو تاڑ لیا۔ اور لوگوں کا یہ خیال دیکھ کر کہ وہ فتح کا فاعل خالد رض کو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کو رفتہ رفتہ بھول جائیں۔ اور اسلامی توحید پر بدنما تاریکی چھا جائے۔ اس لئے انہوں نے اس خیال باطل کو دور کرنے کیلئے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ اور ایسا کرنے میں خلیفہ وقت نے انکی مہارت جنگی۔ سپاہ میں ہر دلعزیزی اور شجاعت و بسالت سے ڈر کر خالد رض کو معزول نہیں کیا۔ کہ کہیں وہ خود خلیفہ بننے کی آرزو نہ کر بیٹھے۔ پناہ بخدا۔ ھٰذا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

چونکہ آپ کے معزول کرنے میں خلیفہ وقت نے کوئی کسی قسم کی تصریح یا وجوہات معزولی بیان نہیں فرمائی تھیں۔ اسلئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا امیر المومنین اگر کسی خطا پر سے مجھے معزول کیا گیا ہے تو اسکو ظاہر فرماویں۔ تاکہ میں اس کی تلافی کر سکوں اور دربار الٰہی میں استغفار کروں

Marfat.com

واللہ مجھے سپہ سالاری کی کوئی حرص نہیں میں محض خدمت اسلام کرنی چاہتا تھا۔ تاکہ میرے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کو تمام عاملین کو لکھ کر بھیجدیا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو عہدہ سپہ سالاری سے کسی گناہ یا خطا کی سزا میں معزول نہیں کیا گیا۔ بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ تمام فتوحات کا باعث خالد رضی اللہ کو جاننے لگ گئے ہیں۔ اور لوگوں کے اس خیال سے مجھے خدشہ ہے کہ مسلمان فاعل حقیقی اللہ تعالےٰ کو نہ بھول جائیں۔ اور یہ خیال ایک قسم کا شرک خفی ہے جو نہایت خطرناک اور اس سے اسلام میں فتنہ عظیم پیدا ہونیکا اندیشہ ہے لہٰذا میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تاکہ لوگوں کا غلط خیال دور ہو جائے۔ واللہ میں خالدؓ کو پیار کرتا ہوں۔ اور اسکی عزت میرے دل میں ہے۔ وہ محترم ہے"۔

ایسے شرک خفی کی طرف توجہ کرنا اور انسداد فرمانا (جس کو عام نگاہیں گو معمولی خیال کریں لیکن درحقیقت وہ معمولی نہیں تھا) خلیفہ اسلام کا فرض منصبی تھا۔ ورنہ دینی اور دنیاوی بادشاہوں میں کوئی تمیز نہ ہو سکتی تھی سکندری اور فاروقی تردداَت یکساں سمجھے جاتے۔ اگر اسلام کو اپنی سلطنت پھیلانے کی آرزو ہوتی تو خالدؓ کو ہرگز معزول نہ کیا جاتا کیونکہ آپکا فوجی رعب وجلال لاکھوں کو تن تنہا خاک میں ملا سکتا تھا۔ زبردست ہمسایہ سلطنتوں روم وایران کی طرح ہمت کو توڑ چکا تھا۔ اور ایک دو حملوں میں ہی انکا بالکل ستیاناس کیا جاسکتا تھا۔ بڑے بڑے جری خالدؓ کا نام سنتے ہی میدان میں لڑکھڑا جاتے تھے۔ سلاطین عالم اس بہادر سپہ سالار کے نام سے کانپ اٹھتے تھے۔ ان اشخاص کی ارواح جو شمشیر خالدی کا طعمہ ہو چکی تھیں۔ دیکھ رہی تھیں کہ دیکھیں ہمارے پسماندوں کو خالدؓ کے ہاتھ سے کیا پیش آتا ہے۔

چونکہ معزولی کے وقت آپ اضلاع قنسرین کے جو ایشیائے کوچک اور روم کے متصل واقعہ تھے۔ اور شام کے سرحدی اضلاع تھے عامل تھے اور آپ اپنی سکونت بھی وہیں اختیار کر چکے تھے۔ اسلئے آپ کی وفات بھی شام میں ہی شہر حمص میں واقعہ ہوئی۔ جیسے کہ آگے آتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ آپکو صرف عہدہ سپہ سالاری سے ہی معزول کیا گیا تھا۔ اور بعد ازاں بدستور اضلاع قنسرین کے عامل رہے یہاں تک کہ وفات پائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وفات حضرت خالد رضی اللہ عنہ

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید ۔۔۔ زجام دہر کل من علیہا فان

آخر کار بفحوائے کل نفس ذائقۃ الموت بہادر خالدؓ کی وفات کا مقررہ وقت آگیا۔ آپ کی وفات ۲۱ سنہ ہجری المقدس میں بمقام حمص واقعہ شام میں ہوئی۔ مگر بعض لوگ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں بیان

کرتے ہیں۔ لیکن یہ بیان غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خالدؓ جیسے فنا فی الرسول کی مرقد کا مدینہ منورہ میں کوئی نشان نہیں ملتا۔ بخلاف اس کے شہر حمص میں شمالی جانب فصیل کے باہر آپکی قبر آجتک موجود ہے جو مرجع خاص و عام ہے۔ وفات سے پہلے آپ نے اپنا گھوڑا، تلوار، نیزہ وغیرہ وغیرہ تمام جنگی ہتھیار مجاہدین کیلئے بیت المال میں جمع کرا دیئے تھے۔ اور بوقت وفات نہایت حسرت کے ساتھ فرمایا۔ کہ "الٰہی تیرے راز نیارے ہیں شہادت کی بڑی تمنا تھی لیکن پوری نہ ہوئی"۔

اگر ذرا غائر نظروں سے دیکھا جائے تو آپ کا شہادت پانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ خطاب سیف اللہ کی ہتک تھی۔ اور اسلام کا جو رعب و داب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی شمشیر کا فرکش سے مشرکین و کفار پر ڈال دیا تھا جنگ میں شہادت پالنے سے اس میں بہت سی کمی واقع ہو جانے کا احتمال تھا۔ جو منظور مشیت الٰہی نہ تھا۔ اس لئے آپ کو شہادت کا درجہ نہ مل سکا۔ لیکن اسلام جس قدر آپ کا ممنون ہے کسی اور کا بہت کم ممنون ہوگا آپ ہر جنگ میں اپنے حریف سے کہا کرتے تھے۔ کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں۔ جو موت کے ساتھ اس طرح پیار رکھتے ہیں۔ جیسے کہ تم یا تمہارے ساتھی زندگی سے پیار کرتے ہو یا کرتے ہیں۔

آپ وفات کے وقت علاقہ حمص یا قنسرین کے عامل منجانب دربار خلافت تھے۔ فتح بیت المقدس کے بعد خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپکو سرحد شام کے علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ تاکہ متصلہ سلطنت روم و آرمینیا وغیرہ کی طرف سے کسی قسم کا خدشہ نہ رہے۔ کیونکہ آپ کی تن تنہا ذات لاکھوں کی جمعیت سے بڑھ کر کام دیتی تھی۔ اور غنیم آپ کا نام سن کر کانپ جاتا تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپکی نسل منقطع ہو گئی لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ آپ کثیر الاولاد تھے۔ آپ کے بڑے فرزند کا نام سلیمان تھا۔ جس کے باعث آپ کی کنیت ابا سلیمان تھی۔ آپ کا یہ فرزند مصر کی لڑائیوں میں شہید ہوا۔ دوسرے بیٹے کا نام عبد الرحمٰن تھا۔ جس نے امیر معاویہ کے عہد میں مکرر رومی سلطنت کی کمر پر اپنے بہادر باپ کی طرح کاری ضرب لگائی۔ اور اس کی طاقت کو بزور شمشیر توڑ ڈالا۔ نواح حمص میں اب تک ایک قبیلہ خالدیہ مشہور ہے۔ جو خالد رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ آپ کی اولاد میں سے چالیس آدمی ۱۸ھ میں مرض طاعون سے فوت ہو گئے۔ اس مرض طاعون میں پندرہ ہزار مجاہدین جن میں کئی ہزار

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہگزائے عالم جاودانی ہوئے۔ جن میں یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کی عادات واخلاق اور فضائل کی نسبت کچھ لکھنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ کے اوضاع واطوار۔ اخلاق وعادات۔ شجاعت وبسالت۔ ایمان و اسلام۔ پابندی احکام محبت خدا ورسول اور عقل دقیقہ رس آپ کی سوانح عمری کے پڑھنے سے صاف صاف ظاہر ہے۔ جس پر کوئی حاشیہ چڑھانا سراسر فضول ہے آپکی راستبازی۔ جوش اسلامی۔ ایثار وہمدردی۔ خالصًا اور خدمت اسلام۔ انکساری رضا و تسلیم تحفظ حقوق۔ ایفائے وعدہ۔ استقلال۔ سچائی۔ عزم راسخ اور خداترسی آپکے ہر قول وفعل سے خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔ گویا ان اوصاف حسنہ کے آپ مجسم زندہ نمونہ تھے۔ اور انہی نیک عادات اور تقید شرعی اور ایمان ویقین کے باعث وہ بفضل الٰہی ہر میدان میں مظفر ومنصور ہوتے رہے۔ اور کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔ کاش مسلمانان حال بھی ان اوصاف کو اپنا شعار بناکر فرمان رسولی "میرے صحاب مثل ستاروں کی ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کروگے۔ راہ پاؤگے۔" کے مطابق فلاح دارین حاصل کریں۔ تاکہ قیامت کے دن حبیب کبریا اور ذات احدیت کے دربار میں سرخرو ہوسکیں۔

آپ کی وفات پر بنی مغیرہ کی عورتیں دردناک آواز سے رونے لگیں۔ تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ایسے عظیم الشان بہادر خالد ابی سلیمان رضی اللہ عنہ پر جسقدر روئیں۔ کم ہے۔ اور جس قدر غم کریں بجا ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ اَفْضَلِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

تمت بالخیر

خاکسار نذیر احمد سیماب۔ ادیب فاضل بنہالوی۔ حال مقیم لاہور

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۴۶ ہجری۔

Marfat.com

31

سیف اللہ

سوانح عمری حضرت خالدؓ بن ولید

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور

PRICE 2-4-0

Marfat.com